مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ اور جدید سائنسی نظریات سے تقابل

مقالہ نگار

عمر شہزاد

رول نمبر ۸۱۱۳، ایم فل علومِ اسلامیہ

سیشن: ۱۲-۲۰۱۰ء

یہ مقالہ ایم فل علومِ اسلامیہ کی جزوی تکمیل اور حصولِ سند کے لیے
شعبہ علومِ اسلامیہ میں جمع کرایا گیا۔

شعبہ علومِ اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ اور جدید سائنسی نظریات سے تقابل

مقالہ برائے

ایم فل (علومِ اسلامیہ)

سیشن: ۱۰-۲۰۱۲ء

مقالہ نگار

عمر شہزاد

رول نمبر ۸۱۱۳

نگران مقالہ

ڈاکٹر شیر علی

اسسٹنٹ پروفیسر

رجسٹریشن نمبر: ۲۲۰-۷۵۰۷-GCUF-۲۰۱۰ جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Declaration

The work reported in this thesis was carried out by me under the supervision of Dr. Shair Ali Ass. Professor Department Of Islamic Studies G. C. University, Faisalabad , Pakistan.

I hereby declare that the title of thesis

''مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ اور جدید سائنسی نظریات سے تقابل''

and the contents of thesis are the product of my own research and no part has been copied from any published source (except the references, standard mathematical or genetic models/equations/formulas/protocols etc.). I further declare that this work has not been submitted for award of any other degree/diploma. The University may take action if the information provided is found inaccurate at any stage.

Signature of the Student : Umar Shahzad

Roll No. : 8113

Registration No. : 2010-GCUF-7507-220

....

CERTIFICATE

(BY THE RESEARCH SUPERVISOR)

I certtify that the contents and form of thesis submitted by Mr./Mrs. Umar Shahzad Roll No: 8113 Session:2010-12 has been satisfactory according to the prescribed formate. I recomend it to be processed for evaluation by External Examiner for the award of degree.

Supervisor :

Name: **Dr. Shair Ali**

Signature:------------------------

Date: 09/8/12

Chairperson :

Department : Islamic Studies

G.C.University Faisalabad

Date:..............

Dean,

Faculty of Islamic and Oriental Learning

G.C.University Faisalabad

Date:--------------------- 13/8/2012

انتساب

میں اپنی اس تحقیقی کاوش کو ان عظیم مسلمان سائنسدانوں کے نام کرتا ہوں جن کی تحقیقات نے دین اسلام کو چار چاند لگا دیئے،

خصوصاً عظیم سائنسدان مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

اور

سلطان العارفین، برہان الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

اور

امیر اہلسنّت، ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری مَدَّ ظِلُّهُ الْعَالِی

جن کی نگاہِ فیض سے تحقیق کے اس میدان میں قدم رکھنے کا موقع ملا۔

اور

اپنے پیارے بیٹے محمد احمد کے نام

فہرست ابواب

تفصیلِ ابواب

ابواب	عنوانات	صفحہ نمبر

باب اول: مولانا احمد رضا خان کے احوال وآثار اور علم الطبیعیات

فصلِ اول: مولانا احمد رضا خان کا تعارف

فصل سوم: اسلام اور علم الطبیعیات

باب دوم: روشنی کے بارے میں مولانا احمد رضا خان کی تحقیقات کا جائزہ

فصل اول: روشنی کی ماہیئت، اشاعت اور انعکاس

فصل دوم: روشنی کا انعطاف، میڈیم اور خصوصیات

فصل سوم: روشنی کے اثرات

باب سوم: تحقیقاتِ مولانا احمد رضا خان اور کائنات

فصل اول: فلکیاتی طبیعیات

فصل سوم: حوادثات ارض

باب چہارم: آواز کے بارے میں مولانا احمد رضا خان کی خدمات

فصل دوم: آواز کی خصوصیات

باب پنجم: مولانا احمد رضا خان کی متفرق طبیعی خدمات

فصل اول: اوزان و پیمائش

فصل دوم: آبی طبیعیات

فصل سوم: علم توقیت وتقویم

پیشِ لفظ

دنیا کی تمام کتابوں میں سے قرآن پاک کو امتیاز حاصل ہے کہ یہ تمام دینی و دنیاوی علوم وفنون کا سرچشمہ اور منبع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَلَا یَا بِسٍ اِلَّافِی کِتَابٍ مُبِیْنٍ ○[۱]

اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔(ت)

تو قرآن حکیم میں علم الطبیعیات کے متعلق بے شمار آیات پائی جاتی ہے۔جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

وَمِنَ الْـجِبَا لِ جُدَ دُ بِیْضٌ وَ حُمْرٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَ ا نُھَا وَغَرَ ا بِیْبُ سُوْ دٌ ○ وَمِنَ النَّا سِ وَالدَّوآبِّ وَالْاَنْعَا مِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَ انُہٗ کَذَ لِکَ [۲]

اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اور سرخ رنگ رنگ کے اور کچھ کالے بھوچنگ (سیاہ کالے) اور آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ یونہی طرح طرح کے ہیں۔

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰ اتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلٰفِ الَّیْلِ وَالنَّھَا رِ لَاٰ یٰتٍ لِّاُ ولِی الْاَ لْبَا بِ[۳]

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

باری تعالی نے نہ صرف علم الطبیعیات کے موضوعات کو بیان کیا بلکہ کائنات میں مشاہدہ پر کرنے پر انسان کو شوق بھی دلایا جیسا کہ ارشاد پاک ہے۔

قُلْ سِیْرُ وْ ا فِیْ الْاَرْ ضِ فَا نْظُرُ وْ اکَیْفَ بَدَ ا لْخَلْقَ ۔[۴]

تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ نے کیسے مخلوق کو پیدا کیا۔

اس سے پہلے کبھی کسی کتاب میں مشاہدہ کائنات کو اس قدر اہمیت نہیں دی تھی لہذا کوئی تعجب نہیں کہ اسلام کے شیدائیوں میں شروع ہی سے مشاہدہ کائنات اور اس پر غور و فکر کا بے پناہ شوق اور ولولہ موجود رہا اور انہوں نے اس طرف تیزی سے ترقی کی۔اگلے سات آٹھ سو سال میں بیشمار مسلمان علماء مثلاً ابن الہیثم،البیرونی، یعقوب الکندی، محمد بن موسیٰ

....

۱۔انعام:۵۹

۲۔فاطر:۲۷-۲۸

۳۔العمران:۱۹۰

۴۔عنکبوت:۲۰

الخوارزمی، ابو محمد بن زکریا الرازی، ابن سینا اور عمر خیام پیدا ہوئے۔ جنہوں نے سائنس کے ہر شعبے میں شاندار کارنامے انجام دیے جو تمام دنیا کیلئے مشعل راہ ہے۔

سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے مولانا احمد رضا خان نہ صرف ایک عالم، مفتی، حافظ، مفسر، محدث فقیہ، نعت گو شاعر، مصنف اور محقق تھے بلکہ آپ اس کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم بالخصوص علم الطبیعیات کے بھی ماہر تھے۔ آپ نے خصوصاً علم الطبیعیات کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور آپ نے مسلمانوں کو ایسا سائنسی اور تحقیقی پروگرام دیا جو رہتی دنیا تک قائم اور دائم رہے گا۔

جہاں تک علم الطبیعیات (Physics) کا تعلق ہے تو سائنس کی وہ شاخ جس میں مادہ (Matter) اور توانائی (Energy) کے خواص (Characteristic) اور ان کے باہمی عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے مثلاً جب ہم مادہ کو دیکھتے ہیں۔ تو ہم سوچتے ہیں کہ مادہ، ٹھوس (Solid)، مائع (Liquid) اور گیس کیوں ہے تو ہم اس کی کھوج لگاتے ہیں کہ بادل کیسے بنے اور ان کی چمک اور گرج کیسے پیدا ہوئی چنانچہ سائنس کی وہ شاخ جو سوالات کے جواب کی کھوج میں مدد کرتی ہے۔ طبیعیات (Physics) کہلاتی ہے۔

ابتدا میں سائنس کی دو شاخیں تھیں۔ ایک طبیعی سائنس اور دوسری حیاتیاتی سائنس۔ سائنس میں ترقی اور وسعت کے ساتھ یہ ضروری سمجھا گیا کہ ان کو مزید شاخوں ہی تقسیم کیا جائے چنانچہ طبیعی سائنس کو طبعیات، فلکیات اور کیمیا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں طبیعیات میں بڑھتی ہوئی تحقیق سے اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اسے مزید شاخوں میں تقسیم کیا گیا۔ جیسے میکانیات، الیکٹرونیات، سالڈ سٹیٹ فزکس، ایٹمی فزکس، بائیو فزکس، آسٹرو فزکس، آپٹیکل، نیوکلیئر فزکس، صوتیات (Sound)۔[1]

مزید یہ سلسلہ آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ نت نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں۔ بظاہر ایسے لگتا ہے کہ دور حاضر کی تمام سائنسی تحقیقات مغربی سائنسدانوں کی مرہون منت ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے مغربی سائنسدانوں نے جس قدر ترقی کی ہے درحقیقت اس کی بنیاد مسلمانوں کے وضع کیے گئے سائنسی اصول ہیں جن پر ریسرچ کر کے مغربی سائنسدانوں نے فزکس، کمیسٹری، بیالوجی وغیرہ کی تمام شاخوں میں نمایاں ترقی کی اور اس علمی و تحقیقی سرمائے کے وارث بن بیٹھے جسے

....

1.English Wikipedi, " *Physics*" from : http://en.wikipedia.org/wiki/Mineral_physics Accessed on June 5, 2012.

مسلمانوں نے اپنی عیش پرستی، تغافل اور تساہل کے سبب پس پشت ڈال دیا تھا۔ اب بھی مغرب کی لائبریریاں مسلمانوں کے قیمتی علمی ورثے سے بھری پڑی ہیں۔ جن پر ریسرچ کر کے مزید نمایاں کارنامے سرانجام دیئے جارہے ہیں۔ مغربی ماہرین آج پوری دنیا میں چھائے ہوئے ہیں مگر ان کے کاموں کی بنیاد رکھنے والوں اور اس میں تحقیق کی راہ دکھانے والوں کا تذکرہ برائے نام بھی نہیں ملتا۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اکابرین علماء و محققین کی تحقیقات اور علمی سرمائے کو سامنے لائیں اور اس میں غور و فکر اور علمی کام کر کے سائنسی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیں اور مسلم محققین و مفکرین کا نام اجاگر کریں اور دنیا کو ان کے تحقیقی اور سائنسی کارناموں سے روشناس کرائیں نیز ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف ان ہی تحقیقات کو قبول کرے جو اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہوں۔ چنانچہ مولانا احمد رضا خان خود فرماتے ہیں۔

''سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل و آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و شاسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی۔''[1]

لہذا ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ سائنسی نظریات کو پہلے قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھے پھر ان پر اعتقادات کی بنیاد رکھیں اور ایسا صرف اسی وقت ممکن ہوگا جب ہم ہر فیلڈ میں پہلے مسلم محققین و علماء کی تحقیقات کا جائزہ لیں پھر غیر مسلموں کے دیئے ہوئے نظریات کو مسلمانوں کے وضع کئے ہوئے اصولوں کی روشنی میں جائزہ لیں تاکہ کفر و اسلام میں امتیاز باقی رکھا جا سکے۔

ایم فل (علومِ اسلامیہ) میں راقم الحروف نے اپنی اسلام اور سائنس سے دلچسپی کی بناء پر مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات کو منتخب کیا۔ اساتذہ کرام کی خصوصی شفقت و مہربانی سے بعنوانِ **'مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ اور جدید سائنسی نظریات سے تقابل'** پر تحقیقی کام کی سعادت راقم السطور کے حصے میں آئی۔

قبل اس کے کہ مقالہ کے ابواب و فصول کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے مولانا احمد رضا خان کی مختلف میدانوں میں خدمات کے حوالے سے سابقہ مواد کا جائزہ ملاحظہ ہو۔

مولانا احمد رضا خان نے مختلف عنوانات پر کم و بیش ایک ہزار کتابیں لکھیں لیکن ابھی تک سب کو طبع نہ کیا جا سکا۔ آپ

....

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۲۷

کی تصنیفات مختلف علوم جیسے تفسیر، حدیث، عقائد و کلام، فقہ، تجوید، تصوف، اذکار، تعبیر، تاریخ، سیر، مناقب، ادب، نحو، لغت، عروض، علم ایجادات، علم جفر، علم تکسیر، جبر و مقابلہ، علم مثلث، لوگارتھم، توقیت، ریاضی، نجوم، حساب، ھئیت، طبیعیات، فلسفہ ہندسہ اور منطق وغیرہ کو شامل ہیں۔[1] نہ صرف انڈیا اور پاکستان کی یونیورسٹیوں بلکہ شام، عراق، امریکہ، برطانیہ وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی آپ کی تصنیفات پر ریسرچ جاری ہے ایم فل اور پی ایچ ڈی لیول پر ۱۰۰ سو سے زائد مختلف مقالات جیسے

☆ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جامعہ کراچی، پاکستان، ۱۹۹۳ء، عنوان:

کنز الایمان اور دیگر معروف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ۔

☆ ڈاکٹر حافظ الباری صدیقی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان، ۱۹۹۳ء، عنوان:

امام احمد رضا بریلوی کے حالات افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی)۔

☆ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا ۱۹۹۴ء، عنوان:

اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی۔

☆ ڈاکٹر مولانا امجد رضا قادری، ویرکنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار، انڈیا ۱۹۹۸ء، عنوان:

امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خان، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان، ۱۹۹۸ء، عنوان:

مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات۔

☆ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، میسور یونیورسٹی، انڈیا، ۲۰۰۲ء، عنوان:

امام احمد رضا کا تصورِ عشق۔

لکھے گئے۔ لیکن علم الطبیعیات پر کام نہیں ہوا تھا۔ لھذا ارادہ کیا کہ آپ کی طبیعی خدمات کو منظر عام پر لایا جائے کیونکہ آپ کی تصنیفات میں اکثر اصطلات عربی استعمال ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے ماہر طبیعیات بھی عربی نہ جاننے کی وجہ سے فائدہ اٹھانے سے قاصر ہیں۔

....

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱ ص ۱۶

مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر باب میں تین تین فصول اور ہر فصل تین تین اجزاء پر مشتمل ہے۔جن کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

باب اول:

یہ باب ''مولانا احمد رضا خان کے احوال وآثار اور علم الطبیعیات'' کے نام سے عبارت ہے۔پہلی فصل میں مولانا احمد رضا خان کا تعارف تین اجزاء میں پیش کیا گیا ہے۔ پہلے جزء میں آپ کی حیات، دوسرے میں تعلیم وتربیت اور تیسرے میں علمی خدمات کو بیان کیا گیا، دوسری فصل بنام ''علم الطبیعیات کا مفہوم، اقسام اور اسکی ضرورت واہمیت'' کے پہلے جز میں علم الطبیعیات کا مفہوم، دوسرے میں علم الطبیعیات کی اقسام اور تیسرے میں علم الطبیعیات کی ضرورت واہمیت جبکہ تیسری فصل بنام'' اسلام اور علم الطبیعیات'' کے پہلے جزء میں علم الطبیعیات قرآن وحدیث کی روشنی میں، دوسری میں علم الطبیعیات اور مسلمان سائنسدان جبکہ آخری میں برصغیر کے علماء اور علم الطبیعیات کا بیان ہے۔

باب دوم:

دوسرا باب ''روشنی کے بارے میں مولانا احمد رضا خان کی تحقیقات کا جائزہ'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔چونکہ روشنی علم الطبیعیات کی ایک اہم شاخ ہے اور مولانا احمد رضا خان نے روشنی کی ذیلی شاخوں پر اپنی یادگار چھوڑیں تو اس باب میں روشنی کے حوالے سے علیحدہ علیحدہ فصول قائم کرکے ان کی تحقیقی خدمات کو قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی۔پہلی فصل کے جزء اول میں روشنی کی تعریف اور منبع و ماخوذ، دوم میں اشاعت اور پھیلاؤ جبکہ تیسرے میں روشنی کے انعکاس کا بیان موجود ہے، دوسری فصل کے پہلے جزء میں انعطاف روشنی، دوسرے میں میڈیم جیسے آسمان اور تیسرے میں مستوی آئینہ سے شبیہ بننے کے بارے میں تحقیق موجود ہے اور تیسری فصل کے پہلے جزء میں ہے کہ شفاف اجزاء جیسے موتی، بلور، برف وغیرہ میں چمک کیسے پیدا ہوتی ہے اور رنگ کے بارے میں قدیم ماہرین کے نظریے کا ردّ، دوسرے میں سراب اور تیسرے میں ایٹم پر تحقیق موجود ہے۔

باب سوم:

تیسرے باب کو''تحقیقات مولانا احمد رضا خان اور کائنات'' کا نام دیا گیا ہے کیونکہ مولانا احمد رضا خان کی کائنات

کے مختلف جزئیات کے بارے میں کثیر تحقیقات موجود ہیں چنانچہ پہلی فصل بنام ''فلکیاتی طبیعیات(Astrophysics)'' کے جزء اول میں کائنات کی پیدائش ،کائنات کے وجود کے مذاھب عالم، سبع سیاروں کی حرکت، کواکب کی حرکت، وجود آسمان کے بارے میں یورپین فلاسفہ کی تردیداور آسمان کے قابل دید ہونے کے بارے میں، دوسرے میں امریکی پروفیسر البرٹ پورٹا کی پیشین گوئی کی دلائل کی روشنی میں تردیداور تیسرے میں خلا کے بارے میں فلاسفہ جدیدہ کے نظریات کی تردیداور مولانا احمد رضا خان کا نظریہ، افلاک کے بارے میں قدیم وجدید فلاسفہ کے نظریات کا موازنہ، فلک کی شکل وحرکت وجہت اور پرزے اوران کی حرکتیں اور جہتیں اور فلک پر خرق والتیام اور معراج مصطفٰے ﷺ کے بارے میں مولانا احمد رضا خان کی تحقیقات موجود ہیں، دوسری فصل بنام '' زمین کی حرکت کے بارے میں اسلامی نظریات ، جدید نظریات اور مولانا احمد رضا'' کے تحت جزء اول میں قرآن وحدیث کی روشنی میں حرکت زمین، دوسرے میں نیوٹن کی تھیوری کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ اور تیسرے میں قوت جاذبہ ونافرہ کے بارے میں آپ کی تحقیق انیق موجود ہےاور تیسری فصل کے پہلے جزء میں زمین کے اجزاء کی مختلف خصوصیات اوران کی ۱۳۱ اقسام بیان کی گئی، دوسرے میں زلزلہ کس طرح پیدا ہوتا ہے، زلزلہ پیدا ہونے سبب اصلی اور سبب عادی کون کون سا ہے۔ جدید ماہرین طبیعیات کے زلزلہ کے بارے میں نظریات اوران کی تردید موجود ہے جبکہ تیسرے میں مدوجزر کے اصلی اور عادی اسباب بیان کئے گئے اور جدید فلاسفہ کے نظریات کی تردید کی گئی۔

باب چہارم

چوتھے باب کا نام'' آواز کے بارے میں مولانا احمد رضا خان کی خدمات'' رکھا گیا ہے۔ فصل اول بنام '' آواز کی ماہیئت'' میں پہلی جز میں آواز کیا ہے۔ آواز کے پیدا ہونے سبب قریب اور سبب بعید کون سا ہے اور قدیم ماہرین کے نظریات کی تردید، دوم میں آواز کیسے پیدا ہوتی ہے، آواز کے سفر کے لیے میڈیم کیوں ضروری ہے، آواز کیسے پھیلتی ہے، ہوالطیف میڈیم ہے یا پانی اور سوم میں آواز کیسے سننے میں آتی ہے۔ آواز کے سفر کے لیے تموج کیوں ضروری ہے، میڈیم کس خصوصیت کا مالک ہونا چاہئے، کان میں آواز کس طرح پیدا ہوتی ہے، ہم کیوں سنتے ہیں، ہم کون کون سی آوازیں سن سکتے ہیں۔ فصل دوم بنام '' آواز کی خصوصیات'' کے پہلے جزء میں آواز کا تموج کیا ہے، تموج کیسے پیدا ہوتا ہے، تموج قارع میں ہوتا ہے یا مقروع میں، کیا ہوا تموج کو قبول کرسکتی ہے، تموج انتقالی نہیں ہوتا ہے یا نہیں، سلسلہ تموج کا سبب، قرع یا تشکل اور تموج کے ختم ہونے پر آواز کا اختتام ہوجا تا ہے، دوسرے میں کیا آواز پیدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے یا

نہیں، آواز ملائے متکیف کی صفت ہے یا بندے کی، کیا ہواہر وقت اصوات سے متکیف رہتی ہے، تشکل برقرار رہنے کی صورت میں تموج جدید سے سماع جدید ہوگا یا قدیم سے اور تیسرے میں آواز کے کان سے باہر بھی موجود ہونے کی تصریح ہے جبکہ تیسری فصل بنام ''آواز کے اثرات'' کے پہلے جزء میں صدائے بازگشت کی تعریف اور ماہرین کا صدا کے پیدا ہونے کے بارے میں اختلاف کا بیان ہے، دوسرے میں فونوگراف کی طبیعیاتی خصوصیات، اس کی اہمیت بیان کی گئی، کیا فونوگراف سے تجدد سماع ہوتا ہے یا تجدد صوت؟ فونو ہوا ہائے متوسطہ کے قائم مقام ہوتا ہے یا نہیں اور تیسرے میں گراموفون اور فوٹوگراف میں فرق بیان کیا گیا ہے اور تیسرے میں الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا، بالاصوت/الٹراسونک کیا ہوتی ہیں، الٹراساؤنڈ مشین کی تاریخ کیا ہے، اس کے حصے کونسے ہیں اور کس طرح کام کرتی ہے اور آخر میں مولانا احمد رضا خان کا بیان کردہ الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا موجود ہے۔

باب پنجم

پانچواں باب ''مولانا احمد رضا خان کی متفرق طبیعی خدمات'' کے عنوان سے تعبیر کیا گیا۔ فصل اول بنام ''اوزان و پیمائش'' کی پہلی جزء میں اوزان کے تحت صاع، رطل، استار اور مثقال میں نسبت، فطرہ کی مقدار صاع کی صورت میں، صاع شعیری کے پیمانہ کی دریافت، دس درہم کتنے ماشے چاندی ہوتی ہے۔ دینار شرعی کی مقدار کیا ہے، چاندی کی انگوٹھی کا شرعی وزن کیا ہے، حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُنَّ کے حق مہر کی مقدار، نماز کا فدیہ نکالنے کا طریقہ اور زمانہ رسالت ﷺ میں تولہ سونے کی قیمت کیا تھی وغیرہ بیان کئے گئے، دوسرے میں پیمائش کے تحت منزل، سطح، ایک قدم ذراع کا کتنے ثلث کا ہوتا ہے، منزل کتنے کوس کی ہوتی ہے اور ایک ہاتھ مربع کی مساحت مختلف پیمانوں میں کتنی ہوتی ہے اور تیسرے میں ریاضیاتی طبیعیات کے تحت زمین کی مساحت اور سورج کے قطر میں مولانا احمد رضا خان کی تحقیق، جاذبیت کے باطل ہونے پر ریاضیاتی دلیل اور نیوٹن کی ریاضی دانی کا مولانا احمد رضا خان کی ریاضی دانی سے موازنہ کیا گیا ہے، فصل دوم بنام ''آبی طبیعیات'' کے پہلے جزء میں پانی کی ماہیئت کے بارے میں ماہرین کے اختلاف، پانی کے سیلان کا دیگر مائعات سے موازنہ کو ذکر کیا گیا، مادے کے اجزاء کے درمیان کونسا اتصال ہوتا ہے، سیلان کس طرح پیدا ہوتا ہے، کسی مادے کی رقت اور غلظت میں فرق ہے، مائعات کی کتنی اقسام ہیں، جامد اور سائل میں کیا فرق ہے، پانی کی طبیعت اور اس کے لوازم کیا ہوتے ہیں، امتزاج کیلئے مائع کا مائع سے ملنا کیوں ضروری ہے، پانی کے طبعی اوصاف کون کون سے ہیں اور اعلیٰ درجے کا پانی کونسا

ہوتا ہے، دوسرے میں پانی کی اقسام اور تیسرے میں پانی کے رنگ کے بارے میں ماہرین کے اختلاف کا جائزہ لیا گیا، جبکہ فصل ثالث بنام ''علم توقیت وتقویم'' کے پہلے جزء کے تحت علم التوقیت کے اصول وقواعد، المنک سے تقویمات کواکب نکالنے کے طریقے، طالع کیا ہوتا ہے کیا آلات فلکیہ میں غلطی کا امکان ہوتا ہے، المنک میں مرقوم مطالع حقیقی ہیں یا نہیں، تاریخ کی ابتدا کے کتنے طریقے ہیں، حجۃ الوداع کس موسم میں ہوا اور قطبین کے حالات کے بارے میں تحقیق موجود ہے، دوسرے میں اوقات صلوٰۃ کے تحت دوپہر کے وقت اشیاء کا سایہ، فیء الزوال کو پہچاننے کا طریقے اور نمازِ ظہر وعصر کا وقت، موسم گرما اور سرما کی تعریف، ظہر کا مستحب وقت اور تحقیقِ مواسم، نماز ظہر کے وقت میں عوام الناس کی غلطی کا ازالہ اور نماز مغرب کے وقت شفق کے بارے میں تحقیقات موجود ہیں جبکہ تیسرے جز میں سمت قبلہ کے تعین کے بارے آپ کی کتاب ''کَشْفُ الْعِلَّة عَنْ سمتِ القِبْلَةِ'' کا اجمالی تعارف جبکہ مقالہ کے آخر میں خلاصہ بحث پیش کیا گیا۔

اس مقالہ میں تحقیق کے بنیادی اصولوں کے مطابق حقائق اکٹھے کیے گئے اور ان حقائق کی روشنی میں فکری نتائج اخذ کئے گئے۔

☆ اس میں تجزیاتی طریقہ تحقیق اختیار کیا گیا۔

☆ آیات مبارکہ کو عثمانی رسمُ الخط کے مطابق لکھا گیا۔

☆ پیش آمدہ احادیث وآثار کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج کی گئی۔

☆ تمام معلومات حتی الامکان بنیادی ماخذ سے لیا گیا۔

☆ بنیادی ماخذ کی عدم دستیابی کی صورت میں ثانوی ماخذ کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔

☆ مقالہ کی تیاری میں جی سی یونیورسٹی کے اصول تحقیق اور قواعد وضوابط کو مدنظر رکھا گیا۔

☆ حوالہ پہلی مرتبہ مکمل اور بعد ازاں مختصر پیش کیا گیا۔

☆ مقالہ کی زبان علمی وسائنسی اصطلاحات کے علاوہ آسان اور بامحاورہ رکھی گئی۔

☆ تمام تعصّبات سے بالاتر ہو کر غیر جانبدار تحقیق پیش کی گئی۔

☆ آخر میں نتیجہ بحث پیش کیا گیا۔

☆ مقالے کے آخر میں مصادر ومراجع کو مرتب کر دیا گیا۔

چونکہ اس موضوع پر پہلے کوئی کام نہ ہوا تھا اس لئے مواد کے حصول کے لئے مولانا احمد رضا خان کے متعلقہ کتب

خانوں اور لائبریریوں کی طرف رخ کرنا پڑا اور اپنی استطاعت کے مطابق مواد اکٹھا کر سکا۔ المختصر مقالہ کی تکمیل میں جو درستگی اور خوبی ہے وہ اللہ تعالی اور اس کے حبیب ﷺ کے فضل سے ہے اور جو نقص اور کمی ہے وہ میری کم علمی کی وجہ سے ہے۔ محترم اساتذہ کرام اور قارئین حضرات کو جہاں بھی لغزش و کمی اور فرو گذاشت محسوس ہو تو اسے معاف فرما کر آگاہ فرمائیں۔

دعا ہے کہ ربّ ذوالجلال اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقے اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

ھدیۂ تشکر

اللہ رب العزت کا بصد عجز و نیاز شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے ناقص کو اپنی اس کاوش میں کامیاب فرمایا۔اس مقالہ کی تحقیق میں بہت سارے احباب نے کسی نہ کسی انداز اپنی محبتوں سے نوازا،ان سب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہو ں۔سب سے پہلے شعبہ علوم اسلامیہ کے **سابق چیئر پرسن جناب پروفیسر ڈاکٹر محفوظ احمد صاحب** کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے اس مقالہ کے عنوان کو تجویز فرما کر ناچیز کو ممنون فرمایا۔

شکر گزار ہوں **ڈاکٹر ہمایوں عبّاس شمس صاحب ،چیر مین شعبہ علومِ اسلامیہ** کا جن کی بدولت اسلامک سکالرز کی بہت سی مشکلات کا ازالہ ہوا۔اوردل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں **ڈاکٹر شیر علی صاحب** کا کہ جو میرے مقالہ کے نگران بھی ہیں۔آپ نے موضوع کے انتخاب سے لیکر مقالہ کے اختتام تک جس پُر خلوص انداز میں میری رہنمائی فرمائی اس کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں۔آپ بظاہر سادہ مگر علم وعمل میں اپنی مثال آپ ہیں۔متلاشیانِ علمِ ظاہر و باطن کے لئے ان کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔خلّاقِ عالم ان کے علم وفضل مزید اضافہ فرمائے۔

ان کے بعد اپنے ان تمام اساتذہ کرام خصوصاً استاذی **مولانا مظفر المدنی عطاری** کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت میں اس مقام تک پہنچا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے دورہ حدیث اور ایم فل کے تمام ساتھیوں کا شکر گزار جنہوں نے ہر لحاظ سے میری مدد کی ،خصوصاً **مولانا کاشف عمر شاہ عطاری** کا جنہوں پروف ریڈنگ اور کتب دستیاب کرنے میں میری مدد کی اور **قاری علی صفدر عطاری** کا جنہوں نے فیصل آباد میں میری رہائش کا بندوبست کیا۔باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسی قابل، بے لوث،شفیق اور مخلص شخصیات کا سایہ طلباء پر ہمیشہ سلامت رکھے۔

خصوصی تعاون میں اپنے برادرِ اصغر حکیم عامر شہزاد سلطانی، اپنی زوجہ بنت غلام مرتضیٰ اور اپنی بہنوں کا صمیمِ قلب سے ممنون ہوں کہ جنہوں نے ناچیز کی ہر صدا پر لبیک کہا۔

اس تحقیقی کاوش میں مجھے اپنے والدین ، بالخصوص والدہ محترمہ کی سرپرستی حاصل رہی، یہ انکی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ میں اس کٹھن مگر نازک ترین مرحلے سے قدرے آسانی گزر گیا۔باری تعالیٰ ان پر فضل فرما کر انہیں اپنا روحانی قرب عطا فرمائے اور مجھے ان کا دکھ نہ دکھائے۔آمین

آخر میں بعد از خدائے بزرگ و برتر اور شہہ ارض وسما،منبعِ جود وسخا،حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نہایت عجز وانکسار سے شکر بجالاتا ہوں کہ جن کی نظر رحمت سے اس مقام تک پہنچا ہوں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِا للّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْب

عمر شہزاد

باب اوّل

مولانا احمد رضا خان
کے احوال و آثار اور علم الطبیعیات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَo
اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم oبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّ حِیْمo

جوں جوں سائنس نئی تحقیقات وایجادات کوسامنے لاتی ہے قرآنی حقائق ومعارف نکھرتے اور ابھرتے چلے جاتے ہیں یہ مسلّم حقیقت کہ کائنات کے تمام علوم بشمول سائنسی علوم بخصوص علم الطبیعیات احاطہ قرآن میں موجود ہیں۔قرآن حکیم اس سچائی کا اعلان یوں فرماتا ہے

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ[۱]

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے (ت)

وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ.[۲]

اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو (ت)

الغرض علمی جواہر پارے تو قرآن پاک میں محفوظ البتہ کسی جوہری کے منتظر.....علوم ومعارف کے یہ موتی سب کے لئے مشعل راہ ہیں ۔رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں میں کئی ایسے نفوس قدسیہ تاریخ کے صفحات پر نظر آتے ہیں۔ جو قرآن پاک کا کامل فہم رکھتے تھے اور ان کی فہم وفراست سے ملت کی مشکل کشائی ہوتی رہی اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری ساری رہے گا اگر ہم بنظر غائر تاریخ کا مطالعہ کریں تو ۲۰ صدی میں معرفت کلام الٰہی سے بہرہ اور دینی وسائنسی علوم سے کما حقہ آشنا ،عظیم مذہبی سکالر،عظیم سائنسدان خصوصاً علم الطبیعیات میں ماہر مولانا احمد رضا خان کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔آپ قرآنی علوم کی حقانیت اور بالا دستی کے قائل تھے۔سائنسی نظریات کو اس وقت تک قبول نہ کرتے تھے جب تک قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھ نہ لیتے۔جبکہ دورِ حاضر میں ۹۹ فیصد مسلمان اور مسلم سائنسدان آج صرف اور صرف مغربی افکار کا مطالعہ کرتے ہیں ان خیالات اور تحقیق کو حرف آخر سمجھتے ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ آج دنیا کی ساری ترقی پچھلے مسلمان سائنسدانوں کی مرہون منت ہے۔لہذا مولانا احمد رضا خان کی باقیات وصالحات اور علم الطبیعیات کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

....

۱۔النحل:۸۹

۲۔الانعام:۵۹

فصل اوّل

مولانا احمد رضا خان کا تعارف

ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا خان کی حیات کا اجمالی تعارف

۱۔ولادت باسعادت (محلّہ جسولی بریلی، بھارت) ۱۰شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴جون ۱۸۵۶ء

۲۔ختمِ قرآن بعمر چار سال ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء (بعمر ۴ سال)

۳۔پہلی تقریر بعمر چھ سال (میلاد رسول مقبول) ربیع الاوّل ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء (بعمر ۶ سال)

۴۔پہلی عربی تصنیف (شرح هِدَايَة النَحو) ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء (بعمر ۸ سال)

۵۔دستارِ فضیلت ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء (بعمر تقریباً ۱۴ سال)

۶۔آغاز فتوٰی نویسی بعمر ۱۳ سال ۱۰ ماہ شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء (بعمر ۱۴ سال)

۷۔آغاز درس وتدریس ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء

۸۔ازدواجی زندگی ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء (بعمر ۱۸ سال)

۹۔فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خان کی ولادت ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء

۱۰۔فتوٰی نویسی کی مطلق اجازت ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء

۱۱۔بیعت وخلافت ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء (بعمر ۲۱ سال)

۱۲۔پہلی اردو تصنیف ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء

۱۳۔پہلا حج اور زیارتِ حرمین شریفین ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۴۔شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازتِ حدیث ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۵۔مفتیٔ مکہ شیخ عبدالرحمٰن مکی سے اجازت حدیث ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۶۔امام کعبہ حسین بن صالح جمیل الیل مکّی سے اجازت حدیث ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۷۔آپ کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدہ انوار الٰہیہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۸۔مسجد خیف (مکہ معظّمہ) میں بشارت مغفرت ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

۱۹۔زمانہ حال کے یہود ونصارٰی کی عورتوں سے نکاح کے
عدم جواز کا فتوٰی ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء

۲۰۔تحریک گاؤکشی کا سدّ باب ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء

۲۱۔پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء

۲۲۔اُردو شاعری کا سنگھار (قصیدہ معراجیہ کی تصنیف) ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء

۲۳۔فرزند اصغر مفتی مصطفٰی رضا خان کی ولادت ۲۲ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء

۲۴۔ندوۃ العلماء کے جلسہ تاسیس (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء

۲۵۔تحریک ندوہ سے علیحدگی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

۲۶۔مقابر پرعورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء

۲۷۔قصیدہ عربیہ اٰمَالُ الْاَبْرَارِ والآلام الاشْرَار ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

۲۸۔ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

۲۹۔علمائے ہند کی طرف سے خطاب ''مُجَدِّدِ مائۃُ حَاضِرہ'' ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

۳۰۔تاسیس دارلعلوم منظر اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء

۳۱۔دوسرا حج اور زیارتِ حرمین شریفین ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

۳۲۔امامِ کعبہ شیخ عبداللہ میر داد اوران کے استاد حامد احمد محمد جدّ ادی مکی

کا مشترکہ استفتاء اور امام احمد رضا خان کا فاضلانہ جواب ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۳۳۔علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ کے نام سندات اجازت وخلافت ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۳۴۔کراچی آمد اور مولانا عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۳۵۔آپ کے عربی فتوے کو محافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل مکی کا

زبردست خراجِ عقیدت ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

۳۶۔شیخ ھدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندھی مہاجر مدنی

کا اعتراف مجدّدیت ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۳۷۔قرآن کا شاہکار اردو ترجمہ (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن) ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۳۸۔شیخ موسیٰ علی شامی الازہری کی طرف سے خطاب

''اِمَامُ الائِمّہ المُجَدِّدُالھِند'' ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۳۹۔حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب

''خَاتَمُ الفُقَھَاءِ والمُحَدِّثِین'' ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۴۰۔علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۴۱۔ملت اسلامیہ کے لیے اصلاحی وانقلابی پروگرام کا اعلان ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۴۲۔بہاولپور ہائیکورٹ کے جسٹس محمد دین کے استفتاء اور آپ کا

فاضلانہ جواب ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۴۳۔مسجد کانپور کے قبضے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں

کے خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۴۴۔ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی آمد ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء تا

اور استفادہ علمی	١٣٣٥ھ/١٩١٦ء
٤٥۔ انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء	١٣٣٤ھ/١٩١٦ء
٤٦۔ صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ	١٣٣٤ھ/١٩١٦ء
٤٧۔ تاسیس رضائے مصطفیٰ، بریلی	١٣٣٦ھ/١٩١٧ء
٤٨۔ سجدہ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق	١٣٣٧ھ/١٩١٨ء
٤٩۔ امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکستِ فاش	١٣٣٨ھ/١٩١٩ء
٥٠۔ آئزک نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کا ردّ	١٣٣٨ھ/١٩٢٠ء
٥١۔ رد حرکتِ زمین پر ١٠٥ دلائل اور فاضلانہ تحقیق	١٣٣٨ھ/١٩٢٠ء
٥٢۔ فلاسفہ قدیمہ کا ردّ بلیغ	١٣٣٨ھ/١٩٢٠ء
٥٣۔ دو قومی نظریہ پر حرف آخر	١٣٣٩ھ/١٩٢١ء
٥٤۔ تحریک خلافت کا افشائے راز	١٣٣٩ھ/١٩٢١ء
٥٥۔ تحریک ترک موالات کا افشائے راز	١٣٣٩ھ/١٩٢١ء
٥٦۔ انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان	١٣٣٩ھ/١٩٢١ء
٥٧۔ وصال[١]	٢٥ صفر ١٣٤٠ھ/٢٨ اکتوبر ١٩٢١ء
٥٨۔ مدیر پیسہ اخبار کا تعزیتی نوٹ	ربیع الاول ١٣٣٨ھ/٣ نومبر ١٩٢١ء
٥٩۔ سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی تتوی کا تعزیتی مقالہ	١٣٤١ھ/١٩٢٢ء
٦٠۔ بمبئی ہائیکورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملّا کا خراج عقیدت	١٣٤٩ھ/١٩٣٠ء
٦١۔ شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا خراجِ عقیدت	١٣٥١ھ/١٩٣٢ء [٢]

١۔ وصال کے وقت عمر مطابق سنِ عیسوی ٦٥ سال اور مطابق سنِ ھجری ٦٨ سال تھی۔

٢۔ مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، گویا دبستان کھل گیا، کراچی: ادارہ مسعودیہ، ١٩٩٤ء، ص ٥ تا ٨

مولانا احمد رضا خان کی حیات کا تفصیلی تعارف

نسب نامہ و پیدائش

اردو زبان میں جب کبھی ''آں حضرت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار ختمی مرتبت ﷺ کا وجود مسعود ذہن میں آجاتا ہے اور جب ''اعلیٰ حضرت'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار ﷺ کے ایک غلام ''احمد رضا خان بریلوی'' کا نام سامنے آجاتا ہے' دیکھا جائے تو یہ مقام امام احمد رضا خان کو ان کے ماننے والوں کی خوش عقیدگی سے نہیں ملا' یہ ان کے فنا فی الرسول ﷺ اور ایک ہمہ جہت شخصیت ہونے کا فیضان ہے۔[1]

مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خان (۱۲۹۷/۱۸۸۰ھ) اور جدّ امجد مولانا رضا علی خان بلند پایہ عالم اور صاحب دل بزرگ تھے۔[2] آپ کی ولادت ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (بھارت) میں ہوئی۔[3] یعنی انقلاب ۱۸۵۷ء سے ایک سال قبل اس عظیم ماہر طبیعیات نے دنیا کو رونق بخشی۔

آپ کا پیدائشی نام محمد ہے اور تاریخی نام ''المختار'' جدامجد مولانا رضا علی خاں (م ۱۲۸۲) نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا اسی نام سے آپ مشہور ہیں، بعد میں آپ نے اسم شریف کے ساتھ عبدالمصطفیٰ (غلام مصطفیٰ) کا اضافہ فرمایا چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبد مصطفیٰ ﷺ

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے[4]

آباءواجداد

آپ کے والد مولانا نقی علی خاں صاحب جو ۱۲۴۶ھ میں محلّہ ذخیرہ بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جملہ تمام علوم وفنون کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رضا علی خاں سے حاصل کی۔ آپ ایام طفلی سے ہی پرہیز گار اور متقی تھے کیوں علم وعمل کے بحر ذخار تھے۔ آپ کی ذات مرجع خلائق وعلماء تھی۔[5] آپ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی خصوصاً تصوف میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے کبھی اپنے نفس کے لئے غضبناک نہیں ہوئے اتباع سنت میں کہ

۱۔ کوثر نیازی، مولوی، امام احمد رضا بریلویؒ ایک ہمہ جہت شخصیت، کراچی: ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ۱۹۹۱ء، ص ۱۵

۲۔ رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ)، کراچی: ۱۹۶۱ء، ص ۹۸، ۱۹۳، ۵۳۱

۳۔ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، یاد اعلیٰ حضرت، لاہور: مکتبہ قادریہ، باراوّل، ۱۹۶۸ء، ص ۱۰

۴۔ محمد صابر القادری، اعلیٰ حضرت بریلوی، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۷۶ء، ص ۲۲

۵۔ محمد حسن، ڈاکٹر، مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی ادبی کارنامے، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء، ص ۴۳

پرہیزگاری کا جوہر مولانا نقی علی خاں کو ورثہ میں ملا اور پھر بفضل ایزدی میلان طبع بھی نیکی کی طرف تھا۔مولانا نقی علی خان اپنی نظیر آپ تھے۔آپ کا انتقال ۱۲۸۷ھ میں ہوا۔[۱]

بچپن

مولانا احمد رضا خان کا بچپن ناز و نعم میں گزرا۔فطری طور پر ذہین تھے اور حافظہ نہایت قوی و قابل رشک پایا تھا۔کبھی بچوں کے ساتھ نہ کھیلتے۔محلّہ کے بچے کبھی کھیلتے ہوئے گھر آجاتے تو آپ ان کے کھیل میں کبھی شریک نہ ہوتے بلکہ ان کے کھیل کو دیکھا کرتے ،طہارت نفس،اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت جیسے اوصاف آپ کی ذات میں بچپن ہی سے ودیعت تھے۔آپکی زبان کھلی تو صاف تھی،عام بچوں کی طرح کج مج نہ تھی،غلط الفاظ آپ کی زبان پر کبھی نہ آئے اور نہ کسی نے سنے۔[۲]

مولانا احمد رضا خان خود فرماتے ہیں کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا،اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے،معلوم ہوتا تھا کہ یہ عربی ہیں،انہوں نے عربی زبان میں مجھ سے گفتگو بھی فرمائی، میں نے ان کی زبان میں ان سے کافی دیر گفتگو کی، پھران بزرگ ہستی کو کبھی نہ دیکھا۔[۳]

مولانا احمد رضا خان کی عمر ۶/۵ سال ہوگی،اس وقت ایک بڑا کرتہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے،اسی دوران چند طوائف زنان بازاری گزریں،آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرۂ مبارک کو چھپالیا۔یہ کیفیت دیکھ کر ان میں سے ایک بول اٹھی،واہ میاں صاحبزادے،منہ تو چھپالیا اور ستر کھول دیا۔آپ نے برجستہ جواب دیا،جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔یہ حکیمانہ جواب سن کر وہ سکتہ میں رہ گئی۔[۴]

بیعت وارشاد

مولانا احمد رضا خان سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ آل رسول (المتوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹) سے بیعت تھے اور آپ ہی نے مولانا احمد رضا خان کو اجازت وخلافت سے نوازا۔اس کے علاوہ شیخ حسین بن صالح نے صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے خاص دستخط سے مرحمت فرمائی۔[۵]

عشق رسول ﷺ

۱۔عبدالحکیم شرف قادری، اندھیرے سے اجالے تک، لاہور: مرکزی مجلس رضا، ۱۹۸۵ء، ص۹۰

۲۔حنیف خان رضوی، مولانا، بریلوی، جامع الاحادیث، دہلی: کتب خانہ، ۲۰۰۱ء، ص ۳۷۷

۳۔ایضاً۔

۴۔ظفرالدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، کراچی: مکتبۃ المدینہ، ۲۰۰۲ء، ج ۱ ص ۱۱

۵۔معراج الدین، پروفیسر، حیات فاضل بریلوی، مشمولہ: خیابانِ رضا، مرید احمد، لاہور: عظیم پبلیکیشنز، ۱۹۸۶ء، ص ۱۱۹

مولانا احمد رضا خان سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔یہی ان کی حیات کا طرہ امتیاز ہے۔یہی وہ جذبہ ہے جس کی وجہ سے تشدد کی دہائی دی جاتی ہے۔یہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے، وہ فنافی الرسول ﷺ تھے اس لیے ان کی غیرتِ عشق احتمال کے درجے میں بھی توہینِ رسول ﷺ کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔دمِ آخرین اپنے عقیدت مندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی وہ بھی یہی تھی کہ:

''جس سے اللہ اور رسول ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔''[۱]

حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں، وہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں ان کے ادب و احتیاط کی روش کا نتیجہ ہے۔شاعر نے شاعری نہیں کی، شریعت کی ترجمانی کی ہے۔جب یہ کہا ہے کہ

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ادب و احتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے، یہی ان کا سوزِ نہاں ہے جو ان کا حرزِ جاں ہے ان کا طرہ ءایماں ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصلِ کون و مکاں ہے، برتر از این و آں ہے، باعثِ رشکِ قدسیاں ہے، راحتِ قلبِ عاشقاں ہے، سرمہ چشمِ سالکاں ہے، ترجمہ ءکنز الایماں ہے۔''[۲]

حج و زیارت

<u>۱۲۹۵</u>ھ میں پہلی بار مولانا نے حج کیا پھر ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔آپ کے دل میں حالت بیداری میں دیدار مصطفےٰ ﷺ کی تمنا عروج پر تھی۔ایک شب مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر دیر تک درود و سلام پڑھتے رہے لیکن مراد بر نہ آئی۔تب یہ نعت لکھی اور دیدار ہو گیا۔[۳]

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں | تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

سنتِ حبیب خدا ﷺ سے محبت

مولانا احمد رضا نبی اکرم ﷺ کی سنت کے عامل تھے آپ جو بھی کام کرتے اس میں سنت کو اپناتے۔ایک روز فریضہ ءفجر ادا کرنے میں خلاف معمول کسی قدر دیر ہو گئی، نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانہ کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین عالم انتظار میں جلدی جلدی مولانا تشریف لائے، اس وقت کچھ نمازیوں نے غور سے ملاحظہ کیا کہ مولانا اس قدر جلدی میں

۱۔حسنین رضا قادری، شاہ، <u>وصایا شریف</u>، لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۹۶ء، ص۱۲

۲۔کوثر نیازی، مولانا، <u>امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت</u>، ص۱۹

۳۔عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، <u>یادِ اعلیٰ حضرت</u>، ص۵۴

ہونے کے باوجود مسجد میں سیدھا قدم رکھتے ہوئے اندر تشریف لائے۔ جب صحن مسجد میں پہنچے تو سیدھا قدم ہی داخل کیا۔ جب کسی صف پر پہنچتے تو پہلے دایاں قدم رکھتے اور جب محراب میں مصلے پر قدم رکھا تو وہ بھی دایاں ہی تھا۔[۱]

مولانا احمد رضا رحمہ اللہ سنتِ رسول ﷺ کو ہر کام پر ترجیح دیتے جو بھی عمل کرنا ہوتا سنت کے مطابق کرتے اگر عمامہ باندھنا ہوتا تو وہ بھی سیدھی جانب سے شروع فرماتے عمامہ مبارک کا شملہ سیدھے شانہ پر رکھتے ،اگر کسی کو کوئی چیز دینا ہوتی تو سیدھے ہاتھ سے دیتے اگر اس نے الٹا ہاتھ بڑھایا تو آپ فوراً اپنا ہاتھ روک لیتے اور فرماتے سیدھے ہاتھ سے لیجئے یہ سنت ہے ہمارے پیارے آقا ﷺ کی اور الٹے ہاتھ سے شیطان لیتا ہے۔

وصال شریف

مولانا احمد رضا نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو عین جمعہ کی اذان کے وقت، جب مؤذن کی زبان سے حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ،حَیَّ عَلَی الْفَلَاح نکلا، داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔[۲]

مزارِ مبارک

شہر بریلی محلّہ سوداگراں میں دارالعلوم منظر الاسلام کے شمالی جانب ایک پر شکوہ عمارت میں آپ کا مزارِ مبارک ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۴، ۲۵ صفر کو ہوتا ہے اور ہند بھر کے علماء ومشائخ اس میں شریک ہوتے ہیں۔[۳]

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ا ص ۳۸

۲۔ حسنین رضا خان، مولانا، سیرت اعلیٰ حضرت، کراچی: برکاتی پبلشر، ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۸

۳۔ ساجد علی ساجد، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ایک سوانحی خاکہ، مشمولہ: خیابان رضا، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۲۰۰۹ء، ص ۳۰

(ii) مولانا احمد رضا خان کی تعلیم وتربیت

مولانا احمد رضا خان کی تعلیم وتربیت جدِّ امجد مولانا رضا علی خان اور والد ماجد مولانا نقی علی خان سمیت کئی علماء وفضلاء نے فرمائی۔ چار سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کرلیا۔ اس کے بعد درسی کتابوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ بچپن ہی سے ذہین تھے اس لئے کئی غیر معمولی واقعات دوران تعلیم پیش آئے۔[۱] آپ اپنی ابتدائی تعلیم کا خود ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

''میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھادیا کرتے، ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سنتے تو حرف بحرف، لفظ بلفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر اساتذہ کرام سخت تعجب کرتے ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں یہ تو کہو کہ تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔''[۲]

آپ نے اکثر علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کئے چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں کہ:

علوم وفنون وہ ہیں جو اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔

(۱) علم القران (۲) حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) فقہ جملہ مذاہب (۶) اصولِ فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم عقائد وکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ھیأت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ[۳]

ان علوم کی بھی اجازت دیتا ہوں جنھیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔

(۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تاریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب معہ جملہ فنون[۴]

آپ کو ان علوم کی بھی اجازت دیتا ہوں جنھیں میں نے کسی افادہ بخش استاد سے حاصل نہیں کیا، نہ پڑھ کر نہ سن کر اور نہ ہی باہمی گفتگو سے گویا یہ علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔

(۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوگارثمات (۳۶) علم توقیت (۳۷) مناظر ومرایا (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیاۃ جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴)

۱۔ مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۹۹۹ء، ص ۲۴۰

۲۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ا ص ۱۳

۳۔ احمد رضا، امام، الاجازۃ المتینہ، مرتبہ حامد رضا خان، کراچی: مکتبۃ المدینہ، ۲۰۰۲، ص ۳۱

۴۔ ایضاً، ۳۲

جفر (۴۵) زائرچہ ۱؎

مزید علوم کے بارے میں لکھا جن کی تعلیم بھی کسی استاد سے حاصل نہ کی۔

(۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی (۵۲) خط نسخ (۵۳) نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علم الفرائض ۲؎

''اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا کردہ فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے۔ میرا یہ دعوٰی بھی نہیں ہے کہ ان میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں۔'' ۳؎

اساتذہ کرام

مولانا احمد رضا بریلوی نے اپنے والد گرامی یا جن اساتذہ کرام سے پڑھا یا اسنادِ حدیث، فقہ و دیگر علوم حاصل کئے ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شاہ آلِ رسول مارہروی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء) تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ).

(۲) مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

(۳) مفتی شافعیہ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء) قاضی القضاۃ حرم محترم.

(۴) مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء)

(۵) امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء)

(۶) مولانا عبدالعلی رام پوری (م ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء) تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی م (۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء)

(۷) شاہ ابوالحسین احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) مولانا نور احمد بدایونی (۱۳۰۱ھ)

(۸) مرزا غلام بیگ (م ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) ۴؎

سائنسی علوم میں مہارت

علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم سائنس میں بھی مولانا احمد رضا خان درجہ کمال رکھتے تھے علوم سائنس کی تحصیل کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں۔

''فقیر کا درس بحمدہ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا، اس کے بعد چند سال تک طلباء کو پڑھایا۔ فلسفہ جدیدہ سے تو کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ علوم ریاضیہ و ہندسہ میں فقیر کی تمام تحصیل جمع تفریق ضرب تقسیم کے چار قاعدے کہ

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۲ ص ۳۰۷

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، لاہور: رضا فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، ج ۱ ص ۱۲

بہت بچپن میں اس غرض سے سیکھے تھے کہ فرائض میں کام آئیں گے اور صرف شکل اول تحریر اقلیدس کی وبس۔ جس دن یہ شکل حضرت اقدس حُجَّةُاللّٰهِ فِیْ الْاَرْضِین، مُعْجَزَةٌمِّنْ مُعْجَزَاتِ سِیِّدِ الْمُرْسَلِین علیہ وسلم وَخَاتَمَۃُالْمُحَقِّقِین سَیِّدُنَا الْوَالِدقُدِّسَ سِرُّہُ الْمَاجِد سے پڑھی اور اس کی تقریر حضور میں کی۔ ارشاد فرمایا تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ان علوم کو خود حل کرلو گے۔''[۱]

پھر واقعی دنیا نے دیکھا کہ کسی کالج و یونیورسٹی اور کسی سائنسی علوم میں ماہر کی شاگردی کے بغیر تمام سائنسی علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل ہوئے اور ایسے مشاق ہوگئے کہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو ریاضی کے ایک لاینحل مسئلہ کے جواب کیلئے امام احمد رضا سے رجوع کرنا پڑا اور امام احمد رضا نے فی البدیہہ جواب لکھ کر دیا، جبکہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب مسئلہ کے حل کیلئے جرمنی جانا چاہتے تھے۔ بریلی کے بوریا نشین کی جدید علوم وفنون پر اس مہارت کو ڈاکٹر سر ضیاء الدین ملاحظہ کر کے حیران وششدر تو تھے ہی مزید حیرانگی اس وقت بڑھی جب یہ معلوم ہوا کہ اس مولوی صاحب نے کسی غیر ملکی درسگاہ سے علوم جدیدہ کی تحصیل کیلئے کبھی رجوع نہیں کیا بلکہ یہ ذات خود ہی مرجع ہے۔ خلائق میں سے کوئی دنیا کیلئے اور کوئی دین کیلئے یہیں رجوع کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا کہ

''میں صرف سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئ ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا۔''[۲]

اور مزید مولانا احمد رضا خان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے، گویا جناب اس مسئلہ کتاب میں دیکھ رہے تھے سنتے ہی فی البدیہ تشفی نہایت اطمینان کا جواب دیا۔''[۳]

عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اس قدر علوم وفنون پر دسترس رکھتا ہو۔ پھر یہی نہیں کہ مولانا احمد رضا خان نے علوم کی تحصیل کی بلکہ ہر ایک علم وفن میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی ہے جن علوم وفنون کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کو آپ نے خود ترک فرما دیا اور بعض کو اپنایا۔ اس ترک وقبول پر آپ خود اس طرح لکھتے ہیں:

''میں نے اس وقت سے فلسفہ ترک کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس میں سوائے ملمع کاری کے کچھ نہیں۔ اسکی ظلمت اور زنگ ایسا چھا جاتا ہے کہ دین سلب کر لیتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ سے قیامت کا خوف ہلکا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنی ذمہ داریوں پر غور کیا اور ھیئت، ھندسہ، نجوم، لوگارثمات اور فنون ریاضی سے میرا شغف اس لئے نہیں کہ اس میں مجھے مشق حاصل ہو بلکہ یہ توجہ تو محض تفریح طبع کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ اس سے وقت کے تعین اور تعدیل میں مدد ملتی ہے جس

۱۔ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج۲ص۱۴۹

۲۔ایضاً، ج۱ص۶۷

۳۔ایضاً۔

سے مسلمانوں کونماز روزے کےاوقات کے جانچ کے لئے فائدہ مجھے تین کاموں سے دلچسپی اورلگن عطا کی گئی ہے۔''[۱]

مولانا احمد رضا خان کے اپنےقلم فیض رقم سے مذکورہ بالا ۵۵علوم وفنون کی فہرست نہایت جامع ہے جس میں بعض علوم فی زمانہ متعدد شاخوں وشعبوں میں تقسیم ہوگئے ہیں اوران کی شناخت کیلئے علیحدہ عنوانات ماہرین تعلیم مختص کر چکے ہیں۔ امام احمد رضا کی تصنیفات میں مرقوم مضامین ان علوم سے بھی بحث کرتے نظر آتے ہیں کہ جن کا تذکرہ مولانا احمد رضا نے اپنے علوم کی فہرست میں نہیں کیا ہے آپ کو ان پر دسترس حاصل تھی مثلاً ،معیشت اور اس کے ضمنی علوم تجارت، بینکاری، اقتصادیات اور مالیات کا اعلیٰ حضرت نے شمار نہیں کیا لیکن اسلامیان ہند کی فلاح کیلئے تدابیر بیان کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خان کی ذات میں ماہر بنکار، وزیرخزانہ و مالیات اور معلم اقتصادیات کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔آپ کی جملہ تصانیف کی بنیاد، اسلام اور داعیِ اسلام سیدالانام ﷺ سے گہری وابستگی پر ہے۔

امام احمد رضا کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) کے جائزہ کے بعد محققین کی قطعی جدید تحقیق کے مطابق یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ایک سو بیس ۱۲۰ قدیم و جدید، دینی ، ادبی ، اور سائنسی علوم پر مولانا احمد رضا خان کو دسترس حاصل تھی۔

مولانا احمد رضا خان کی علمی وتحقیقی شہکاروں کی فہرست

۱۲۰علوم میں ۴۰ یا اس سے زائد کا تعلق دینی علوم کی اساس وفروع سے ہے جبکہ ادب سے متعلق ۱۰ روحانیت سے متعلق ۸ تنقیدات وتجزیہ وموازنہ سے متعلق ۶ اورطب وادویات سے متعلق ۲ علوم کے علاوہ بقایا ۵۴ علوم کا تعلق علوم عقلیہ (سائنس) سے ہے۔اب مذکورہ علوم کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

۱۔قرأت	(Recitation of Holy Quran)
۲۔تجوید	(Tajwid)
۳۔تفسیر	(Tafseer)
۴۔اصولِ تفسیر	(Asool-e-Tafseer)
۵۔رسم الخط القرآن	(Different style of Quranic letters in Writership)
۶۔علم حدیث	(Hadith)
۷۔اصول حدیث	(Asool-e-Hadith)
۸۔اسانید حدیث	(Asaneed-e-Hadith)
۹۔اسماء الرجال	(Asma-ul-Rijal)
۱۰۔جرح وتعدیل	(Critics in Hadith)

۱۔احمد رضا، امام، الاجازۃ المتینہ ،مرتبہ حامد رضا خان، ص ۳۶

۱۱۔تخریج احادیث	(Hadith Refrences)
۱۲۔لغت حدیث	(Hadith Colloquial)
۱۳۔فقہ	(Fiqh)
۱۴۔اصول فقہ	(Asool-e-Fiqh)
۱۵۔رسم المفتی	(Rism-ul-Mufti)
۱۶۔علم الفرائض	(Ilm-ul- Faraiz)
۱۷۔علم الکلام	(Ilm-ul-kalam)
۱۸۔علم العقائد	(Ilm-ul-Aqaid)
۱۹۔علم البیان	(Metaphor)
۲۰۔علم المعانی	(Rhetoric)
۲۱۔علم البلاغت	(Figure of Speech)
۲۲۔علم المباحث	(Dialectics)
۲۳۔مناظرہ	(Polemic)
۲۴۔علم الصرف	(Etymology)
۲۵۔علم النحو	(Arabic Grammar Syntax)
۲۶۔علم الادب	(Litrature)
۲۷۔علم العروض	(Science of Prosody)
۲۸۔علم البروالبحر	(Knowledge of land and Oceans)
۲۹۔علم الحساب	(Arithmetics)
۳۰۔ریاضی	(Mathematics)
۳۱۔زیجات	(Astronomical Tables)
۳۲۔تکسیر	(Fractional Numeral Maths)
۳۳۔علم الہندسہ	(Geometry)
۳۴۔جبر ومقابلہ(الجبراء)	(Algebra)

۳۵۔مثلثات (مسطح وکروی)	(Trignometry)
۳۶۔ارثماطیقی	(Arithmetic Greek)
۳۷۔علم تقویم	(Almanac)
۳۸۔لوگارتھم	(Logrithm)
۳۹۔علم جفر	(Cum Numerology)
۴۰۔رمل	(Geomancy)
۴۱۔توقیت	(Reckoning of Time)
۴۲۔اوفاق (علم الوفق)	
۴۳۔نجوم	(Science of Stars)
۴۴۔فلکیات	(Astrology)
۴۵۔ارضیات	(Geology)
۴۶۔علم مساحت الارض	(Geodesy Mensuration-Survey)
۴۷۔جغرافیہ	(Geography)
۴۸۔طبیعات	(Physics)
۴۹۔مابعدالطبیعات	(Metaphysics)
۵۰۔کیمیا	(Chemistry)
۵۱۔معدنیات	(Minerology)
۵۲۔طب وحکمت	(Indigeous System of Medicine)
۵۳۔ادویات	(Pharmacology)
۵۴۔نباتات	(Botany)
۵۵۔شماریات	(Statistics)
۵۶۔اقتصادیات	(Political Economy)
۵۷۔معاشیات	(Economics)
۵۸۔مالیات	(Finances)
۵۹۔تجارت	(Commerce)
۶۰۔بنکاری	(Banking)
۶۱۔زراعت	(Agricultural Study)

۶۲۔صوتیات (Phonetics)

۶۳۔ماحولیات (Ecology)

۶۴۔سیاسیات (Politics)

۶۵۔موسمیات (Meteorology)

۶۶۔علم الاوزان (Weghing)

۶۷۔شہریات (Civics)

۶۸۔علم عملیات (Practicalism)

۶۹۔سیرت نگاری (Biography of Holy Prophet)

۷۰۔تعلیقات (Scholia)

۷۱۔حاشیہ نگار ی (Citation)

۷۲۔نثر نگاری (Composition)

۷۳۔تشریحات (Detailed Comments)

۷۴۔تحقیقات (Research Study)

۷۵۔تنقیدات (Philosophy Critics)

۷۶۔ردّات (Rejection)

۷۷۔شاعری (Poetry)

۷۸۔حمد و نعت (Hamd-o-Naat)

۷۹۔فلسفہ (قدیم و جدید) (Philosophy) (Old&New)

۸۰۔منطق (Logic)

۸۱۔تاریخ گوئی (Composition of Chronograph)

۸۲۔علم الایام (Science of Days)

۸۳۔تعبیر الرویاء (Interpretation of Dreams)

۸۴۔رسم الخط نستعلیق، شکستہ و مستقیم (Typography)

۸۵۔استعارات (Figuration)

۸۶۔خطبات (Oratory)

۸۷۔مکتوبات (Letters)

۸۸۔ملفوظات (Articulates)

۸۹۔پند ونصائح	(Homily)
۹۰۔اذکار (اوراد ووظائف)	(Prayers and Supplication)
۹۱۔نقوش وتعویزات ومربعات	(Matrices,Amulets and Symbols)
۹۲۔علم الادیان	(Comparative Religions)
۹۳۔ردّ موسیقی	(Refutation of the Musics)
۹۴۔عمرانیات	(Sociology)
۹۵۔حیاتیات	(Biology)
۹۶۔مناقب	(Manaqib)
۹۷۔علم الانساب	(Geneaiogy)
۹۸۔فضائل	(Preference Study)
۹۹۔زائرچہ وزائچہ	(Horoscopes)
۱۰۰۔سلوک	(Sulook)
۱۰۱۔تصوف	(Mysticism)
۱۰۲۔مکاشفات	(Spirtual Study)
۱۰۳۔علم الاخلاق	(Ethics)
۱۰۴۔تاریخ وسیر	(History & Biography)
۱۰۵۔صحافت	(Journalism)
۱۰۶۔حیوانیات	(Zoology)
۱۰۷۔فعلیات	(Phsiology)
۱۰۸۔علم تخلیق کائنات	(Cosmology)
۱۰۹۔نفسیات	(Psychology)
۱۱۰۔علم البدیع	(Dealing with Rheotics)
۱۱۱۔لسانیات	(Linguistcs)
۱۱۲۔نظم عربی وفارسی وہندی	(Arabic,Persian & Hindi Poetry)
۱۱۳۔نثر عربی وفارسی وہندی	(Arabic, persian & Hindi Composition)

۱۱۴۔ہیئت (قدیم وجدیدہ)	(Astronony)(Modern & Old)
۱۱۵۔ارضی طبیعات	(Geophysics)
۱۱۶۔علم خلیات	(Cytology)
۱۱۷۔قانون	(Law)
۱۱۸۔علم الاحکام	(Ilm-u-Ahkam)
۱۱۹۔علم قیافہ	(Physiognomy)
۱۲۰۔سالماتی حیاتیات	(Molecular Biology)[1]

۱۔نسیم احمد صدیقی، مولانا، اعلیٰ حضرت علمی کارنامہ علوم وفنون کی فہرست، کراچی: ادارہ علم وعمل، ۲۰۰۴ء، ص۱۲-۱۸

(iii) مولانا احمد رضا خان کی علمی خدمات

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ فیض سے مولانا احمد رضا خان بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن پاک مکمل کرلیا۔ اور تیرہ سال دس ماہ اور چار دن میں علوم درسیہ، نقلیہ اورعقلیہ سے فارغ ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے دارالافتاء کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی۔[۱] کچھ عرصے کے بعد درس وتدریس میں مصروف ہوئے لیکن بعدہ ہمہ تن تصنیف وتالیف میں مصروف ہوگئے۔ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء سے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء تک بقید حیات رہے۔ جبکہ ایک ہزار سے زائد تصانیف وتعلیقات جدید تحقیق کے مطابق ۱۲۰ سے زائد مختلف علوم وفنون پر لکھ دیں۔

اگر ہم ان کی علمی وتحقیقی خدمات کو ان کی ٦٦ سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر ۵ گھنٹے میں مولانا احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے نظر آتے ہیں، ایک متحرک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دے کر اپنی جامع شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔

آپ کی تصنیفات میں فتاویٰ رضویہ آپ کا فقہی شاہکار بنام ''اَلْعَطَایَا النَبَوِ یَّہ فِی الْفَتَاوِیٰ الرَضَوِیَّہ'' اور ترجمہ قرآن پاک ''کَنْزُ الاِیْمَانِ فِی تَرْجَمَۃِ الْقُرْآن'' جبکہ مجموعہ کلام ''حدائق بخشش'' اپنی مثال آپ ہے۔

تصانیف مولانا احمد رضا خان

علوم وفنون کی فہرست جن میں مولانا احمد رضا خان کی تصانیف موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں جن پر تحقیق جاری ہے۔

۱۔ تنجیم	۱
۲۔ اخلاق	۳
۳۔ ادب	۲۲
۴۔ اذکار	۸
۵۔ ارثماطیقی	۳
٦۔ اسانید حدیث	۳
۷۔ اسماء الرجال	۷
۸۔ اصول	۹

۱۔ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، یادِ اعلیٰ حضرت، ص ۲۲

۹۔اصول تفسیر	۱
۱۰۔اصول حدیث	۶
۱۱۔اوفاق	۱
۱۲۔تاریخ	۳
۱۳۔تجوید	۴
۱۴۔تخریج احادیث	۴
۱۵۔ترغیب وترہیب	۱
۱۶۔تصوف	۱۲
۱۷۔تعبیر	۱
۱۸۔تفسیر	۱۵
۱۹۔تکسیر	۴
۲۰۔توقیت	۱۸
۲۱۔جبرومقابلہ	۳
۲۲۔جرح وتعدیل	۲
۲۳۔جفر	۸
۲۴۔حدیث	۳۶
۲۵۔حساب	۴
۲۶۔خطبات	۲
۲۷۔ردتفضیلیہ	۷
۲۸۔رددروافض	۴
۲۹۔ردغیرمقلدین	۲۶
۳۰۔ردقادیانیہ	۶
۳۱۔ردبدمذہب	۷۸
۳۲۔ردمتصوفہ بالہ	۲
۳۳۔ردمفسقہ	۷
۳۴۔ردنصاری	۳
۳۵۔ردنیچریہ	۷

۳۶۔ردوہابیہ	۷۶
۳۷۔ردآریہ	۲
۳۸شرد نواصب	۱۱
۳۹۔ردہنود	۱
۴۰۔رسم المفتی	۳
۴۱۔رسم خط قرآن مجید	۱
۴۲۔ریاضی وہندسہ	۱۱
۴۳۔زیجات	۹
۴۴۔سلوک	۲
۴۵۔سیر	۳
۴۶۔شتیٰ	۵
۴۷۔صرف	۱
۴۸۔عروض	۱
۴۹۔عقائدوکلام	۱۲۴
۵۰۔علم الوفق	۱
۵۱۔علم مثلث	۴
۵۲۔فرائض	۴
۵۳۔فضائل ومناقب	۳۴
۵۴۔فقہ	۲۵۳
۵۵۔فلسفہ	۶
۵۶۔کلام	۱۷
۵۷۔لغت	۳
۵۸۔لغت حدیث	۱
۵۹۔لوگارثم	۲
۶۰۔مکتوبات	۷
۶۱۔ملفوظات	۲
۶۲۔مناظرہ	۱۸

۶۳۔منطق	۳
۶۴۔نجوم	۵
۶۵۔نحو	۲
۶۶۔نصائح ومواعظ	۵
۶۷۔ہیئت	۱۶
کل	۹۵۴ ۱؎

كَنۡزُ الۡاِيۡمَانِ فِی تَرۡجَمَةِ الۡقُرۡآن

آپ کا بہت بڑا علمی شاہکار قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جو ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے ۱۳۳۰ھ میں منصہء شہود پر آیا۔ فاضل بریلوی کے خلیفہ اور جلیل القدر عالم مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے خزائن العرفان کے نام سے اس پر تفسیری حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ یوں تو بے شمار اردو تراجمے ہیں، لیکن مولانا بریلوی کے ترجمے کی شان ہی یہ ہے کہ اس میں عشق ہے، سوز ہے، درد ہے، تڑپ ہے اور ادب ہے سچ تو یہ ہے کہ اپنی مثال آپ ہے اعلیٰ حضرت علمی انسائیکلوپیڈیا تھے۔

محدثِ اعظم ہند حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کو روحِ قرآن قرار دیتے ہوئے اس کی خوبیوں کا مختصر مگر جامع ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''اعلیٰ حضرت کے علمِ قرآن کا اندازہ اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس کی جگہ لایا نہیں جاسکتا۔ جو بظاہر ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر ہے اور اردو زبان میں روحِ قرآن ہے۔'' ۲؎

بعض لوگوں نے لغات سامنے رکھ کر قرآن پاک کا لفظی ترجمہ لکھ دیا اور یہ نہ دیکھا کہ تقدیسِ الوہیت، شانِ نبوت ورسالت اور عقائدِ اہلِ سنت کا پاس بھی رہتا ہے یا نہیں۔ مترجم کے لیے صرف لغتِ عربی سے واقف ہونا کافی نہیں۔ اس کے لیے قرآن وحدیث، ارشاداتِ صحابہ اور اقوالِ سلف کا وسیع اور گہرا مطالعہ ضروری ہے۔ اسے شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اسے علوم عربیہ، صرف، نحو، معانی، بیان اور بدیع وغیرہ علوم پر عبور حاصل ہو اور عقائدِ اہلِ سنت سے پوری طرح باخبر ہو۔ امام احمد رضا ان تمام اُمور کے جامع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہایت اہم اور نازک ترین مقامات پر جو احتیاط ملحوظ رکھی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔'' ۳؎

---

1. Urdu Wikipedia, امام احمد رضا خان, from: http://ur.wikipedia.org/wiki/احمد_رضا_خان Accessed on April 25, 2012.

۲۔ محمد عبدالستار طاہر، کنزالایمان اربابِ علم ودانش کی نظر میں، لاہور: ناشر بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ، ۱۹۹۳ء، ص ۳۰

۳۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مقالاتِ رضویہ، لاہور: المتاز پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۳۶

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (متوفی ۲۰۰۷ء) علیہ الرحمۃ سابق شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، کنزالایمان کے گہرے مطالعہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتے ہیں وہ خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں:

''اردو زبان میں قرآنِ پاک کے بہت سے ترجمے لکھے گئے ہیں اور بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ترجمہ کرنے کے لیے عربی لغت اور گرامر سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بارگاہِ الوہیت اور دربارِ رسالت کا ادب واحترام، عصمتِ انبیاء کا لحاظ، ناسخ ومنسوخ، شانِ نزول سے واقفیت، بظاہر اختلاف رکھنے والی آیات کے درمیان تطبیق، عقائدِ اہلِ سنت، تفسیرِ صحابہ وتابعین اور تفسیر سلف صالحین پر گہری نظر اور عبور ہونا بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں بے مثال مہارت، وسیع مطالعہ اور حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کر کے عامۃ المسلمین پر بڑا احسان فرمایا، بلاشبہ ان کا ترجمہ تمام خوبیوں کا حامل اور قرآن پاک کا بہترین ترجمان ہے۔''[۱]

کنز الایمان اور علم الطبیعیات

قدیم وجدید علومِ عقلیہ معاشیات، طبیعیات، اقتصادیات، فلکیات، ارضیات، کیمیا، طبیعیات، ریاضیات، جبرو مقابلہ، جیومیٹری ودیگر علوم وفنون پر جو مولانا احمد رضا خان کو کامل دسترس حاصل تھی، اس کی جھلکیاں جگہ جگہ قرآن کریم کے ترجمہ میں بھی نظر آتی ہیں جس نے قاری بالخصوص اس فن کے جاننے والے قاری کے لیے اصل قرآنی مفہوم ومراد تک پہنچنے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، چیئرمین شعبہ ارضیات، جامعہ کراچی کنزالایمان میں موجود علم الطبیعیات کی ایک مصطلح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''امام احمد رضا ترجمہ میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ ٹھیک اسی علم کی مصطلحات میں کیا جائے جیسا کہ انہوں نے اس آیت میں بھی کیا۔ اس کی وجہ سے یہ کہ امام احمد رضا بریلوی وہ واحد مترجمِ قرآن ہیں جن کے علومِ عقلیہ یعنی موجودہ اور قدیم سائنس وحکمت پر بھی سو سے زیادہ رسائل موجود ہیں اور سائنس وحکمت کا کوئی بنیادی شعبہ ایسا نہیں جس پر امام صاحب کی دو چار قلمی یادگاریں نہ ہوں۔ یہاں سائنس وحکمت کے حوالے سے چند امثال پیش کرنا چاہوں گا تا کہ امام موصوف کی ان علوم پر دسترس کا اندازہ لگایا جا سکے۔ مثلاً سورۃ النباء کی ۲۰ ویں آیت ملاحظہ ہو:

وَسُيِّرَتِ الجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًاO

''اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا اور پانی کا دھوکا دیتا۔''[۲]

دیگر مترجمین کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو:

۱۔ محمد عبدالستار طاہر، کنزالایمان اربابِ علم ودانش کی نظر میں، ص ۵۷

۲۔ النباء: ۲۰

(۱) اور چلائے جاویں گے پہاڑ ہو جاویں گے مانند ریت کی۔ (شاہ رفیع الدین دہلوی)
(۲) اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے۔ (مولوی اشرفعلی تھانوی)
(۳) اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) چلائے جائیں گے اور وہ غبار ہو کر رہ جائیں گے۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)
(۴) اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔ (ابوالاعلیٰ مودودی)

اس آیت کا ترجمہ جو امام احمد رضا نے کیا ہے اس کو پڑھ کر جہاں ایک دینی عالم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، وہیں علوم عقلیہ کا ماہر خاص کر علوم ارضیات اور طبیعات کا ماہر بھی امام صاحب کے اس ترجمہ قرآن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا خاص کر لفظ ''سَرَابًا'' کا ترجمہ جبکہ اکثر مفسرین نے انہی معنوں میں تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً

تفسیر خازن میں ہے

(فَکَانَتْ سَرَاباً) اَیْ هَبَاءَ مُنْبَثًّا کَالسَّرَابِ فِی عَیْنِ لِنَاظِرِ

ریت کے ذرات جو دور سے دیکھنے میں (پانی کی طرح) چمکتے ہیں انہیں سراب کہا جاتا ہے۔

مدارک میں ہے:

اَیْ هَبَاءَ تخیل الشَمْسُ اَنَّهُ مَاءَ۔

ریت کے ذرات جو سورج کی روشنی میں پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں۔

تفسیر فتح القدیر میں ہے:

فَکَانَتْ هَبَاءَ مُنْبَثًّا یَظُنُّ النَاظِرُ اَنَّهَا سَرَابُ وَالْمَعْنٰی کَمَا اَنَّ السَّرَابَ یَظُنُّ النَاظِرُ اَنّهُ مَاءُ وَلَیْسَ بِمَاءِ.

ریت کے ذرات کی چمک کا دیکھنے میں پانی کا گمان دیتا ہے مگر حقیقت میں وہاں پانی نہیں ہوتا۔

تفسیر البغوی میں ہے:

اَیْ هَبَاءَ مُنْبَثًّا لِعَیْنِ النَاظِرِ کَالسَّرَابِ

چمکتا ریت دیکھنے والے کو سراب کا دھوکا دیتا ہے۔

مفردات القرآن میں ہے:

وَالسَّرَابُ اللَّامِعُ فِی الْمفَازَةِ کَالْمَاءِ وَذٰلِکَ لانسرابه فِی مری العَیْنِ و کان السَّرَابِ.

یعنی سراب اس کو کہا جاتا ہے کہ جب شدتِ گرمی میں دو پہر کے وقت بیاباں میں جو پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے، اس کو سراب کہتے ہیں۔

معجم القرآن میں سَرَاباً کے معنی ہیں:

ریت جو موسمِ گرما میں دور سے پانی کی طرح چمکتی ہے۔

تفاسیر اور لغت کی معنویت سے جو بات سامنے آئی وہ یہ ہے کہ سراباً ایک قسم کا دھوکا ہے کہ جب ریگستان میں یا

کسی سخت سطح پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں تو دور سے پانی کی موجودگی کا دھوکا ہوتا ہے۔ دیگر مترجمین نے اس کا ترجمہ صرف ریت کیا ہے جس سے ''سَرَابًا'' کی جامعیت اجاگر نہیں ہوتی جبکہ امام احمد رضا نے ''سَرَابًا'' کی جامعیت کے پیش نظر صحیح مفہوم اخذ کر کے ترجمہ کیا ہے۔

امام احمد رضا خاں نے دراصل قرآن پاک کی سورۃ القارعہ میں قیامت میں پہاڑوں کی حالت کے پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَتَكُونُ الجِبَالُ كَالعِهْنِ المَنفُوشِ ۔[1]

اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون۔

اسی طرح سورۃ المرسلت کی آیت کے پیش نظر کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ .

اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیے جائیں۔[2]

امام احمد رضا نے ''سَرَابًا'' کا وہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جیسا اس وقت نظر آئے گا کیونکہ قیامت سے قبل جو زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گا جس کی وجہ سے پہاڑ جو اپنی جگہ سے چلنا (سرکنا) شروع ہوں گے، ٹوٹ ٹوٹ کر گر جائیں گے اور زمین کی اپنی تھرتھراہٹ کی وجہ سے بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے جن میں سے زمین اپنے اندر کا لاوا اگلے گی (یعنی Volcanic Eruption ہو گا) اور جب یہ لاوا ٹھنڈا ہو جائے گا تو یہ دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گا کہ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا کیونکہ اس وقت زمین سخت تانبے کی ہوگی اور تانبے پر سورج کی شعاعیں پڑیں تو دور سے دیکھنے والوں کو اس کی سطح پر پانی کا گمان ہوتا ہے۔ اس سارے منظر کے پیش منظر کو امام احمد رضا بریلوی نے لفظ ''سرابا'' کی مکمل جامعیت کے ساتھ اپنے ترجمہ میں سمو دیا ہے۔ انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے تمام علوم کا لحاظ رکھا ہے۔''[3]

الغرض سب سے بڑی بات یہ کہ کنز الایمان میں مولانا احمد رضا خان نے اس طرح عشق و ادب کے تقاضے نبھائے ہیں کہ اسے پڑھ کر مسلمان کا دل بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں فرط عقیدت و محبت سے جھک جاتا ہے اور دل زبان حال سے عرض کرتا ہے۔

آیت آیت کی نگارش سے عیاں ہے یہ حضور
سارے قرآن کا مضموں ہے قصیدہ تیرا

۱۔ القارعہ:۵

۲۔المرسلت:۱۰

۳۔مجید اللہ قادری، پروفیسر، ڈاکٹر، کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن، ص:۵۳۴-۵۳۸

اَلْعَطَایَا النبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الرِضْوِیَّہ

مولانا احمد رضا بریلوی ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا۔اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کردیا گیا.

اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔[1] یوں تو آپ نے ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک لاکھوں فتوے لکھے۔ لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جاسکا۔[2] بقیہ فتوے فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کی صورت میں گراں قدر سرمایہ امت مسلمہ کو دے گئے فتاویٰ رضویہ کا تاریخی نام ''اَلْعَطَایَا النبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الرِضْوِیَّہ'' ہے۔[3] آپ نے اپنے فتاویٰ میں تین زبانیں استعمال کی ہیں۔

۱۔اردو

۲۔فارسی

۳۔عربی

جس نے اردو زبان میں سوال کیا اس کو اردو زبان میں جواب دیا جس نے فارسی میں سوال کیا اس کو فارسی زبان سے جواب دیا اور اپنے دلائل بنیادی عربی کتب سے دیے جن میں قرآن وحدیث کے علاوہ سیرت ومغازی کی بنیادی کتب ،فقہ واصول فقہ کی بنیادی کتب وغیرہ سے اپنے دلائل دیے ہیں۔

فتاوٰی رضویہ جدید کی تیاری

ایک عام قاری کیلئے فتاویٰ رضویہ قدیم جو کہ ۱۲ جلدوں پر مشتمل تھا سے استفادہ کرنا خاصہ مشکل تھا عالم اور اہل علم تو اس کو پڑھ کر اپنے علم میں اضافہ کرتے رہتے تھے،مگر عام قاری جو کہ عربی یا فارسی سے نابلد تھا اس کے لئے پریشانی تھی عام قاری کی اس الجھن کو مولانا عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے رضا فاؤنڈیشن کا قیام کر کے حل فرمادیا۔

مولانا عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۸۰ء میں فتاویٰ رضویہ کی تخریج کا کام شروع کروایا جن میں مولانا اظہار اللہ ہزاروی ،مولانا مظفر خان نیازی ،مولانا نذیر احمد سعیدی ،مولانا محمد عمر ہزاروی اور مولانا محمد یاسین نے اس کام کا بیڑہ اپنے سر اٹھایا۔

۱۔صابر نسیم بستوی،اعلیٰ حضرت بریلوی،لاہور: مکتبہ نبویہ،۱۹۷۶ء،ص۲۲

۲۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ ،ج ۳۰،ص ۱۰

۳۔صابر نسیم بستوی،اعلیٰ حضرت بریلوی،ص ۲۲

اس فتاویٰ میں کئی طرح کا کام کرنا تھا جس میں سب سے اول تھا فتاویٰ رضویہ کی تخریج کا کام اور دوسرا کام ان عبارات کا ترجمہ اردو زبان میں کرنا تھا جو عربی یا فارسی زبان میں تھیں۔اس کام کی تکمیل کے لئے مولانا عبدالقیوم ہزاروی نے مارچ ۱۹۸۸ء میں ایک ادارہ قائم کیا جس کا نام ''رضا فاؤنڈیشن'' رکھا۔

اس ادارہ کے ساتھ بڑے بڑے علماء کرام منسلک ہوئے اور بڑے زوروشوق سے فتاویٰ رضویہ پر کام ہونے لگا اور بہت جلد اور تھوڑے عرصہ میں ان بارہ جلدوں کی تخریج کا کام مکمل ہوا اور قدیم فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں جدید ایڈیشن میں ترجمہ و تخریج کے ساتھ ۳۰ جلدیں بن گئیں۔جن کے کل صفحات ۲۱۶۵۶،کل سوالات و جوابات ۶۸۴۷ اور کل رسائل ۲۰۶ ہیں۔ ہر فتوے میں دلائل کا سمندر موجزن ہے۔[1]

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

جدید ایڈیشن کی خصوصیات درج ذیل ہیں

۱۔عربی اور فارسی عبارات ایک کالم میں اور ان کا ترجمہ دوسرے کالم میں شامل کیا گیا ہے

۲۔حاشیہ میں حوالوں کی تخریج کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عبارت کس جلد کے کس صفحہ پر ہے اور ایڈیشن کونسا ہے،اور جہاں مصنف کی اپنی عبارت ہے وہاں (م) اور ترجمہ کی جگہ (ن) لکھا گیا ہے

۳۔نئی اور دلکش کتابت کروائی گئی ہے

۴۔پیرابندی کا اہتمام کیا گیا ہے

۵۔سائز درمیانہ تجویز کیا گیا ہے

اس نئے ایڈیشن میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس جلد میں کتنے سوالوں کے جوابات ہیں اور نئے ایڈیشن میں زیادہ سے زیادہ مولانا احمد رضا خان کے رسائل کو شامل کیا گیا ہے جو فقہی و تحقیقی نوعیت کے ہیں جو کہ وہ اس سے پہلے شائع نہیں ہوئے تھے اس نئے ایڈیشن میں ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں سب سے پہلے اجمالی فہرست کا اجراء کیا گیا ہے،اس کے بعد ''پیش لفظ'' جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ نیا ایڈیشن ہے اور اس جلد کا مواد قدیم فلاں جلد سے ہے اور اس جلد کے اتنے سوالات اس میں شامل ہیں اور فقہی مناسبت سے اس میں رسائل کو شامل کیا گیا ہے جو کہ قدیم میں اس طرح نہیں تھے اور بعض رسائل کو جو قدیم جلدوں میں تھے موقع کی مناسبت سے مختلف جلدوں میں شامل کیا گیا ہے۔اس کے بعد فہرستِ مضامین کو مفصل لایا گیا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی ایک عبقری عالم تھے انہیں بیک وقت کئی علوم پر دسترس حاصل تھی ،جب وہ قلم اٹھاتے تھے تو دوسرے علوم کو بھی اس جواب میں شامل کرتے تھے جو بظاہر اس کے ساتھ منسلک نہ ہوتا تھا،اس نئے ایڈیشن میں ان ضمنی مسائل کی ایک الگ فہرست تیار کی گئی ہے اس کے بعد رسائل کی فہرست کو شامل کیا گیا ہے۔

۱۔احمد رضا،امام،فتاویٰ رضویہ ،ج ۳۰ص ۱۰

فتاویٰ رضویہ میں شامل رسائل کی خصوصیات

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اگر کسی سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہوتو اس کو مستقل رسالہ بنا دیتے تھے، اور باقاعدہ اس کا نام رکھتے تھے۔ یہ نام اس قدر موزوں مناسب اور واقع کے مطابق ہوتا تھا کہ پڑھنے والا مولانا احمد رضا خاں صاحب کی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا تھا، ان کے رسائل میں چار مشترک خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ ہر نام عربی میں ہوتا ہے خواہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔

۲۔ ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ان میں یعنی سجع کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے

۳۔ ہر نام اسم بامسمیٰ ہوتا ہے، یعنی نام ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس رسالے کا موضوع کیا ہے۔

۴۔ ہر نام تاریخی ہوتا ہے، یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرتا ہے جس سن میں وہ رسالہ لکھا گیا۔

رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں ایک رسالہ نَبَّهَ القَوْمَ ،اَنَّ الْوُضُوْءَ مِنْ اَیِّ نَوْمٍ ہے ۔آیئے اس رسالے کا تجزیہ کرتے ہیں کہ

کون سی نیند ناقضِ وضوء ہے اور کون سی نہیں ......اس کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ مولانا احمد رضا نے لکھا اس کا نام ہے

نَبَّهَ القَوْمَ ،اَنَّ الْوُضُوْءَ مِنْ اَیِّ نَوْمٍ

''قوم کو آگاہ کرنا کہ کون سی نیند کے بعد وضوء ہے''

اس رسالے کے نام میں مندرجہ بالا چاروں خصوصیات موجود ہیں جن میں سے پہلی تین تو واضح طور پر نظر آرہی ہیں، البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا، استخراج کا تقاضا کرتی ہے،

نَبَّهَ القَوْمَ کا استخراج درج ذیل ہے کیونکہ یہ نام تینوں میں مختصر ہے باقیوں کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے،

نَبَّهَ الْقَوْمَ

ن،ب،ہ،ا،ل،ق،و،م

۵۰+۲+۵+۱+۳۰+۱۰۰+۶+۴۰......۲۳۴

اَنَّ الْوُضُوْءَ مِنْ اَیِّ نَوْمٍ

ا،ن،ا،ل،و،ض،و،م،ن،ا،ی،ن،و،م

۱+۵۰+۱+۳۰+۶+۸۰۰+۶+۴۰+۵۰+۱+۱۰+۵۰+۶+۴۰......۱۰۹۱

+

۲۳۴

۱۳۲۵ =

۱۳۲۵اس کا مجموعہ اعداد ہے اور یہی سنِ تصنیف ہے۔

مولانا کے سوا ایسے عمدہ، اعلی، دلنشیں اور فکرو فن کے شاہکار نام کون رکھ سکتا ہے۔ تاریخ میں ایسا کوئی فاضل نظر نہیں آتا جس نے اتنے رسالے لکھے ہوں اور ان کے ایسے خوبصورت نام رکھے ہوں، اگر یہ علم و قلم کی رعنائیاں ملتی ہیں تو وہ صرف مولانا احمد رضا خان کی مایہ ناز تصنیف فتاویٰ رضویہ میں ملتی ہیں.

فتاوٰی رضویہ کی امتیازیت

''فتاویٰ رضویہ'' کی مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تأثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیان برِّ اعظم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم ترافادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال فن، وسعت نظر، عمق بصیرت، ظرافت طبع اور جزئیات میں کلیات اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب روح کو متأثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برِّ اعظم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔

فتاوٰی رضویہ میں فصاحت و بلاغت

مولانا احمد رضا بریلوی کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے فتاویٰ کے مختلف ابوابِ فقہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، یہ رسائل جہاں بلند درجہ تحقیق و تدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداولہ فقہی مصادر و مأخذ کا نچوڑ بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائق تحسین ہے کہ وہ ان مختلف و متنوع مصادر کی مختصر ترین عبارت بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انہیں کمال مہارت سے یکجا کر کے یوں جوڑ دیتے ہیں کہ وہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے یوں لگتا ہے جیسے یہ عبارت کے ٹکڑے یا جملے مختلف مصنفین نے اسی غرض سے تخلیق کیے تھے کہ وہ ان فقہی موضوعات پر مشتمل رسائل کی عبارت کی زینت بنیں۔

یہ کام جہاں دقتِ نظر اور کمال ادراک و انتخاب کا مقتضی ہے وہاں قوت حافظہ اور زبان پر کامل عبور کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفرادی امتیاز یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے تفننِ طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔

کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت و ظرافت کی یہ روش برِّ اعظم کے علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز رہی ہے اور مولانا احمد رضا اس میدان میں درجہ امامت پر فائز ہیں۔

حکیم محمد سعید دہلوی، چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ، پاکستان رقمطراز ہیں:

''میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لئے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں

،میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن ِ نبویہ کی تشریح تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہاء جملہ علوم ورسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے۔''[۱]

فتاوٰی رضویہ اور سائنسی علوم

مولانا احمد رضا خان فقہ، حدیث اور تفسیر کے ساتھ ساتھ علم ہیئت ونجوم، فلکیات، علم تکسیر، فلسفہ، علم جفر، علم توقیت، علم ارضیات، حیوانیات، اقتصادیات، معاشیات، معدنیات، حجریات، اخلاقیات وغیرہا جیسے علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور تقریباً ہر علم پر آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف یا فتوی موجود ہے جو آپ کے تبحر علمی کا مظہر ہے۔ ان علوم وفنون پر بھی آپ نے سو سے زیادہ رسائل لکھے۔[۲]

مولانا احمد رضا خان کو سائنسی علوم پر بھی اتنی ہی دسترس تھی جتنی دینی علوم پر، چنانچہ آپ کے سامنے منقولات یا معقولات کا کوئی بھی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ آتا آپ فی الفور اور فی البدیہہ اس کا جواب دیتے۔[۳]

فتاوٰی رضویہ اور علم طب

مولانا احمد رضا خان کے علم طب کے سلسلے میں ممتاز حکیم، دانشور، ادیب جناب حکیم محمد سعید صاحب لکھتے ہیں۔

''فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس لئے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں۔ مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں، ان کے تحقیقی اسلوب ومعیار سے دین وطب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہوجاتی ہے۔''[۴]

فتاوٰی رضویہ اور کیمیا دان

مولانا احمد رضا خان نے ''اَلْمَطَرُ السَّعِیْدُ عَلٰی نَبْتِ جِنْسِ الصَّعِیْدِ'' رسالہ لکھا۔ اس میں جنس ارض کی پہچان کرنے کے لئے مختلف قواعد لکھے۔ مختلف عناصر پر بحث کی جیسے گندھک (Sulpher) نر ہے اور پارہ مادہ ہے۔ یہ رسالہ کیمسٹری اور جیوفزکس کی تحقیق کے طلباء کے لئے بہترین تحفہ ہے۔

۱۔ محمد سعید، دہلوی، حکیم، معارف رضا، شمارہ نمبر ۹، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۹۸۹ء، ص ۹۹

۲۔ مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، قرآن، سائنس اور امام احمد رضا، کشمیر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۹۹۴ء، ص ۱۸، ۲۳

۳۔ مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن، ص ۲۴۰

۴۔ محمد سعید، دہلوی، حکیم، معارف رضا، شمارہ نمبر ۹، کراچی: ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۰

فتاوٰی رضویہ اور ریاضی

مولانا احمد رضا خان ایک ریاضی دان تھے۔ آپ نے کئی رسالے علم ریاضی میں لکھے۔ بطور استشہاد اَلْھَنِیُّ النَّمِیْرُ فِی الْمَاءِ الْمُسْتَدِیْر کو جو کہ فتاوٰی رضویہ کی دوسری جلد صفحہ ۲۸۵ میں موجود ہے پڑھ لیجیے۔ آپ مولانا احمد رضا خان کی ریاضی دانی پر عش عش کر اٹھیں گے۔ کہ سوال میں مذکورہ کی صحیح دریافت یعنی ۴۴۹ء۳۵ ہاتھ کیلئے مولانا احمد رضا خان نے علم الحساب کی کس باریکی کا سہارا لیا اس کا اندازہ ایک ماہر ریاضی و ہندسہ ہی لگا سکتا ہے۔ آپ نے ریاضی پر تقریباً ۲۷ کتب تصنیف فرمائیں۔[۱]

مولانا احمد رضا خان ایک عالم دین تھے لیکن جدید و قدیم علوم پر ان کی دسترس کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی شعبہ زندگی سے متعلق کوئی بھی مسئلہ دریافت کیا جاتا، مولانا احمد رضا خان اس کا بھی مدلل جواب عطا فرماتے باتوں کو چھوڑیئے فقط ایک مسئلہ تیمّم کو دیکھ لیجیے۔[۲]

شاہ تراب الحق قادری صاحب فرماتے ہیں:

معدنیات سے متعلق ماہرین کو چاہیے کہ وہ ہمارے امام مولانا احمد رضا خان کے فتاوٰی کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ ان کو معدنیات پر تحقیق کرنے میں آسانی ہو وہ خود فیصلہ کریں کہ فتاوٰی رضویہ شریف علوم و معارفِ اسلامیہ کا بحر ذخار ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی کس قدر بلند مقام کا حامل ہے......ایک بات یاد رکھیں کہ سائنس دانوں کی ہر بات درست نہیں کیونکہ تحقیق کے ساتھ ساتھ ان کے قوانین بدلتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور ان کے پیارے رسول ﷺ کے قوانین اور اصول نہیں بدل سکتے۔[۳]

فتاوٰی رضویہ اور علم الطبیعیات (Physics)

فتاوٰی رضویہ عام فتاوٰی جات کی طرح صرف دینی علوم کا مرقع نہیں ہے بلکہ مختلف مقامات پر علم الطبیعیات کی شاخوں کے متعلق مولانا احمد رضا خان کی تحقیقات موجود ہیں۔ وضو کے باب میں پانی کے متعلق تحقیق موجود ہے کہ پانی میں مسام ہیں یا نہیں، پانی کا رنگ سیاہ ہے یا سفید اور برف سفید کیوں نظر آتی ہے۔ جہاں فطرہ کے بارے میں مسائل موجود ہیں تو وہاں صاع کے بارے میں تحقیق ہے۔ روشنی کیا ہے، کون سے میڈیم سے گزر سکتی ہے اور کون سے میڈیم سے نہیں گزر سکتی۔ کیا زمین گھومتی ہے، کیا سورج ساکن ہے، کیا ستارے حرکت کر رہے ہیں۔ کیا آسمان کا وجود ہے یا نہیں۔ ان جیسی بے شمار علم الطبیعیات کے متعلق بے شمار تحقیقات موجود ہیں جن کا تعارف آگے ان کے مقامات پر آئے گا۔

۱۔ عتیق الرحمٰن، سید، امام احمد رضا بحیثیت بین الاقوامی سائنس داں، مشمولہ: افکار رضا، ممبئی: مارچ ۱۹۹۶ء، ص ۵۱
۲۔ تراب الحق شاہ، علامہ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور سائنس، مشمولہ: معارف رضا، شمارہ نمبر ۲۲، کراچی: ۲۰۰۲ء، ص ۷۹
۳۔ ایضاً، ص ۸۰

حدائق بخشش

مولانا احمد رضا خان نے احیاء دین کے لئے مختلف ذرائع جیسے نظم، نثر اور مکتوب وغیرہ استعمال کئے اسی طرح آپ نے شاعری کو بھی فروغ عشق مصطفٰے ﷺ کا ذریعہ بنایا۔ آپ کے نعتیہ کلام کی کتاب ''حدائق بخشش'' دو حصوں پر مشتمل ہے جو کہ حمد باری تعالیٰ، نعت مصطفٰے ﷺ اور مناقب پر مشتمل ہے۔ آپ کا ہر ہر شعر یا تو آیات قرآنیہ کا ترجمہ ہوتا ہے یا حدیث پاک کا، یا پھر بزرگان دین کے اقوال ہوتے ہیں۔ آپ کے بعض کلام تو اتنے مشہور ہیں کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود آج لوگ بڑے شوق سے پڑھتے ہیں بلکہ بچے بچے کی زبان پر جاری ہیں جیسے

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اور

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

سب سے بالا واعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

خصوصاً مولانا احمد رضا خان کا عشقِ رسول ﷺ بہت مشہور ہے، آپ کی نوکِ قلم بلکہ گہرائی قلب سے نکلا ہوا ہر مِصرَعَہ آپ کی سرورِ عالم ﷺ سے بے پایاں عقیدت ومحبّت کی شہادت دیتا ہے۔ آپ نے کبھی کسی دُنیوی تاجدار کی خوشامد کے لیے قصیدہ نہیں لکھا، اس لیے کہ آپ نے حضور تاجدارِ رسالت ﷺ کی اِطاعت وغلامی کو دل وجان سے قبول کرلیا تھا۔ اس کا اظہار آپ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح فرمایا۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

مولانا احمد رضا خان اور عالمی جامعات

ایک طرف پاک وہند کے درجنوں ادارے امام احمد رضا کی تصانیف اور اُن کی دینی وملّی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہیں، دوسری طرف پٹنہ، جبل پور، علی گڑھ، کراچی، سندھ اور پنجاب کی یونیورسٹی میں احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ اسی طرح افریقہ، قاہرہ، جامعہ ازہر، یورپ، لندن، امریکہ اور شکاگو وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ غرض یہ کہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب علمی دنیا ان کے صحیح مقام سے روشناس ہو جائے گی۔

مولانا احمد رضا خان کی زندگی، دینی خدمات، مکتوبات وتصنیفات پر کئی اسکالروں نے پی ایچ ڈی کی ہے چند مندرجہ ذیل ہیں

☆ ڈاکٹر حسن رضا خان، پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا، ۱۹۷۹ء عنوان:

فقیہ اسلام۔

☆ ڈاکٹر مسز اوشا سانیال، کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک، ۱۹۹۰ءعنوان:

"Devotional Islam and Politics in British India(Ahmad Raza KhanBarelvi and his Movement (۱۹۲۰-۱۸۷۰)"

☆ ڈاکٹر محمد امام الدین جوہر شفیع آبادی، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا،۱۹۹۲ءعنوان:

حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ نعت

☆ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جامعہ کراچی، پاکستان،۱۹۹۳ء، عنوان:

کنز الایمان اور دیگر معروف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ۔

☆ ڈاکٹر حافظ الباری صدیقی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان،۱۹۹۳ء، عنوان:

امام احمد رضا بریلوی کے حالات افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی)۔

☆ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا،۱۹۹۴ء، عنوان:

اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی۔

☆ ڈاکٹر مولانا امجد رضا قادری، ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار، انڈیا ۱۹۹۸ء، عنوان:

امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خان، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان، ۱۹۹۸ء، عنوان:

مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات۔

☆ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، میسور یونیورسٹی، انڈیا،۲۰۰۲ء، عنوان:

امام احمد رضا کا تصورِ عشق۔

☆ ڈاکٹر رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا،۲۰۰۳ء، عنوان:

روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا امام احمد رضا خان کا حصہ۔

☆ ڈاکٹر غلام غوث قادری، رانچی یونیورسٹی، انڈیا،۲۰۰۳ء، عنوان:

امام احمد رضا کی انشاء پردازی

☆ مسز ڈاکٹر تنظیم الفردوس، جامعہ کراچی، پاکستان۲۰۰۴ء، عنوان:

مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ۔

☆ ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان،۲۰۰۴ء، عنوان:

الشیخ احمد رضا شاعرا عربیا مع تدوین۔

فصل دوم

علم الطبیعیات
کا مفہوم، اقسام اور اسکی ضرورت و اہمیت

(i) علم الطبیعیات کا مفہوم (Concept of Physics)

علم الطبیعیات(Physics) سائنس کی وہ شاخ ہے جس میں مادہ (Matter) اور توانائی (Energy) کے خواص (Characteristic) اوران کے باہمی عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے مثلاً جب ہم مادہ کو دیکھتے ہیں۔ تو ہم سوچتے ہیں کہ مادہ، ٹھوس (Solid)، مائع (Liquid) اور گیس کیوں ہے تو ہم اس کی کھوج لگاتے ہیں کہ بادل کیسے بنے اوران کی چمک اور گرج کیسے پیدا ہوئی چنانچہ سائنس کی وہ شاخ جوان سوالات کے جواب کی کھوج میں مدد کرتی ہے۔ طبیعیات (Physics) کہلاتی ہے۔

(*Physics*)

Physics (from Ancient Greek; physics "nature") is natural science that invovles the study of matter and its motion through spacetime, alongwith related concepts such as energy and force.۱

More broadly, it is the general analysis of nature, conducted in order to understand how the universe behaves.۲

علم الطبیعیات کی اقسام *(Classification of Physics)*

In many ways, physics stems from ancient Greek philosophy(650 BCE – 480 BCE). From Thales' first attempt to characterize matter, to Democritus' deduction that matter ought to reduce to an invariant state, the Ptolemaic astronomy of a crystalline firmament, and Aristotle's book Physics (an early book on physics, which attempted to analyze anddefine motion from a philosophical point of view), various Greek philosophers advanced their own theories of nature. Physics was known

---

1. R.P. Feynman, R.B. Leighton, M. Sands (1963). *"The Feynman Lectures on Physics"*. p. I-2
2. H.D. Young, R.A. Freedman (2004)."*University Physics with Modern Physics"* (11th ed.). Addison Wesley. p. 2

as natural philosophy until the late 18th century.[۱]

طبیعیات بنیادی طبعی سائنس ہے حتی کہ طبیعیات اور طبیعیاتی فلسفہ کو مختلف ادوار میں سائنس کہا جاتا رہا جس کا مقصد کائنات کے بنیادی قوانین کو دریافت کرنا اور بنانا تھا۔ جیسے ہی جدید سائنس وجود میں آئی اور ترقی ہوتی گئی اور طبیعیات سائنس کا ایک مخصوص حصہ بن کر رہ گئی اور فلکیات (Astrology)، ارضیات (Geology) اور انجینئرنگ وغیرہ علیحدہ علوم بن گئے۔

By the 19th century physics was realized as a discipline distinct from philosophy and the other sciences. Physics, as with the rest of science, relies on philosophy of science to give an adequate description of the scientific method.[۲]

موجودہ دور میں فزکس کو قدیم (Classical physics) اور جدید فزکس (Modern physics) میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

Classical physics became a separate science when early modern Europeans used these experimental and quantitative methods to discover what are now considered to be the laws of physic.[۳] Kepler, Galileo and more specifically Newton discovered and unified the different laws of motion.

Classical physics includes the traditional branches and topics that were recognized and well-developed before the beginning of the 20th century—classical mechanics, acoustics, optics, thermodynamics, and electromagnetism.

Modern physics started with the works of Max Planck in quantum theory and Einstein in relativity, and continued in quantum

....

1. Singer, C.,(2008) *"A Short History of Science to the 19th century",* Streeter Press. p. 35.
2. Rosenberg, Alex (2006)."*Philosophy of Science"*. Routledge.122
3. Weidhorn, Manfred (2005)."*The Person of the Millennium",* iUniverse. p. 155

mechanics pioneered by Heisenberg, Schro"dinger and Paul Dirac.

طبیعیات تمام سائنسی علوم میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔تاہم وہ تمام سائنسی علوم جن میں طبیعیاتی قوانین اور پیمائش پر زور دیا جاتا ہے ان کو فلکیاتی طبیعیات(Astrophysics)،ارضیاتی طبیعیات(Geo Physics)،حیاتیاتی طبیعیات(Biophysics)،اور اسی طرح نفسیاتی طبیعیات(Psychophysics) کا نام دیا جاتا ہے علم الطبیعیات کو بنیادی طور پر مادہ(Matter)،حرکت(Motion)اور توانائی(Energy) کی سائنس کہا جاسکتا ہے اور اس کے قوانین کو ریاضی کی زبان میں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

Physics covers a ***wide range of phenomena***, from elementary particles (such as quarks, neutrinos and electrons) to the largest superclusters of galaxies. Included in these phenomena are the most basic objects composing all other things. Therefore physics is sometimes called the "fundamental science".[1] Physics aims to describe the various phenomena that occur in nature in terms of simpler phenomena. Thus, physics aims to both connect the things observable to humans to root causes, and then connect these causes together.

Condensed matter physics is the field of physics that deals with the macroscopic physical properties of matter. In particular, it is concerned with the "condensed" phases that appear whenever the number of constituents in a system is extremely large and the interactions between the constituents are strong.

Atomic, molecular, and optical physics (AMO) is the study of matter–matter and light–matter interactions on the scale of single atoms and molecules. The three areas are grouped together because of their interrelationships, the similarity of methods used, and the commonality of the energy scales that are relevant. All three areas include both

---

1. Feynman, Leighton and Sands(1965),"*The Feynman Lectures on Physics"* (1).157

classical, semi-classical and quantum treatments; they can treat their subject from a microscopic view .

Particle physics is the study of the elementary constituents of matter and energy, and the interactions between them. It may also be called "high-energy physics", because many elementary particles do not occur naturally, but are created only during high-energy collisions of other particles, as can be detected in particle accelerators.

موجودہ دور میں جدید طبیعیات میں بڑھتی ہوئی تحقیق سے اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہو گیا ہے۔ لہذا اسے مختلف مزید شاخوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ مثلاً

میکانیات ***(Mechanics)***

اس شاخ میں اجسام یا ذرات کا دی ہوئی قوت کے زیر اثر متحرک ہونے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

الیکٹرونیات ***(Electronics)***

اس شاخ میں برقی چارجز، خواہ وہ ساکن ہوں یا متحرک اور ان کے اثرات کے نتیجے میں رونما ہونے والے طبعی مظاہر کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

برقناطیسیت ***(Electro Magnatism)***

اس شاخ میں بجلی اور مقناطیسیت سے متعلق مشاہدات اور قوانین کا مطالعہ کیا جاتا ہے

سالڈ سٹیٹ فزکس ***(Sold State Physics)***

اس شاخ میں ٹھوس مادے کی خصوصیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

پلازمہ فزکس ***(Plasma Physics)***

اس شاخ میں الیکٹرانوں سے محروم ایٹموں (آئن)، جن کے صرف نیوکلیائی باقی رہ گئے ہوں اور الیکٹرانوں کے آمیزے کی خصوصیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ الیکٹرانوں سے محروم ایٹم آئن کہلاتے ہیں۔ آئنوں اور الیکٹرانوں کے آمیزہ کو پلازمہ کہا جاتا ہے۔

بائیوفزکس ***(Bio Physics)***

اس میں بائیوفزیکل نظام (Bio Physical System) اور اس کی ساخت کا طبیعی طریقہ کار سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔

(iii) علم الطبیعیات کی ضرورت واہمیت

(Need and Importance of Physics)

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تجسس کا مادہ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ انسان کائنات کی ماہیئت اور گردونواح میں رونما ہونے والے قدرتی مظاہر کا مطالعہ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ جوں جوں اس کا علم بڑھتا ہے وہ چیزیں ایجاد کرتا ہے اور انہیں اپنے آرام وآسائش اور سہولت کے لئے استعمال کرتا ہے۔اس سلسلے میں طبیعیات کا نہایت اہم کردار ہے کیونکہ ہر ایجاد کی بنیاد چند طبیعی اصول وقوانین ہیں یہ بجلی گھر میں اس امالی ای۔ایم۔ایف کے اصول کی بدولت ہے جو مقناطیسی فیلڈ کے بدلتے ہوئے فلکس کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ لیزر شعاعیں جو طبیعی سائنس میٹلر جی ،فلکیات اور دفاعی سائنس میں وسیع پیانے پر استعمال ہو رہی ہیں ان کا اصول بھی ایٹمی فزکس پر مبنی ہے آجکل نیوکلیائی توانائی وسیع پیانے پر برقی قوت پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جارہی ہے۔ ہمارے روزمرہ استعمال میں الیکٹرانی آلات ہیں یہ سالڈ اسٹیٹ فزکس کی تحقیقات کا نتیجہ ہے آٹو موبائل ٹیکنالوجی تھرموڈائنامکس کے اصولوں پر مبنی ہے راڈار ٹیکنالوجی کا انحصار برقناطیسی لہروں کے انعکاس پر مبنی ہے موبائل جو ہر انسان کی ضرورت بن چکا ہے فزکس کے زریں اصولوں پر ہے گھریلو استعمال کی چھوٹی سی مشین سے لے کر خلائی تحقیق میں استعمال ہونے والے آلات طبیعیات کے مرہون منت ہیں چنانچہ طبیعیات ہماری روزمرہ زندگی کو بہتر بنانے اور سوچ وفکر کو متاثر کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

علم الطبیعیات کا تعلق چونکہ مادہ اور انرجی سے ہے اور کائنات مادہ اور انرجی پر مشتمل ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَسَخَّرَلَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَلَكُمُ الْاَنْهٰرَ۝ وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَلَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ ۱؎

اور تمھارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کئے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن مسخر کئے۔(ت)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا کرنے کا مقصد بیان فرما کر انسان کو اس میں غور وفکر کی دعوت دی اور یوں ارشاد فرمایا۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِى الْاَبْصَارِ ۝ ۲؎

۱۔ابراہیم:۳۲

۲۔حشر:۲

پس عبرت حاصل کرو اے عقلمندو !

باری تعالیٰ کے فرمان پر انسان نے لبیک کہتے ہوئے کائنات میں تحقیق کی بہت سے سائنسی علوم سامنے آئے۔ بالخصوص طبیعیات کے میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے اور مزید یہ سلسلہ آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ نت نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں۔ بظاہر ایسے لگتا ہے کہ دورِ حاضر کی تمام سائنسی تحقیقات مغربی سائنسدانوں کی مرہونِ منت ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے مغربی سائنسدانوں نے جس قدر ترقی کی ہے درحقیقت اس کی بنیاد مسلمانوں کے وضع کئے گئے سائنسی اصول ہیں جن پر ریسرچ کر کے مغربی سائنسدانوں نے سائنس کی مختلف شاخوں جیسے فزکس، کیمسٹری، بیالوجی وغیرہ میں نمایاں ترقی کی اور اس علمی و تحقیقی سرمائے کے وارث بن بیٹھے جسے مسلمانوں نے اپنی عیش پرستی، تغافل اور تساہل کے سبب پس پشت ڈال دیا تھا حتی کہ مسلمان اس احساس کمتری کا شکار ہو گئے کہ ہمارے اسلاف نے ان میدانوں میں کچھ نہ کیا اور نہ ہی ہم کر سکتے ہیں حالانکہ حقیقت میں اس کا الٹ ہے۔ احساس کمتری کی بناء پر جو ہم نے اسلاف کا معیار مقرر کیا ہے وہ اس سے کہیں بالا ہیں۔ اب بھی مغرب کی لائبریریاں مسلمانوں کے قیمتی علمی ورثے سے بھری پڑی ہیں۔ جن پر ریسرچ کر کے مزید نمایاں کارنامے سرانجام دیئے جا رہے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

مغربی ماہرین آج پوری دنیا میں چھائے ہوئے ہیں مگر ان کے کاموں کی بنیاد رکھنے والے اور اس میں تحقیق کی راہ دکھانے والے مسلمان سائنس دانوں کا تذکرہ برائے نام بھی نہیں ملتا۔ اس کے برعکس اسلامی عقائد و نظریات پر بے بنیاد اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ آئیے چند بے بنیاد اعتراضات اور مسلم سکالرز کی طرف سے ان کے جوابات کا جائزہ لیتے ہیں۔

ماہرین طبیعیات کا نامعقول اعتراض

سائنسدانوں نے سائنس کے نقطۂ نظر سے حضور اکرم ﷺ کے معراج کی رات آسمانوں اور پھر وہاں لامکاں پہنچنے کو اس طرح تولا کہ طبیعیات (Physics) کی ایک شاخ سکونیات (Statstics) ہے اس کے مطابق کوئی ثقیل جسم اپنا مرکزِ ثقل (Center of Gravity) چھوڑ کر نہیں جا سکتا کیونکہ زمین تمام اجسام کو اپنے مرکز کی طرف کھینچ رہی ہے اور اگر کوئی جسم کسی قوت کی وجہ سے اوپر جائے تو پھر زمین اس جسم کو اپنے مرکز کی طرف کھینچ لے گی۔ مثلاً آپ کسی گیند کو اوپر کی جانب قوت لگا کر پھینک دیں تو وہ اوپر جا کر پھر نیچے آجاتی ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے جاہل سائنسدان بولے کہ حضور ﷺ کا جسم اپنا مرکز چھوڑ کر اوپر کس طرح گیا؟ اور اگر براق پر سوار ہو کر گئے تو براق کے ساتھ جسم کا وزن اور بڑھ گیا چنانچہ براق کچھ قوت لگا کر اوپر چلا جاتا تو اس کو پھر نیچے زمین کی طرف آنا چاہیے تھا جب کہ ہم سنتے ہیں کہ حضور ﷺ تو آسمانوں سے بھی اوپر تشریف لے گئے تو مرکزِ ثقل چھوڑ کر کیسے گئے؟[۱]

۱۔ تراب الحق شاہ، قادری، علامہ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور سائنس، مشمولہ: معارف رضا شمارہ ۲۲، ص ۸۰

اعترض پر تبصرہ

یہ ہے حضورﷺ کی محبت کے بغیر سائنس پڑھنے کا فائدہ کہ جناب سائنس پڑھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے محبوبﷺ کے مرتبے کو بھول گئے تو جو سائنس اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوبﷺ کے فرمان کے خلاف ہو تو اس سائنس کو ہم نہیں مانتے۔

نامعقول اعتراض کا جواب

مسلمان ماہرین طبیعیات اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ بقول آپ کے آج سائنسدان چاند پر پہنچ گیا ہے تو اس سائنسدان کا بھی تو جسم تھا یہ کیسے پہنچا؟ اگر تم کہو گے کہ یہ سائنس کا کمال ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حضورﷺ کا آسمان پر تشریف لے جانا اللہ اور اس کے پیارے رسولﷺ کا کمال ہے۔اسی تمہارا جہاز (Aeroplane) اگر نیوٹن کے تیسرے قانون حرکت (Newton' Third law of Motion) کے مطابق اوپر اڑ جاتا ہے اور دور دراز مقامات کی طرف جاتا ہے اور پھر واپس آجاتا ہے اور جہاز سائنس دانوں کا بنایا ہوا ہے تو ہمارے رب کی طرف سے آیا ہوا جہاز (براق) قدرت کے بنائے ہوئے قوانین حرکت کے مطابق مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر کیوں نہیں جاسکتا؟[1]

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اکابرین علماء وسائنسدان ومحققین کی تحقیقات اور علمی سرمائے کو سامنے لائیں اور اس میں غور وفکر اور علمی کام کر کے سائنسی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیں اور مسلم محققین ومفکرین کا نام اجاگر کریں اور دنیا کو ان کے تحقیقی اور سائنسی کارناموں سے روشناس کرائیں نیز ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف ان قوانین وتحقیقات کو قبول کرے جو اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہوں۔اور ایسا صرف اسی وقت ممکن ہوگا جب ہم ہر فیلڈ میں پہلے مسلم محققین وعلماء کی تحقیقات کا جائزہ لیں پھر غیر مسلموں کے دیئے ہوئے نظریات کو مسلمانوں کے وضع کئے ہوئے اصولوں کی روشنی میں جائزہ لیں تاکہ کفر واسلام میں امتیاز باقی رکھا جاسکے

ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ سائنسی نظریات کو پہلے قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھے پھر ان پر اعتقادات کی بنیاد رکھیں۔مولانا احمد رضا خان اسی بات کے قائل تھے آپ فرماتے ہیں

''سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود وپامال کردیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال وشاسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی۔[2]

۱۔تراب الحق شاہ، قادری، علامہ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور سائنس، مشمولہ: معارف رضا شمارہ ۲۲،ص ۸۰

۲۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ص ۲۲۷

علم الطبیعیات کی ضرورت اور اہمیت پرمبنی نکات

علم الطبیعیات کی ضرورت اور اہمیت کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے

(۱) علمِ الطبیعیات تمام کائنات پر مشتمل ہے۔کائنات کا مطالعہ وحدانیت باری تعالیٰ پر ایمان کو پختہ کرتا ہے۔

(۲) قرآن پاک میں کائنات میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَفَلَا یَتَدَ بَّرُ وْ نَ اُلقُرْ آ نَ اَم عَلٰی قَلُوُ بٍ اَقْفَا لُھَاo ۱؎

کیاوہ قرآن کوسوچتے نہیں یا بعضے دلوں پران کے قفل لگے ہیں۔

جبکہ علم الطبیعیات کائنات کے مطالعہ کا دوسرا نام ہے۔

(۳) مغربی ماہرین طبیعیات نے اسلامی طبیعیات کو پامال کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔مشتشرقین علماء اسلام اور اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں۔علم الطبیعیات کا مطالعہ کر کے ان کے طبیعی نظریات پر اعتراضات کے شافی جوابات دیئے جاسکتے ہیں

(۴) علم الطبیعیات میں ترقی کی بدولت آئے دن نئے نئے نظریات سامنے آرہے ہیں۔اور نئی ایجادات ہو رہی ہیں جیسے موبائل فون،لاؤڈ سپیکر،ٹی وی،انٹرنیٹ وغیرہ ان نظریات اور ایجادات کا تجزیہ کر کے اور نئی ایجادات کے اصولوں کو سمجھ کر ان پر شرعاً حکم لگایا جائے مثلاً موبائل کے متعلق شرعی احکام،لاؤڈ سپیکر کے احکام وغیرہ

(۵) اسلام اور پاکستان کی ترقی کی راہ میں حائل مشکلات کو علم الطبیعیات کی روشنی میں حل کرنا جیسے سکیورٹی کے مسائل،کمیونیکیشن کے مسائل وغیرہ

(۶) مسلمان ماہرین طبیعیات کی ماضی کی شاندار خدمات کو واضح اور اجاگر کرنا کہ جدید ماہرین طبیعیات کی جدید ایجادات کوئی نئی نہیں ہیں بلکہ مسلمان ماہرین طبیعیات کئی سوسال پہلے ان جیسی ایجادات کر چکے ہیں۔

(۷) ماضی قریب کے ایک عظیم ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا خان کی خدمات کا جائزہ لینا کہ انہوں نے اسلام مخالف طبیعیاتی نظریات کا کس طرح جائزہ لیا اور ان کا کس طرح رد کیا۔اس بارے میں ان کا اسلوب تحقیق کیا ہے۔جدید علم الطبیعیات میں آپ کی تصنیفات کا کیا مقام ہے۔

۱۔محمد:۲۴

فصل سوم

اسلام اور علم الطبیعیات

(i)علم الطبیعیات قرآن وحدیث کی روشنی میں

اسلام چند مذہبی ودینی رسومات کا نام نہیں ہے بلکہ تمام مذاہب عالم کے برعکس دین ودنیا دونوں کی ہدایت کا منبع اور سرچشمہ ہے اسلامی تعلیمات کے بنیادی مآخذ قرآن پاک اوراحادیث نبویہ ﷺ ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ مشاہدہ کائنات اوراس میں غوروفکر کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کائنات کے اسرارورموز سے بہتر طور پرآگاہ ہوسکے۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ۔[۱]

تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ نے کیسے مخلوق کو پیدا کیا۔

اِنَّ فِى خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلٰفِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ[۲]

بے شک آسمانوں اورزمین کی پیدائش اوررات اوردن کے بدلنے میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ[۳]

اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اورسرخ رنگ کے اورکچھ کالے بھوچنگ (سیاہ کالے) اورآدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ یونہی طرح طرح کے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا کرنے کا مقصد بیان فرما کر انسان کواس میں غوروفکر کی دعوت دی اوریوں ارشاد فرمایا۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِى الْاَبْصَارِ ۝[۴]

پس عبرت حاصل کرو اے عقلمندو !

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ ۝[۵]

کیاتم دیکھتے نہیں۔

۱۔عنکبوت:۲۰
۲۔آل عمران:۱۹۰
۳۔فاطر:۲۷-۲۸
۴۔حشر:۲
۵۔غاشیہ:۱۷

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ٥ ؁

کیا تم غور فکر نہیں کرتے۔

اس سے پہلے کبھی کسی دین نے مشاہدہ کائنات کو اس قدر اہمیت نہیں دی تھی لہذا کوئی تعجب نہیں کہ اسلام کے شیدائیوں میں شروع ہی سے مشاہدہ کائنات اور اس پر غور و فکر کا بے پناہ شوق اور ولولہ موجود رہا اور انہوں نے اس طرف تیزی سے ترقی کی۔ اگلے سات آٹھ سو سال میں بیشمار مسلمان علماء مثلاً ابن الہیثم، البیرونی، یعقوب الکندی، محمد بن موسیٰ الخوارزمی، ابو محمد بن زکریا الرازی، ابن سینا اور عمر خیام پیدا ہوئے۔ جنہوں نے سائنس کے ہر شعبے میں شاندار کارنامے انجام دیئے جو تمام دنیا کیلئے مشعل راہ ہیں۔

یہاں چند قرآنی آیات اور احادیث علم الطبیعیات کے مختلف عنوانات کے تحت درج کی ہیں تا کہ اس بات کا احساس ہو جائے کہ قرآن پاک ہمیں ہر علم کے بارے میں ہدایت فراہم کرتا ہے۔ آیئے چند آیات اور احادیث اور ان کا ترجمہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

پیدائشِ کائنات

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ .[۲]

کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے (ت)

تسخیرِ کائنات

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ . وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ .[۳]

اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لئے ندیاں مسخر کیں اور تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کئے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن مسخر کئے (ت)

ایک جگہ پر یوں فرمایا۔

۱۔ انعام: ۵۰

۲۔ الانبیاء: ۳۰

۳۔ ابراہیم: ۳۲-۳۳

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰت لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ. وَمَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوٰنُه اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ .[۱]

اوراس نے تمہارے لئے مسخّر کئے رات اور دن اور سورج اور چانداور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو۔اور وہ جو تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ بیشک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو(ت)

تزیینِ کائنات

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا وَ اَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِكُمۡ وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ .[۲]

اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اوراس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا(ت)

سبع سماوات

الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ. ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیۡرٌ .[۳]

جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی(ت)

آسمان دنیا

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ .[۴]

تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسا بنایا اور سنوارا اوراس میں کہیں رخنہ نہیں(ت)

چاندوسورج کی حرکات

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَه مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ

۱۔النحل:۱۲۔۱۳

۲۔لقمان:۱۰

۳۔الملک:۳۔۴

۴۔ق:۶

مَا خَلَقَ اللهُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْن.[۱]

وہی ہے جس نے سورج کو جگمگا تا بنایا اور چاند چمکتا اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو اللہ نے اسے نہ بنایا مگر حق نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لئے (ت)

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ .[۲]

سورج اور چاند حساب سے ہیں (ت)

سکونتِ آسمان وزمین

اِنَّ اللهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا .[۳]

بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے (ت)

سیاروں کی حرکت

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ. [۴]

اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے (ت)

چاند کی منازل

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ. وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ .وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ.لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ [۵]

اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیرے میں ہیں۔ اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسی کھجور کی پرانی ڈال۔ سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک ایک گھیرے

۱۔ یونس:۵

۲۔ رحمٰن:۵

۳۔ فاطر:۴۱

۴۔ الانبیاء:۳۳

۵۔ یٰسین:۳۷-۴۰

میں پیر رہا ہے (ت)

گردش ایّام

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلٰفِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبٰبِ .الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بٰطِلًا سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔[۱]

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے (ت)

پیدائش زمین

وَ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا .اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَ هَا وَ مَرۡعٰهَا.وَ الۡجِبَالَ اَرۡسٰهَا .[۲]

اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔ اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں کو جمایا (ت)

ہواؤں کا چلنا

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ.وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡهَا رَوٰسِیَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ بَهِیۡجٍ .[۳]

اور زمین کو ہم نے تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں کہیں رخنہ نہیں پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اگایا (ت)

بارشوں کا برسنا

اَللهُ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَیَبۡسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ کَیۡفَ یَشَآءُ وَ یَجۡعَلُهٗ کِسَفًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ. وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمُبۡلِسِیۡنَ .فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللهِ کَیۡفَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ .[۴]

۱۔ آلِ عمران: ۱۹۰-۱۹۱

۲۔ النازعات: ۳۰-۳۱

۳۔ ق: ۷

۴۔ روم: ۴۸-۵۱

اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے اور اسے پارہ پارہ کرتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینھ نکل رہا ہے پھر جب اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں اگرچہ اس کے اتارنے سے پہلے آس توڑے ہوئے تھے تو اللہ کی رحمت کے اثر دیکھو کیونکر زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے بیشک وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے (ت)

اولوں کا منبع اور مآخذ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَه ثُمَّ يَجْعَلُه رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُه عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصٰرِ.[۱]

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے پھر انہیں تہہ پر تہہ کر دیتا ہے تو تُو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں ان میں سے کچھ اولے پھر ڈالتا ہے انہیں جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھ لے جائے (ت)

پانی کا منبع و مآخذ

وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّ هَّاجًا. وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا.[۲]

اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا اور بھری بدلیوں سے زور کا پانی اتارا (ت)

پرندوں کی پرواز

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّه بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ.[۳]

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے (ت)

دودھ کا اخراج

وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعٰمِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ.[۴]

۱۔ نور: ۴۳

۲۔ النباء: ۱۳-۱۴

۳۔ ملک: ۱۹

۴۔ النحل: ٦٦

اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جوان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لئے (ت)

روشنی کا منبع

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالۡحَقِّ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۔[۱]

وہی ہے جس نے سورج کو جگمگا تا بنایا اور چاند چمکتا اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو اللہ نے اسے نہ بنایا مگر حق نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لئے (ت)

تخلیق انسانی کے مراحل

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمۡ وَ نُقِرُّ فِی الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخۡرِجُکُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّکُمۡ وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِکَیۡلَا یَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَیۡـًٔا وَ تَرَی الۡاَرۡضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَ رَبَتۡ وَ اَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍۭ بَهِیۡجٍ ۔[۲]

اے لوگو اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تا کہ ہم تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لئے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب میں نکمی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو دیکھے مرجھائی ہوئی پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تروتازہ ہوئی اور ابھر آئی اور ہر رونق دار جوڑا اُگالائی (ت)

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَهٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ۔[۳]

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد کا حکم رکھا اور ایک مقرر وعدہ اس کے یہاں ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو (ت)

فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَهُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ لَّازِبٍ ۔[۴]

تو ان سے پوچھو کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق آسمانوں اور فرشتوں وغیرہ کی بیشک ہم نے

۱۔ یونس: ۵

۲۔ الحج: ۵

۳۔ الانعام: ۲

۴۔ صفت: ۱۱

ان کو چپکتی مٹی سے بنایا (ت)

علم نجوم

مولانا احمد رضا خان علم نجوم کی اقسام امام عبدالغنی نابلسی کے حوالے سے لکھتے ہیں

''عارف باللہ سیدی امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواب میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعسف۔ نجوم کے دو ٹکڑے ہیں علم وفن تاثیر۔ اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ. [۱]

سورج اور چاند حساب سے ہیں (ت)

وَ اٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَ. وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ .وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ.لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَھَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ وَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ [۲]

اوران کے لئے ایک نشانی رات ہے،ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیرے میں ہیں۔اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ اس (اللہ تعالیٰ) کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست اور سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے، ہم نے چاند کے لئے مختلف منازل کا ایک اندازہ کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ آخر کار کھجور کی پرانی (اور بوسیدہ) ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے، اور نہ سورج کی یہ طاقت ہے کہ وہ پیچھے سے چاند کو آ پکڑے، اور نہ رات میں یہ قوت ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے، یہ سب کے سب اپنے مرکز (مدار) میں تیر رہے ہیں۔(ت)

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَۃَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَۃَ النَّھَارِ مُبْصِرَۃً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ وَکُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلاً.. [۳]

ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا لیکن ہم نے رات کی نشانی مٹادی (یعنی اسے مدھم کردیا) اور دن کی نشانی کو روشن کردیا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو (یعنی دن کو رزق حلال کی تلاش کرو) تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب اچھی طرح تفصیل سے بیان کردیا۔(ت)

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ . [۴]

برجوں والے آسمان کی قسم۔(ت)

۱۔ یٰسین:۵

۲۔ یٰسین:۳۷۔۴۰

۳۔ اسرائیل:۱۲

۴۔ بروج:۱

تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا.[۱]

بڑا بابرکت ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے آسمان میں بُرج رکھے۔ (ت)

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ. الْجَوَارِ الْکُنَّسِ.[۲]

پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی۔ اور (قسم کھاتا ہوں) سیدھی رفتار والے رک کے رہنے والے تاروں کی۔ (ت)

وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بٰطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.[۳]

اور وہ (خدا کے مقبول بندے) آسمان وزمین کی پیدائش (بناوٹ) میں گہرا غور وفکر کرتے ہیں۔ (پھر عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بیکار اور بے فائدہ نہیں بنایا۔ لہٰذا تمام عیوب ونقائص سے تیری ذات پاک ہے لہٰذا ہمیں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا اور محفوظ فرمادے۔ (ت)

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَه سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا.[۴]

کیا آپ نے اپنے پروردگار کے (بے شمار نشانات قدرت میں سے اس نشانی کو) نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلا دیتا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو ٹھہرا ہوا بنا دیتا۔ پھر ہم نے اس کے وجود پر سورج کو دلیل ٹھہرا دیا، پھر ہم آہستہ آہستہ اسے (سایہ کو) اپنی طرف سمیٹتے رہتے ہیں۔ پس آیات مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآنیہ ہیں (جو علم نجوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں) (ت)

قرآن مجید صرف نماز، روزے کے مسائل تک محدود نہیں بلکہ اس کائنات کے اندر موجود تمام اصول وضوابط کی نشاندہی کرتا ہے، اب اسے آگے بڑھانا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ ان آیات کے اصول پر تفکر اور تدبر کرے اور اپنے طبیعیاتی علوم کو آگے بڑھانے کے لئے صرف اور صرف قرآن وحدیث کے اصول کو حقیقی اور صحیح جانے اور دنیا کو ایک دفعہ پھر بتائے کہ وہی اصول صحیح تسلیم کیا جائے گا جو قرآنی اصول کے مطابق ہوگا اگر ہم دورِ حاضر میں کسی مسلمان ماہر طبیعیات کو قرآن وحدیث کا عالم نہ پاسکیں تو ماضی قریب میں نظر دوڑائیں تو آپ کو ۱۰۰ سال قبل صرف اور صرف امام احمد رضا خان نظر آئیں گے جو ایک طرف مجدد، مجتہد وفقیہ ہیں تو دوسری طرف ایک عظیم سائنسدان جو سائنس کے کسی ایک علم پر نہیں بلکہ سائنس کے

۱۔ فرقان: ۶۱

۲۔ تکویر: ۱۵-۱۶

۳۔ آل عمران: ۱۹۱

۴۔ فرقان: ۴۵-۴۶

اکثر علوم مثلاً علم ہیئت، فلکیات، حساب، الجبرا، ٹرگنومیٹری، علمِ نجوم، علمِ کیمیا، ارضیات، حجریات، وغیرہ سوشل سائنس کے علوم، سیاسیات، عمرانیات، فلسفہ، نفسیات، اقتصادیات، معاشیات، غرض یہ کہ وہ علوم وفنون جوان کے دور کے تھے پر نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ ان پر کتابیں اور مقالات یادگار چھوڑے ہیں جن کی تعداد ۲۵۰ سے زیادہ ہے اور یہ رسائل اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں تحریر کئے گئے ہیں۔

پوری ملتِ اسلامیہ اس طرح ہو کہ ہم مسلمان بالعموم اور دور جدید کے علوم پڑھے ہوئے مسلمان بالخصوص سب کے سب متحد ہو کر مل جل کر قرآن کریم کی ان آیات بینات پر خاص کر غور وفکر کریں جو ہمیں جدید علوم کی طرف رہنمائی کریں اور ہم مغرب اور غیر مسلموں کی تھیوری اور قوانین کے بجائے قرآن وحدیث کے اصول کی روشنی میں قوانین وضع کریں اور ان کو آگے بڑھائیں اور جو قوانین دورِ حاضر کے سائنسی علوم کے قرآن وحدیث سے متضاد ہیں، ان کا حل ہم قرآنی اصول سے مہیا کریں۔

قرآن کریم کی ان آیات بینات کی تفصیل سمجھنے کے لئے جس کا تعلق دورِ جدید کے سائنسی علوم سے ہے امام احمد رضا کی کتب اور مقالات تفصیل سے پڑھنے کی ضرورت ہے کیونکہ امام احمد رضا نے دورِ جدید کے علوم سے متعلق اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ اگر ہم مسلمان ان کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو ہم دورِ حاضر کی جدید علوم کی دوڑ میں انفرادی مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

(ii) علم الطبیعیات اور مسلمان سائنسدان

آیاتِ قرآنی وارشاداتِ رسولِ گرامی ﷺ اس ملتِ اسلامیہ کو قرآن مجید کے ساتھ مضبوط وابستگی کا درس دے رہے ہیں، یہ ملتِ اسلامیہ نہ گمراہ ہوگی، نہ مغلوب جب تک اس کتاب اللہ اور صاحبِ کتاب کے دامن کو تھامے رہے گی اور الحمدللہ اس ملتِ اسلامیہ کا وہ سنہرا زمانہ تاریخ میں محفوظ ہے کہ ہند سے لے کر یورپ کے آخری کنارے اسپین تک اسی قرآن وحدیث کے پیروکاروں کی حکومت تھی اور لگ بھگ ایک ہزار برس تک مسلمان مدبر (سائنسدان) پوری دنیا پر چھائے رہے، یہ سب ان کی قرآن مجید سے وابستگی کا نتیجہ تھی۔

ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمان اپنے روشن ماضی کو فراموش کرنے لگے حتیٰ کہ انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ ان کے اسلاف نے تاریکی میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو روشنی عطا کی تھی اور ایک طرف علم وحکمت کو مردوں میں زندہ کر کے دکھایا تھا تو دوسری طرف سائنس کی پرورش کی تھی اور اس کو تاب وتوانائی عطا کی تھی۔[۱]

کسی ملت کے لئے اس سے بڑا المیہ کیا ہوسکتا ہے کہ وہ ماضی سے اپنا رشتہ توڑ لے اور اپنی تاریخ کی اس روشنی سے محروم ہوجائے جو حال کی راہیں منور کرتی اور مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ بات افسوس ناک ہے کہ ہم مسلمان سائنسدانوں، مفکروں اور ارباب علم کے ان کارناموں سے پوری طرح واقف نہیں ہیں جو انہوں نے علم کے میدانوں میں سرانجام دیئے ہیں۔[۲]

قدیم زمانے میں لفظ سائنس یا سائنسدان کی استعمال نہ تھی مگر ایک عالم فاضل جو تمام علوم وفنون میں مہارت رکھتا ہوتا وہ حکیم کہلاتا اور یہ خطاب صاحب علم وفضل کے لئے خاص تھا اس دور میں حکیم کیلئے لازم تھا کہ وہ مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ علم ہیئت، نجوم، کیمیا، ابدان وغیرہ سے متعلق جملہ تشریحات کا نہ صرف واقف کار ہو بلکہ تمام علوم فنون میں مہارت رکھتا ہو۔[۳] ایک مسلمان حکیم بیک وقت ماہر طبیعیات بھی ہوتے تھے اور علم دینیات بھی تھے اور خدا پرست بھی تھے اس لئے انہوں نے سائنس کو کبھی بھی مادہ پرست نہیں بننے دیا جیسا کہ بعد میں یورپی دور میں مذہب اور سائنس کے مابین ایک زبردست جنگ جاری رہی ہے۔[۴]

۱۔ حمید اللہ شاہ، ہاشمی، پروفیسر، تعارف: اسلام اور سائنس، لاہور: مکتبہ دانیال، سن ندارد، ص iii

۲۔ ایضاً، ص iii

۳۔ مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن سائنس اور امام احمد رضا، کشمیر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۹۹۴ء، ص ۱۲

۴۔ حمید اللہ شاہ، ہاشمی، پروفیسر، تعارف: اسلام اور سائنس، ص ۲۳۳

چند مشہور مسلمان سائنسدانوں کی خدمات کا سرسری جائزہ:

اب چند مشہور مسلمان سائنسدانوں کی خدمات کا تعارف پیش کیا جاتا ہے

۱۔خالد بن یزید (م۸۵ھ)

- عالم اسلام کا پہلا سائنسدان
- مختلف سائنسی کتب کے ترجمے
- علم ہیئت اور علم کیمیا کا دلدادہ[۱]

۲۔ابو اسحاق ابراہیم بن جندب (م۱۵۷ھ/۷۷۶ء)

- دور بین کا موجد[۲]

۳۔نو بخت (۱۷۶ھ)

- ماہر نقشہ نگار (بغداد کا نقشہ)[۳]

۴۔جابر بن حیان (م۱۹۸ھ)

- علم کیمیا میں بے شمار خدمات جیسے قلماؤ کا طریقہ دریافت کرنا، تیزاب کی ایجاد، کشتہ بنانے کا طریقہ وغیرہ[۴]

۵۔احمد عبداللہ حبش حاسب (م۲۱۲ھ)

- ٹرگنو میٹریکل ٹیبل کی ایجاد[۵]

۶۔حکیم یحیٰ منصور (م۲۱۴ھ/۸۳۲ء)[۶]

- دنیا کی پہلی observatory کا صدر اور فلکیاتی جدول کا بانی/موجد

۷۔محمد بن موسیٰ خوارزمی (م۲۳۲ھ/۸۵۰ء)[۷]

۱۔احمد اللہ، قادری، سائنسی دنیا میں مسلم مفکرین کی خدمات، کراچی: بخاری پبلشر، بار اوّل، ۱۹۹۵ء، ص۱۲

۲۔ایضاً۔

۳۔ایضاً۔

۴۔فیض احمد اویسی، مفتی، اسلام اور سائنس، کراچی: مکتبہ غوثیہ، ۲۰۰۶ء، ص۱۲۶

۵۔عملہ مدارت، معروف مسلمان سائنس دان، لاہور: اردو سائنس بورڈ، بار دوم، ۱۹۹۹ء، ص۹۱

۶۔ایضاً، ص۳۶

۷۔طفیل ہاشمی، محمد، ڈاکٹر، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، اسلام آباد: اسامہ پبلیکیشنز، ۱۹۸۸ء، ص۱۶۸

o الجبرا کا موجد اور الجبرا وحساب کی کتابوں کا مصنف

۸۔احمد بن موسیٰ شاکر (م۲۴۰ھ/۸۵۰ء)

o پہلی Electrical.Eng اور اس موضوع پر پہلی کتاب کا مصنف

۹۔ابوعباس احمد محمد کثیر (م۲۴۳ھ/۸۶۱ء)

o زمین کا صحیح محیط Circumferences معلوم کرنے والا پہلا سائنسدان

۱۰۔ابو یوسف یعقوب بن اسحاق کندی (م۲۵۴ھ/۸۷۳ء)

o پہلا مسلم فلسفی [۱]

۱۱۔محمد زکریا رازی (م۳۰۸ھ/۹۳۲ء)

o طب کا امام، میزانِ طبعی اور الکحل کا موجد [۲]

۱۲۔ابوالقاسم مجریطی (م۳۹۸ھ)

o مسلم سپین کا پہلا سائنسدان

o بطلیموس کی کتاب کی شرح ''اِصْلَاحُ حَرَکَاتِ الْکَوَاکِبِ وَالتَّعْرِیْفُ نُجُوْمِھَا وَطَبْعِیَّتِھَا وَحَرَکٰتِھَا'' [۳]

۱۳۔ابونصر فارابی (م۹۵۱ء)

o علم منطق اور علم فلکیات پر تصانیف [۴]

۱۴۔ابوعلی حسن ابن الہیثم (م۴۱۰ھ/۱۰۲۱ء)

o کیمرہ کا موجد، آنکھ کی پتلی کا محقق، انعطاف نور کے نظریہ کا ماہر

۱۵۔شیخ حسین عبداللہ بن علی سینا (م۴۲۸ھ/۱۰۳۹ء)

o علمِ طبیعیات، علم الامراض، الادویہ کے فنون کا موجد، سب سے زیادہ کتابوں کا مصنف

۱۶۔ابوریحان محمد بن احمد البیرونی (م۴۳۹ھ/۱۰۴۹ء)

o پہلا جغرافیہ داں، ماہر آثارِ قدیمہ وارضیات، دھاتوں کی کثافت کا موجد، برصغیر کا پہلا مورخ

....

۱۔مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن سائنس اور امام احمد رضا، ص۱۳، ۱۵

۲۔افتخار الدین طارق، اسلام اور سائنس، لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۵ء، ص۱۰۸

۳۔طفیل ہاشمی، محمد، ڈاکٹر، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، ص۱۴۸

۴۔افتخار الدین طارق، اسلام اور سائنس، ص۱۱۲

۱۷۔امام محمد غزالی (م ۵۰۵ھ/ ۱۱۱۱ء)

o جدید فلسفہ اخلاق کا موجد، نفسیات اور فلسفہ کا عظیم محقق [۱]

۱۸۔امام فخر الدین الرازی (م ۶۰۶ ھ) [۲]

o امام فلسفہ و منطق

۱۹۔عمر الخیّام (م ۱۱۲۳ء)

o تصنیف الجبر والمقابلہ [۳]

۲۰۔امام احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)

o کثیر دینی و دنیاوی علوم وفنون کا ماہر، خاص کر ہیئت، حساب، ٹرگنومیٹری، فلسفہ، ارضیات، فلکیات، اقتصادیات، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات وغیرہا۔ [۴]

الغرض مسلمانوں کی علمی خدمات کی ایک طویل داستان جسے بیان کیا جائے تو کئی ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں اور یہ ثابت کرنا آسان ہو جائے کہ آج سائنس کے جن نظریات کو اہل مغرب کی تحقیقات سمجھا جاتا ہے دراصل عہد قدیم کی کاوش کا نتیجہ تھے جو تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے۔خود اہل یورپ نے اس حقیقت کا بارہا اعتراف بھی کیا ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم مسلمان اپنے ورثے کو بھلا بیٹھے اور اپنی ہی چیزوں کو دوسروں سے مستعار سمجھنے لگے۔شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے کس دکھ کے ساتھ اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی

جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

۱۔مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن سائنس اور امام احمد رضا، ص ۱۳، ۱۵

۲۔خان محمد، اسلام اور فلسفہ، لاہور: علمی کتب خانہ، بار دوم، ۱۹۸۴، ص ۱۷۴

۳۔افتخار الدین طارق، اسلام اور سائنس، ص ۱۳۱

۴۔مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن سائنس اور امام احمد رضا، ص ۱۳، ۱۵

(iii) برصغیر کے علماء اور علم الطبیعیات

برصغیر پاک و ہند میں کچھ ایسے حالات نمودار ہوئے کہ مدارس کے نصاب پر معقولات (علوم سائنس) ہی معقولات چھا کر رہ گئیں۔ بڑے عظیم المرتبت مصلحین امت و مجددین مِلّت نے اس صورتحال کی اصلاح کی کوشش کی ،مگر نتیجہ صفر نکلا۔ مغل بادشاہ اپنے ساتھ وسط ایشیاء سے جو روایات لائے تھے ان میں معقولات کے ساتھ غیر معمولی شغف بھی تھا جو محقق دوانی کے تلامذہ کے ساتھ اور بڑھ گیا، بالخصوص امیر فتح اللہ شیرازی کے شمالی ہندوستان آنے کے بعد انہوں نے پہلے محقق دوانی کے شاگرد رشید خواجہ جمال الدین محمود کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، پھر دوسرے اساتذہ کے علاوہ امیر غیاث الدین منصور سے پڑھا جو عقلیات میں اپنے انہماک کی بناء پر ''عقل حادی عشر'' کہلاتے تھے۔ ہندوستان میں انہیں دو بزرگوں کی سعی وکاوش سے مدارس میں معقولات کی گرم بازاری ہوئی--- خواجہ جمال الدین محمود کے سلسلہ تلمذ امیر زاہد ہروی مصنف زواہد ثلاثہ منسلک تھے جن میں دیوبند وغیرہ اور علی گڑھ کے مدارس کا سلسلہ ملتا ہے ۔امیر فتح اللہ کے شاگرد ملاّ عبدالسلام لاہوری تھے۔ان کے سلسلہ تلذ میں علمائے پورب بالخصوص فرنگی محل اور خیر آباد آتے ہیں۔[۱]

بہر حال امیر فتح اللہ شیرازی ہی نے حسب تصریح مآثر الکرام علمائے ولایت (مثل محقق دوانی و مرزا جان وغیرہ کے) کی کتب معقولات درس میں داخل کرائیں۔ادھر اکبر کی اسلام بیزاری اور الحاد پروری نے علوم دینیہ سے بے اعتنائی اور کی جگہ نام نہاد علوم عقلیہ میں توغل کو شہ دی اور پھر تو یہ لَے یہاں تک بڑھی کہ نصاب پر معقولات ہی معقولات چھا کر رہ گئی۔[۲]

ملا محمود جونپوری (۱۷۲۷ء)

مغل دور کے آخر میں ملا محمود جونپوری نے ایک کتاب ''شمس بازغہ'' لکھی جس کو حکمت و دانائی کی معراج کمال سمجھا جاتا تھا چنانچہ ذوقؔ اپنے ایک قصیدے میں کہتے ہیں:

بنا ہے مدرسہ یہ بزم گاہِ عیش ونشاط کہ ''شمس بازغہ'' کی جا پڑھے ہیں ''بدر منیر''[۳]

''شمس بازغہ'' کے رد میں مولانا احمد رضا خان نے ایک رسالہ ''اَلْکَلِمَۃُ الْمُلْھِمَۃُ فِیْ الْحِکْمَۃِ الْمُحْکَمَۃِ لِوَھَاءِ الْفَلْسَفَۃِ الْمَشْئَمَۃ'' لکھا۔

۱۔شبیر احمد، علامہ، غوری، عہد حاضر کا تہافت الفلاسفہ مشمولہ ردّ فلسفہ: امام احمد رضا خان، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۰ء، ص ix-x

۲۔ایضاً، ص x

۳۔ایضاً، ص xi

ابوریحان البیرونی (۹۷۳ء-۱۰۴۸ء)

ہندوستانی علوم وفنون کا عالم، بھارتی تمدن کا دنیا سے تعارف کرانے والا پہلا مبصر، مؤرخ اور سیاح ابوریحان محمد بن احمد البیرونی خوارزم یعنی جدید خیوا میں پیدا ہوا۔[۱]

آپ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ پنجاب گئے وہاں آپ نے ہندوؤں سے سنسکرت زبان اور دوسرے علوم سیکھے اور ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ البیرونی نے ہندو پنڈتوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرایا۔ البیرونی علم الہیئت میں اس قدر ماہر تھے کہ جب پنڈت اس علم میں کہیں غلطی کرتے تو وہ انہیں اس سے مطلع کرواتے تو وہ حیران ہو کر آپ سے پوچھتے کہ تم نے یہ علم کس سے سیکھا ہے؟

پنجاب میں البیرونی نے مختلف شہروں کے عرض بلد کی پیمائش کی جو نہایت درست تھی۔ اس نے ضلع چکوال کے نندنا ٹیلہ سے زمین کا درست محیط معلوم کیا۔[۲] البیرونی نے دنیا کے مختلف شہروں کے درمیان طول البلد کا فرق دریافت کرنے کے اصول دریافت کئے اور ان میں کروی ٹرگنومیٹری کے بعض مسائل کا اطلاق کیا گیا ہے۔ [۳]

آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۴۶ تک جا پہنچتی ہے۔ اس کی تصانیف میں چھوٹی بڑی سب کتابیں شامل ہیں۔ بعض تو صرف دس اوراق پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس کے برعکس کئی کتب سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہیں۔ ''کتاب الہند'' بھی انہیں ضخیم کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ چھوٹی ٹائپ پر ۶۵۴ صفحات میں شائع ہوا ہے۔ ۷۹ معروف کتابیں اوسطاً ۹۰ اوراق فی کتاب ضخامت کی ہیں۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ۱۴۶ کتابیں اسی ضخامت کی تھی تو البیرونی نے گویا تیرہ ہزار اوراق یا ٹائپ شدہ صفحات لکھے۔ ان کتابوں میں ہر سائنسی موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان میں مشاہدات کے جداول ہیں۔[۴] البیرونی کی شہرہ آفاق تصنیف ''آثَارُ الْبَاقِیَه''، مقام لیپرنگ میں ۱۸۷۸ء میں شائع ہوئی اور یہ کتاب عربی میں تھی اور پھر جلد ہی اس کتاب کا انگریزی میں لندن میں ترجمہ ہوا جسے بہت سراہا گیا۔ [۵]

مسلم ماہر طبیعیات احمد رضا خان

البیرونی کے بعد مسلمانوں میں چودھویں صدی ہجری تک البیرونی جیسا عظیم سائنسدان پیدا ہی نہیں ہوا۔ یہ اعزاز برصغیر پاک وہند کو ۱۸۵۶ء ۱۲۷۲ھ میں حاصل ہوتا ہے جب دنیائے انسانیت کا عظیم مدبّر، مُفکّر اور عظیم سائنسدان بریلی کی

۱۔ حمید اللہ شاہ، ہاشمی، پروفیسر، اسلام اور سائنس، ص ۴۷۰

۲۔ ایضاً، ص ۴۷۱

۳۔ احمد اللہ، قادری، سائنسی دنیا میں مسلم مفکرین کی خدمات، ص ۳۷

۴۔ عملہ مدارت، معروف مسلمان سائنس دان، ص ۵۷۵-۵۷۷

۵۔ احمد اللہ، قادری، سائنسی دنیا میں مسلم مفکرین کی خدمات، ص ۳۷

سرزمین پرجنم لیتا ہے۔ان کا نام ہے ''احمد رضا خان بریلوی''[1]

امام احمد رضا کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنس داں گم تھے،ایک طرف ان میں ابن الہیثم جیسی فکری بصارت اور علمی روشنی تھی تو دوسری طرف جابر بن حیان جیسی صلاحیت،الخوارزمی اور یعقوب الکندی جیسی کہنہ مشقی تھی،تو دوسری طرف الطبر ی، رازی اور بوعلی سینا جیسی دانشمندی، فارابی، البیرونی، عمر بن خیام،امام غزالی جیسی خداداد ذہانت تھی دوسری طرف امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے فیض سے فقیہانہ وسیع النظری اور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ سے روحانی وابستگی اور لگاؤ کے تحت عالی ظرف امام احمد رضا کا ہر رخ ایک مستقل علم وفن کا منبع تھا ان کی ذہانت میں کتنے ہی علم وعالم، گُم تھے۔[2]

مولانا احمد رضا نے سائنس کو بھی اسلامی رنگ میں رنگ کر، دینی علوم میں ان کا استعمال فرما کر انہیں علوم دینیہ بالخصوص علم فقہ کا خادم بنا دیا۔[3] آپ ایک عظیم سائنسدان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سچّے پکّے مسلمان تھے۔انھیں عقائد پر کار بند تھے جو حضور پرنور سید المرسلین ﷺ،صحابہ کرام، اہلبیتِ عظام، تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہیں۔[4]

مولانا احمد رضا خان نے علم الطبیعیات میں اپنی خداداد مشاقی کی بنیاد پر ان علوم کی قد آور شخصیات بابائے طبیعیات ڈیموقریطس (۳۳۷ قبل مسیح) بطلمیوس (قبل مسیح)، ابن سینا (۹۸۰ تا ۱۰۳۷ء) نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ء)، کوپرنیکس (۱۴۷۳ء تا ۱۵۴۲ء) کپلر (۱۵۷۱ء تا ۱۶۳۰ء)، ولیم ہرشل (سترہویں صدی عیسویں)، نیوٹن (متوفی ۱۶۵۲ء) ملا جونپوری (متوفی ۱۷۲۷ء) گلیلیو (۱۶۴۲ء) آئن اسٹائن (۱۸۷۹ تا ۱۹۴۲ء) اور البرٹ ایف پورٹا (۱۹۱۹ء) کے نظریات کا ردّ اور ان کا تعاقب کیا ہے، جبکہ ارشمیدس (متوفی ۲۱۲ ق۔م) کے نظریہ وزن، حجم وکمیت، محمد بن موسیٰ خوارزمی (۲۱۵ھ/ ۸۳۱ء) کی مساوات الجبراء اور اشکال جیومیٹری، یعقوب الکندی (۲۳۵ھ/ ۸۵۰ء)، امام غزالی (۴۵۰ھ تا ۵۰۵ھ/ ۱۰۵۹ء تا ۱۱۱۲ء)، امام رازی (۵۴۴ھ تا ۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹ء تا ۱۲۱۰ء) کے فلسفہ الٰہیات، ابوریحان البیرونی (۳۵۱ھ تا ۴۴۰ھ/ ۹۷۳ء تا ۱۰۴۸ء)، ابن الہیثم (۴۳۰ھ/ ۱۰۳۹ء)، عمر الخیام (۵۱۷ھ/ ۱۱۲۳ء) کے نظریاتِ ہیأت وجغرافیہ، ڈیموقریطس کے نظریہ ایٹم اور جے جے ٹامس کے نظریات کی تائید کی اور دلائل عقلیہ سے پہلے آیات قرآنیہ پیش کیں۔امام احمد رضا پر یہ عطا------ یہ نوازش------ یہ کرم------ یہ عنایت------ یہ التفات------ یہ فیض------سب کچھ محض اس بنا پر تھا کہ مولانا احمد رضا خان کو اسلام کی عظیم انقلابی قوت جذبہ عشق رسول ﷺ حاصل تھا

....

۱۔محمد مالک،ڈاکٹر،امام احمد رضا بریلوی اور سائنس،ڈیرہ غازی خان:انجمن غلامانِ احمد رضا خان بریلوی،۱۹۹۱ء،ص ۳

۲۔ریاست علی،سید،قادری، مجدد ملت امام احمد رضا بحیثیت سائنسدان حکیم اور اور فلسفی،مشمولہ: معارف رضا،شمارہ ششم ،۱۹۸۶ء،ص ۲۱۴

۳۔محمد مالک،ڈاکٹر،امام احمد رضا بریلوی اور سائنس،ص ۲

۴۔ایضاً۔

اوراسی والہانہ عشق سے مسلمانوں کی دینی ترقی ، سیاسی کامیابی ،علم کی ترویج ،معاشی وعمرانی استحکام اورثقافتی وتمدنی الغرض ہرسطح کی کامیابیاں وکامرانیاں وابستہ ہیں حقیقت ہے کہ جسے محبت رسول ﷺ کا صادق جذبہ ہاتھ آگیا دین ودنیا کی تمام دولت اسی کے دامن میں آکرسمٹ جاتی ہے،مولانا احمد رضاخان کا یہی تجدیدی کارنامہ ہے جس کے سب ہی معترف ہیں ۔[1]

مولانا احمد رضاخان خودفرماتے ہیں ۔

''بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب وجبرومقابلہ ولوگارثم وعلم مربعات ،وعلم مثلث کروی وعلم ہیئت قدیمہ وہیئت جدیدہ وزیجات وارثماطیقی وغیرہا میں تصنیفات فائقہ وتحریرات رائقہ لکھیں اورصدہا قواعد وضوابط خودایجاد کیے۔تحدثا بنعم اور یہ بحمداللہ تعالیٰ اس ارشاد اقدس کی تصدیق تھی کہ ان کوخودحل کرلوگے۔فلسفہ قدیمہ کی دوچار کتابیں مطابق درس نظامی اعلی حضرت قدس سرہ الشریف (والدگرامی) سے پڑھیں اورچندروزطلبہ کوپڑھائیں ،مگر بحمداللہ تعالیٰ روزِاول سے طبیعت اس کی ضلالتوں سے دوراوراس کی ظلمتوں سے نفورتھی ۔''[2]

کیا مولانا احمد رضاخان سائنس کے خلاف تھے

مولانا احمد رضاخان دین اوردنیا کی تعلیم کے درمیان توازن کے قائل تھے آپ ایسی سائنسی تعلیم کے خلاف تھے جواسلام کے قوانین کے خلاف ہواوراس کی وجہ سے ایمان خطرے میں پڑ جائے اوردل میں دینی تعلیم کی وقعت کم ہوجائے خدااوررسول ﷺ کوبھول جائیں آپ ایسے لوگوں کاردکرتے ہوئے لکھتے ہیں

''عزیزو!اسی زنگ کاثمرہ ہے کہ منہمکانِ تفلسف علوم دینیہ کوحقیر جانتے ،اورعلمائے دین سے استہزاء کرتے ۔بلکہ انہیں جاہل اورلقب علم اپنے ہی لیے خاص سمجھتے ہیں اگرآئینۂ دل روشن ہوتا تو جانتے کہ وہ مصطفی ﷺ کے وارث ونائب ہیں ۔وہ کیسی نفیس دولت کے حامل وصاحبِ ہیں جس کے لیے خدانے کتابیں اتاریں ،انبیاء نے تفہیم میں عمریں درازیں ۔وہ اسلام کے رکن ہیں ۔وہ جنت کے عماد ہیں ۔وہ خدا کے محبوب ہیں ۔وہ جانِ رشاد ہیں ۔رہا اُن کے ساتھ استہزا، اُس کامزہ آج نہ کھلا توکل قریب ہے ۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ .[3]

اوراب وہ جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پرپلٹا کھائیں گے ۔''[4]

آپ سائنس میں مستغرق ،گمراہ فلسفیوں کامزیدردکرتے ہوئے آخرت کاانجام یاددلاتے ہیں

''عزیزو !خداراغورکرو،قبر میں حشر میں تم سے یہ سوال ہوگا کہ عقائد کیا تھے اوراعمال کیسے ؟ یا یہ کہ وہ کلی طبعی

۱۔ا۔نسیم احمد صدیقی ،مولانا ،اعلیٰ حضرت علمی کارنامہ علوم وفنون کی فہرست ،ص ۵-۶

۲۔احمد رضا،امام ،فتاوٰی رضویہ ،ج ا،ص ۱۲

۳۔شعراء:۲۲۷

۴۔احمد رضا،امام ،فتاوٰی رضویہ ،ج ۲۷،ص ۱۹۱-۱۹۲

خارج میں موجود ہے یا معدوم؟ اور زمانہ غیر قار و حرکتہ بمعنی اَلْقَطْعُ کَائِنٌ فِی الْاَعْیَانِ ہیں یا آنِ سیّال و حرکت بمعنی التوسط سے موہوم۔''[1]

سائنس کا علم کتنا سیکھنا چاہئے۔

مولانا احمد رضا خان اتنا سائنس کا علم سیکھنے کے قائل ہیں جتنے کی ضرورت ہو۔ آپ فرماتے ہیں

''عزیزو! میں نہیں کہتا کہ منطقِ اسلامیاں ______ ریاضی، ہندسہ وغیرہا اجزائے جائزہ فلسفہ ______ نہ پڑھو۔ پڑھو، مگر بقدر ضرورت ______ پھر ان میں انہماک ہرگز نہ کرو ______ بلکہ اصل کار علوم دینیہ سے رکھو۔ راہ یہ ہے ______ اور آئندہ کسی پر جبر نہیں۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔[2] (اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔''[3]

سائنسی علوم پڑھنے کی شرائط

مولانا احمد رضا خان سائنسی علوم کو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں آپ لکھتے ہیں

''سائنس وغیرہ وہ فنون و کتب پڑھنی جن میں انکار وجود آسمان و گردش آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو حرام ہے، اور وہ نوکری جو خود حرام یا حرام میں اعانت ہے اس کی نیت سے پڑھنا بھی حرام ہے اور اگر جائز فنون جائز نوکری کے لئے پڑھے تو جائز ہے جبکہ اس میں وہ انہماک نہ ہو کہ اپنے ضروریات دین و علوم فرض کی تعلیم سے باز رکھے ورنہ جو فرض سے باز رکھے حرام ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین واخلاق ووضع پر اثر نہ پڑے، اسلامی عقائد وخیالات پر ثابت و مستقیم اور مسلمانی وضع پر قائم رہے ان سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لئے حرج نہیں رہی اس سے عزو جاہ دنیوی کی طلب، طلب جاہ خود ناجائز ہے اگر چہ عربی زبان و اسلامی علوم سے ہو نہ کہ وہ جاہ کہ استقامت علی الدین کے ساتھ کم جمع ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا۔[4]

کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ سب عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔''[5]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷، ص ۱۹۲

۲۔ البقرہ: ۲۱۳

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷، ص ۱۹۲

۴۔ نساء: ۱۳۹

۵۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳، ص ۷۰۹

اولیات مولانا احمد رضا خان

☆ پہلا سائنسدان جس نے آٹھ سال کی عمر میں پہلی کتاب بزبان عربی (شرح ہدایۃ النحو) لکھی۔ جو اس صدی کا سب سے بہترین (I.Q) ظاہر کرتا ہے۔

☆ پہلا سائنسدان جس نے سائنس کے تقریباً ہر شعبہ پر کوئی کتاب، رسالہ یا تحریر رقم فرمائی جو ماہرین کے لئے دعوت فکر ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے میڈیکل ایمبریالوجی (Madical Embryology) کے حوالے سے قرآنی آیات فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ا؎ (Fetal development within three veils of darkness) کے علاوہ Amnion,chorion & decidue(Function)capsularis بیان کر کے ماہرین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے ایک صدی قبل (Genetics_Genes & Chromosomes) سے متعلق concept پیش کیا جبکہ یونیورسٹیوں میں اس کا تصور بھی نہ تھا۔ یہ بحث آج کل Genetic control of protein senthesis کہلاتی ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے ۳۰ سال کی عمر میں قرآن پاک کی روشنی میں میڈیکل ایمبریالوجی (Medical Embriology) کے فکر انگیز موضوعات پر درج ذیل گفتگو کی ہے۔

- o Transport,fertilization and implamation of developing ovum at at the endometrium of uterus.
- o Zygot formation , intracullar division.
- o Manifestation of prvidenc during pregnancy and lactation.
- o Intra uterine nutrition of the ebryo.
- o Intr uterine development of the human body, its variuos stages and organ formation.

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے ۳۰ سال کی عمر میڈیکل فزیالوجی (Madical physiology) سے متعلق خوبصورت تحقیق انیق فرمائی جو جدید میڈیکل ریسرچ سے مطابقت رکھتی ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے جذام (L e p r o s y) سے متعلق اسلامی نظریہ غیر متعدی

ا؎ زمر:۶

(Non-Communicable) پیش کرکے اسلام کی برتری (Supremacy of Islam) کو ثابت کیا ہے جس کی تائید آج میڈیکل سائنس نے بھی کردی ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے طاعون (Plague) بیماری سے متعلق اسلامی تحقیق کی ایسی وضاحت فرمائی جسے جدید میڈیکل سائنس خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے ایک صدی قبل سب سے پہلے الٹراساؤنڈ مشین (Ultrasound machine) کا فارمولا نظریہ روشنی (Light theory) کی بنیاد (base) پر پیش کرکے سائنسی دنیا میں سبقت حاصل کرلی ہے۔ یہ بحث آجکل (Peizoelectric phenomenon) کہلاتی ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے سب سے پہلے ایٹمی پروگرام کا قرآنی تصور وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (اور ہم نے اسے پارہ پارہ کردیا) سے استنباط کرکے نظریہ ایٹم بیان کیا اور غلبہ اسلام کی حقانیت کو ثابت کرکے دور حاضر کے مسلم سائنسدانوں کو دعوت فکر دی ہے

☆ پہلا مسلم جس نے جدید ٹیلی کمیونیکیشن (Modern communication system) کے بنیادی اصول پر فکری بحث کو تجربات سے ثابت کیا ہے اور ایک صدی قبل بتایا کہ آوازیں فضا میں موجود ہیں۔ نیز ساؤنڈ تھیوری (Sound theory) پیش کرکے کان کی ساخت (Anatomy of the Ear-outer/Ear-middle(Tympanic membrane) اور Musles-tensor tympani/stapidius کو سماعت کے لئے ضروری بتایا اور تجربات سے ثابت کیا کہ بغیر واسطہ کے ہم آواز نہیں سن سکتے۔ نیز بتایا کہ آواز (Sound) پیدا ہونے سے سننے تک مخروطی شکل (Conical shap) اختیار کرتی ہے۔ جس کی تائید جدید فزیکل سائنس نے کردی ہے۔ یہ بحث آجکل (Damped Harmonic motion) کہلاتی ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے فزکس کے موضوع (Fluid dynamics) سے متعلق رسالہ اَلدِّقَّةُ وَالتِّبْيَانُ لِعِلْمِ رِقَّتِ وَالسَّيَلَانِ ١٩١٥ء لکھ کر جدید سائنسی اور فقہی انداز سے تحقیق کے انمول موتی بکھیرے اور پانی کی ٣٠٦ اقسام بیان کرکے ماہرین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے نفس، قلب اور روح Vs(ID,Ego,Super Ego) کی اہمیت بیان کرکے معروف ماہرین نفسیات (Psychologists) Sigmond freud,Alfred adler,Carl Young,Karen Horney,B.F Skinner,Erik Erison,Erik Fromm,J.B watson & W.H.Sheldon پر سبقت حاصل کرلی ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے نظریہ ارتقاء (Evalution theory) کو قرآنی بنیاد پر پیش کرکے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے علم ریاضی (Math)، الجبرا (Algebra) اور علم ہندسہ

(Geometry) میں اپنی تخلیقی کاوشوں سے فکری زاویے بیان کر کے ماہرین کو دعوت تحقیق دی ہے اور برصغیر پاک و ہند کے معروف ریاضی دان ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی) کی علم ریاضی میں مشکل حل کر کے ماہرین سائنس کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنس دان جس نے سب سے پہلے ۱۸۹۶ء میں اپنی کتاب **الصمصام** میں Topology سے متعلق تھیوری پیش کی بعد میں ۱۹۰۵ء **الدولۃ المکیہ** میں گفتگو کر کے سبقت حاصل کر لی جبکہ یہ علم پاک و ہند میں ۱۹۶۸ء میں متعارف ہوا۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے زمین کے ساکن ہونے کے حوالے سے فکر انگیز درج ذیل رسائل تحریر فرمائے۔

- **نُزُوْلِ آیَا تِ فُرْقَان بسَکُوْنِ زَمِیْن و آسمَان ۱۹۱۹ء**
- **مُعَیّن مُبِیْن بَهرُدَوْرِ شَمْس وَسَکُوْنِ زَمِیْن۱۹۱۹ء**
- **فَوْزَ مُبِیْں دَرْ حَرْکَتِ زَمِیْن۱۹۱۹ء**

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس نے سب سے پہلے مغربی سائنسدان نیوٹن، آئن سٹائن، کوپرنیکس، کیپلر اور گیلیلیو کے نظریات کو چیلنج کر کے سائنسی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس کی تحقیقی خدمات کو معروف ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

☆ پہلا مسلم سائنسدان جس کی تحقیقی تصانیف کی تعداد ہزار سے زائد ہے جن کے علوم کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے جس کی تحقیقی خدمات پر ایم فل (M.Phil) اور (Ph.D) کی اعلیٰ ڈگریاں سرفہرست ہیں۔[1]

ا۔ محمد مالک، ڈاکٹر، چودھویں صدی ہجری کا عالم سائنسدان، مشمولہ: مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، (صدر: وجاہت رسول ،سید)، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۶ء، ص ۶۰-۶۱

باب دوم

روشنی کے بارے میں
مولانا احمد رضا خان کی تحقیقات کا جائزہ

علم الطبیعیات کی ایک اہم شاخ روشنی ہے روشنی انرجی کی ایک قسم ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتی ہے ۔روشنی کا بڑا ماخذ سورج ہے۔روشنی کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہے۔انسان اس سے بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ مختلف ادوار میں،مختلف ماہرین طبیعیات اس کی ہیئت(Nature)،اشاعت(Propagation)،انعکاس (Total Internal Reflection)،انعطاف(Reflection)،اور دوسرے روشنی کے قوانین پر بحث کرتے آئے ہیں۔اس کو مزید کئی شاخوں میں تقسیم کیا جیسے کلر، لائٹ انٹنسیٹی ،قوانٹم پروپرٹیز، پولرائزیشن، ایٹموسفیرک فینومینا اور پروپیگیشن آف لائٹ وغیرہ۔

نظریہ روشنی میں مشہور ماہرین طبیعیات مندرجہ ذیل ہیں

Ibin-ul-Hasum (965-1039)

Willebrord Snell (1591-1626)

Robert Hooke (1635-1703)

Isaac Newton (1642-1727)

James Clark Maxwell (1865)

Michelson (1852)

Imam Ahmad Raza (1856-1921)

Breilvi-Asian Muslim Physicist of the 20 th century Morley (1931)

Max plank (1859-1947)

Albert Einstein (1879-1955)

Louis de Broglie (1892-1987)[1]

مندرجہ بالا ماہرین طبیعیات میں پہلے ایشین مسلمان ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا خان (۱۸۵۶؁ء۱۹۲۱؁) ہیں جنہوں نے ماہیت روشنی اور فزیکل آپٹکس کے مندرجہ مضامین پر تحقیقی کام کیا۔

☆ Nature of light & Composition of Light

---

1. Muhammad Malik(2010):"*Scientific Work of Imam Ahmad Raza*",Karachi:Idara Tahqeeqat Imam Ahmad Raza,p-158

☆ Reflection of light

☆ Total Internal Reflection

☆ Theories of Light

☆ Corpuscal Theory

☆ Wave theory

☆ Laws of light

☆ Atmospheric Reflection

☆ Image Formation by Reflection & Reflaction

☆ Reversal of Image

☆ Formulation of Ultrasound machine on basis of reflection and refraction (Piezoelectric Phenomenon-transmission & reflection)[1]

روشنی اور آپٹکس کے متعلق مضامین مولانا احمد رضا خان نے اپنے درج ذیل رسائل میں ذکر فرمائے ہیں

☆ اَلصَّمْصَامُ علیٰ مُشَکِّکٍ فِی آیَةِ الْعُلُوْمِ الْاَرْحَامِ (۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۶)

☆ اَلدِّقَّةُ وَالتِّبْیَانِ لِعِلْمِ الرِّقَّةِوَالسَّیَلَانِ (پانی کی) رقت اور سیلان کا واضح بیان (ت) (۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۵ء)

☆ اَلْکَلِمَةُالْمُلْهِمَه فِی الْحِکْمَةِالْمُحْکَمَةِلِوَهاءِ فَلْسَفَةِالْمَشْئَمَةِ

فلسفہ قدیمہ کے نظریات کا ردّ بلیغ (۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء)

☆ صَلاۃُ الصَّفَاءِ فِی نُورِ الْمُصْطَفیٰ ﷺ روشنی کے بارے میں تحقیق (۱۳۲۹ھ، ۱۹۱۱)

(مندرجہ بالا رسائل فتاوٰی رضویہ کی جلد ۳، ۲۷، ۲۹ اور ۳۰ میں موجود ہیں)

---

1. Muhammad Malik(2010):"*Scientific Work of Imam Ahmad Raza*",p-158

فصل اول

روشنی کی ماہیئت، اشاعت، انعکاس

(Nature, Propagation, Reflection of Light)

(i)نور، روشنی (Definition of Light)

روشنی کیا ہے؟ مولانا احمد رضا خان روشنی کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

''نور عرف عامہ میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو۔''[۱]

پھر اپنی اس تعریف کی تائید میں سید شریف جرجانی کی تعریف کو ذکر کیا۔

اَلنُّورُ کَیْفِیَۃٌ تُدْرِکُھَا البَاصِرَۃُ اَوَّلًا وَبِوَاسِطَتِھَا سَائِرِ الْمُبصرَاتِ[۲]

نور ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ادراک قوت باصرہ پہلے کرتی ہے پھر اس کے واسطے سے تمام مبصرات کا ادراک کرتی ہے۔[۳]

روشنی کا منبع و مآخذ (Main Source of light)

روشنی کا منبع و مآخذ سورج اور چراغ ہیں ان کے علاوہ باقی تمام اشیاء بے نور ہوتی ہیں اس حقیقت کا مولانا احمد رضا خان یوں اظہار فرماتے ہیں۔

''روشنی بالذات (یعنی بلاواسطہ) آفتاب و چراغ میں ہے، زمین ومکاں اپنی ذات میں بے نور ہیں مگر بالعرض (یعنی بالواسطہ) آفتاب (یعنی سورج) کی وجہ سے تمام دنیا منوّر اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ اِن (یعنی زمین ومکاں) کی روشنی اُنہیں (یعنی آفتاب و چراغ) کی روشنی ہے۔ اُن (یعنی آفتاب و چراغ) کی روشنی اِن (یعنی زمین ومکاں) سے اٹھالی جائے تو وہ ابھی تاریکِ محض رہ جائیں۔''[۴]

سورج اور سیاروں کی مثال (Example of Sun and Planets)

مندرجہ بالا اصول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور ان سیاروں میں منقسم ہو گیا ہے جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جدا ہوا

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۶۶۴

۲۔ جرجانی، علی بن محمد، شریف، التعریفات، بیروت: دار الکتاب العلمیہ، ۱۹۸۳ء، ص ۲۴۶

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۶۶۴

۴۔ ایضاً۔

اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمکتے ہیں اور سورج کی روشنی سے منور ہوئے۔''[۱]

مزید مثالوں سے وضاحت

مزید سمجھنے کے لئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاعوں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہو جاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیونکہ براہ راست دیوار پر سورج کا نور نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سورج سے جدا ہوا، اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے۔[۲]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۶۷۰

۲۔ ایضاً۔

(ii)اشاعت روشنی (Propagation of light)

روشنی اپنے منبع اور ماٰخذ سے نکلتی ہے اور بے نور اشیاء تک پہنچ کر ان کو روشن کر دیتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے روشنی کے منبع سے بے نور اشیاء تک پہنچنے کے اعتبار سے روشنی کی دو قسمیں بیان کی ہیں کہ ایک روشنی منبع روشنی میں موجود جبکہ دوسری روشنی ان اشیاء میں جو خود منبع روشنی تو نہیں ہوتے ہیں لیکن منبع روشنی کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور روشنی درحقیقت ان دونوں جگہوں پر ایک ہی ہوتی ہے اس کے دو مختلف وجود نہیں ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کا مولانا احمد رضا خان یوں انکشاف فرماتے ہیں:۔

''وجود میں نور کی صرف دو ہی قسمیں، ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے والا، حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک ہی ہیں، یہ ایک حقیقی نور ہی قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے متعدد مظاہر میں ہوتا ہے اور تمام اقسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے ان کو منور کرتا ہے جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلاواسطہ سب سے پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔''[۱]

وضاحت

مندرجہ بالا عبارت سے تین فائدے حاصل ہوئے۔

ایک یہ کہ تمام مقامات پر روشنی ایک ہی ہوتی ہے معلوم ہوا کہ روشنی وجود رکھتی ہے جب ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتی ہے تو اپنی مخصوص شکل کے ساتھ سفر کرتی ہے جس میں اس کا وجود برقرار رہتا ہے اور ماڈرن فزکس نے ثابت کر دیا کہ روشنی (Dual in nature) ہے جیسا کہ (Corpuscular theory) کہ روشنی ذرات کی صورت میں چلتی ہے اور (Wave Theory) کہ روشنی موجوں کی صورت میں چلتی ہے اور اس میں انرجی موجود ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ مختلف اجسام مختلف قابلیت کے حامل ہوتے ہیں اپنی قابلیت کی بنیاد پر روشنی کو حاصل کر کے دوسرے اجسام کو بھی روشن کر دیتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ روشنی کی ایک خاصیت بھی معلوم ہوئی کہ روشنی جب بھی سفر کرتی ہے تو خط مستقیم پر سفر کرتی ہے اور مختلف اجسام سے ٹکرا کر منتشر ہو جاتی ہے۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۶۷۰

روشنی کے پھیلاؤ کا طریقہ

(Method of Propagation of light)

مختلف بے نور اشیاء سورج سے روشنی اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرتی ہیں پھر اس روشنی کو منعکس کر کے ان اشیاء تک پہنچا دیتی ہیں جن تک سورج کی روشنی بلاواسطہ نہیں پہنچ سکتی یوں روشنی مختلف واسطوں سے ہوتی ہوئی مختلف مظاہر کو روشن کر دیتی ہیں۔ اس حقیقت کا مولانا احمد رضا خان یوں اظہار فرماتے ہیں:

''آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کر سکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیتی نور سے متکیف ہیں اگر چہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقّف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہوا کہ، کیفیت نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذات آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہو گیا ہو، یونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر ان کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطہ وصول ہیں۔''[۱]

وضاحت

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ روشنی خط مستقیم پر چلتی ہے جب اس کے سامنے کوئی شی آتی ہے تو روشنی اس سے ٹکرا کر منعکس ہو جاتی ہے۔ پھر دوسری اشیاء پر پڑتی ہے پھر منعکس ہو جاتی ہے پھر تیسری اشیاء پر پڑتی ہے پھر منعکس ہو جاتی ہے یوں سلسلہ چلتا جاتا ہے اور روشنی پھیلانے کے لئے واسطے در واسطے پیدا ہوتے جاتے ہیں پھر اس طریقہ سے تمام مظاہر عالم روشن ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف اجالا ہی اجالا ہو جاتا ہے۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۶۶۸

(iii) انعکاسِ روشنی (Reflection of Light)

جب ایک واسطے میں محوسفر روشنی دوسرے واسطے کی سطح سے ٹکراتی ہے تو اس کا کچھ حصہ واپس پہلے واسطے میں پلٹ جاتا ہے۔اس کو انعکاس روشنی یا انعکاس نور کہتے ہیں۔

قوانین انعکاس

مولانا احمد رضا خان انعکاس نور کے قاعدہ کو یوں بیان فرماتے ہیں

''زوایائے انعکاس ہمیشہ زوایائے شعاع کے برابر ہوتے ہیں''۔[1]

قاعدہ کی مثال سے وضاحت

مولانا احمد رضا خان اس پر ایک مثال بھی بیان فرماتے ہیں۔

''اشعہ بصریہ اُتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹیں لہذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔''[2]

شکل سے وضاحت

شکل میں $\overline{MM'}$ ایک مستوی آئینہ ہے اس کے سامنے ایک روشن نقطہ $\overline{O}$ واقع ہے۔جس سے ہر طرف روشنی کی شعاعیں خارج ہورہی ہیں۔شکل میں صرف ایک شعاع $\overline{OA}$ آئینے کی سطح سے نقطہ $\overline{A}$ پر ٹکراتی اور منعکس ہوکر $\overline{AR}$ راستہ اختیار کرتی دکھائی گئی ہے
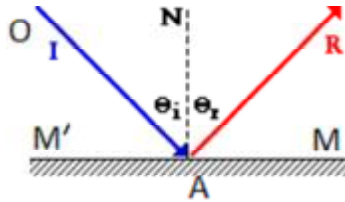
۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۳،ص ۲۴۰

۲۔ایضاً۔

شعاع واقع:

شعاع واقع $\overline{OA}$ کو شعاع واقع (Incident Ray) کہتے ہیں۔

نقطہ وقوع:

نقطہ $\overline{A}$ کو نقطہ وقوع (Point of Incidence) کہتے ہیں۔

شعاع منعکس:

شعاع $\overline{AR}$ کو شعاع منعکس (Reflected Ray) کہتے ہیں

عمود یا نارمل:

مستوی آئینہ کے نقطہ وقوع $\overline{A}$ پر عمودی خط $\overline{NA}$ کو عمود (Perpendicular) کہتے ہیں۔

زاویہ وقوع:

شعاع واقع اور عمود کے درمیانی زاویہ $\overline{OAN}$ کو زاویہ وقوع (Angle of incidence) کہتے ہیں اور اسے ''i'' سے ظاہر کرتے ہیں۔

زاویہ انعکاس:

شعاع منعکس اور عمود کے درمیانی زاویہ $\overline{NAR}$ کو زاویہ انعکاس کہتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ زاویہ انعکاس ہمیشہ زاویہ وقوع کے برابر ہوتا ہے۔

فصل دوم

روشنی کا انعطاف، میڈیم اور خصوصیات

(Refraction, Medium & Characteristics of Light)

(i) انعطافِ روشنی (Refraction of Light)

جب روشنی ایک واسطے سے دوسرے واسطے میں داخل ہو تو اس کی سمت اور ولاسٹی میں تبدیلی کو روشنی کا انعطاف (Reflaction of Light) کہتے ہیں۔

روشنی کے انعطاف کی وضاحت نیچے دی گئی شکل میں کی گئی ہے۔
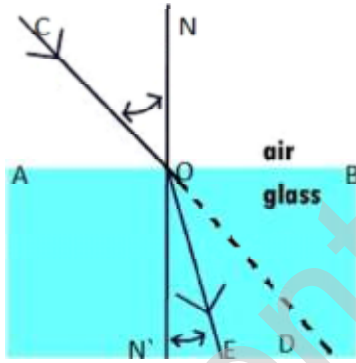
شکل میں $\overline{AB}$ دو واسطوں کو جدا کرنے والی سطح ہے جب روشنی کی ایک شعاع $\overline{CO}$ ایک واسطے سے دوسرے میں جاتی ہے تو اس کی سمت $\overline{OD}$ کی بجائے $\overline{OE}$ کی طرف بدل جاتی ہے

نقطہ وقوع:

نقطہ $\overline{O}$ کو نقطہ وقوع کہتے ہیں۔

شعاع منعطف:

$\overline{OE}$ کو شعاع منعطف کہتے ہیں۔

عمود:

$\overline{NON'}$ سطح $\overline{AB}$ میں نقطہ $\overline{O}$ پر عمود ہے۔

زاویہ وقوع:

شعاع واقع اور عمود کے درمیان زاویہ $\overline{CON}$ زاویہ وقوع کہلاتا ہے۔

زاویہ انعطاف:

زاویہ $\overline{EON'}$ جو شعاع منعطف اور عمود کے درمیان بنتا ہے زاویہ انعطاف کہلاتا ہے۔

نتائج:

تجربات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ

۱۔ روشنی جب لطیف واسطے (Rarer Medium) سے کثیف واسطے (Denser Medium) مثلاً ہوا سے شیشے میں داخل ہوتی ہے تو عمود کی طرف جھک جاتی ہے۔

۲۔ روشنی جب کثیف واسطے سے لطیف واسطے میں داخل ہوتی ہے تو عمود سے دور ہٹ جاتی ہے۔

قوانین انعطاف

روشنی کا انعطاف دو قوانین کے تحت ہوتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں

(i) شعاع واقع، شعاع منعطف اور نقطہ وقوع پر عمود سب ایک مستوی میں ہیں۔

(ii) اگر روشنی کی شعاع ایک واسطے سے دوسرے واسطے میں داخل ہو رہی ہو تو زاویہ وقوع کے Sine اور زاویہ انعطاف کے Sine میں ایک مستقل نسبت ہوتی ہے اس مستقل کو انعطاف نما (Reflactive Index) کہتے ہیں

$$\text{انعطاف نما } n = \frac{\text{زاویہ وقوع کی sine}}{\text{زاویہ انعطاف کی sine}}$$

$$n = \frac{\text{sine } i}{\text{sine } r}$$

یہ سنیل کا قانون (Snell's law) کہلاتا ہے۔[1]

مولانا احمد رضا خان کا عملی تجربہ

مولانا احمد رضا خان نے ''انعطاف نور'' کی تھیوری کی وضاحت پریکٹیکل کے ذریعے اس وقت فرمائی جب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی نے دریافت کیا کہ حضور! اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقتاً طلوع نہیں ہوا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا۔

مولانا سید ایوب علی بیان کرتے ہیں۔

''اس کا جواب علمی اصطلاحات میں مولانا احمد رضا خان نے دیا جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں جو مثال

---

1. Wolf, K. B. (1995),"*Geometry and dynamics in refracting systems"*, European Journal of Physics 16: 14–20.

بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہنچتی ہے تو باہر چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے، یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجیے۔

مولانا احمد رضا نے حاجی کفایت اللہ سے فرمایا: حاجی صاحب! طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ اب مولانا احمد رضا خان نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ کھڑے ہو کر دیکھئے برتن میں روپیہ نظر آتا ہے یا نہیں انہوں نے کچھ فاصلہ سے دیکھ کر عرض کیا: نظر آرہا ہے۔ فرمایا ذرا اور پیچھے ہٹ آیئے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور کہا: اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔

مولانا احمد رضا نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: اب نظر آنے لگا، فرمایا: اور دو قدم پیچھے جایئے۔ پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا۔ روپیہ پھر نمایاں تھا۔ بعدہ ڈاکٹر صاحب نے کہا: افسوس یہ کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔''[۱]

مذکورہ سوال کا تعلق دراصل روشنی کی ایک خصوصیت ''انعطاف نور Refraction of light'' سے ہے۔ جس کی توضیح مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) جھروکوں یا روشن دان والے بند کمرے سے باہر والے آدمیوں کا سایہ انعطاف نور ہی کے سبب الٹا نظر آتا ہے۔ آدمی کے اوپری اور نچلے حصے سے آنے والی شعاعیں جھروکوں سے گزر کر کمرے میں آتی ہیں تو مڑ جاتی ہیں اور سب سے نچلی شعاع اوپر اور اوپری نیچے ہو جاتی ہے، اور آدمی کا سایہ الٹا نظر آتا ہے یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر ۔

(ب) مولانا احمد رضا خان نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو جو تجربہ دکھایا۔ اس کا تعلق بھی انعطاف نور سے ہے۔

نیچے شکل میں پانی سے بھرا ہوا گھڑا ہے اس میں A مقام پر ایک مچھلی ہے یہ مچھلی باہر دیکھنے والے کو B پر نظر آتی ہے، یعنی اپنے مقام A سے اوپر اٹھی ہوئی، دراصل ایسا انعطاف نور کے سبب ہی نظر آتا ہے۔ A سے چلنے والی شعاعیں جب پانی اور ہوا کی سطح پر آتی ہیں تو مڑ جاتی ہیں اور اس طرح یہ شعاعیں B سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اس لئے نچلی سطح پر موجود مچھلی اپنے مقام سے اوپر نظر آتی ہے۔

پانی سے بھرے ہوئے برتن میں ڈاکٹر صاحب کو روپیہ اسی لئے نظر آنے لگا۔ ویسے اگر طشت میں پانی نہیں ہوتا تو روپیہ نظر نہیں آتا۔ برتن میں پانی ڈالنے سے انعطاف نور کا عمل ہوا اور روپیہ نظر آنے لگا۔ البتہ فاصلہ بڑھا تو روپیہ پھر نظروں سے غائب تھا لیکن پھر برتن میں پانی ڈالا گیا تو شعاعوں میں انعطاف نور کے سبب روپیہ پھر نظر آنے لگا۔ مولانا احمد رضا خان نے انعطاف نور کی تھیوری سے ڈاکٹر صاحب کو سمجھایا کہ سورج طلوع ہونے قبل طلوع ہوتا نظر آتا ہے [۲]

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ا ص ۶۴

۲۔ عبد النعیم عزیزی، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور علم طبیعات، بریلی: رضا اسلامک اکیڈمی، ج ا ص ۲۴۰
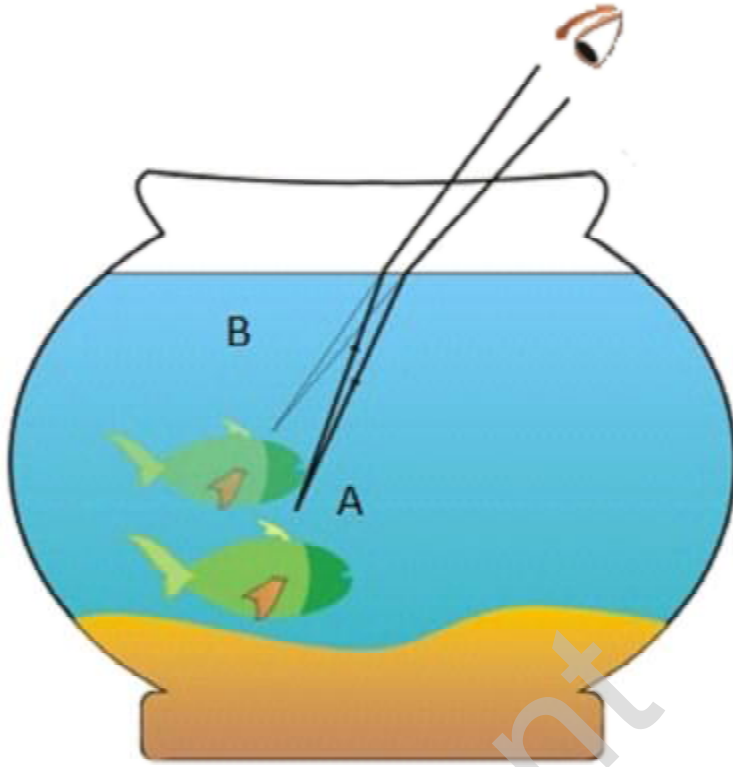
ڈاکٹر ضیاء الدین کے ذکر کردہ سوال پر مولانا ظفر الدین بہاری تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ڈاکٹر صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے معلوم ہونے لگتا ہے اور اسی طرح غروب ہو جانے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے، غالباً اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہوگا جو سید صاحب کی سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے......وجہ اس کی یہ ہے کہ علم المناظر میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب دو ملاء کے ملتقی پر پہنچے گی ٹوٹ جائے گی۔ اور جس سمت پر جارہی تھی اس کے نیچے ہو کر گزرے گی...... یوں ہی طلوع و غروب کے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں نگاہ کو دو ملاء کو قطع کرنا پڑتا ہے، ایک عالم نسیم کا کثیف ہے اور دوسرا اس کے بعد کی ہوا کا کہ بہ نسبت اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوطِ شعاعیہ ملتقی پر پہنچ کر ٹوٹ جائے گی اور نیچے ہو کر گزرے گی۔[1]

....

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۶۴

(ii) روشنی اور میڈیم (Medium and Light)

روشنی کے گزرنے کے لئے میڈیم

روشنی کے گزرنے کے لئے میڈیم کا ہونا ضروری ہے اب میڈیم دو قسم کا ہوتا ہے

۱۔کثیف میڈیم

۲۔لطیف میڈیم

کثیف میڈیم سے روشنی کا گزرنا مشکل ہے جبکہ لطیف میڈیم سے روشنی آسانی سے گزر سکتی ہے جیسے فرشتے لطیف اجسام ہیں اور آسمان فرشتوں سے پر ہیں لیکن روشنی پھر بھی ہم تک پہنچتی ہے اسی طرح آگ اور ہوا سے بھی گزر جاتی ہے اور ان چیزوں کا سایہ بھی نہیں بنتا ہے۔مولانا احمد رضا خان اس بات کو یوں ذکر فرماتے ہیں

''حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کے سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندکیاں نور کے سائے کے اندر نظر آتی ہیں، ملائکہ تو لطیف تر ہیں، نار کے لئے سایہ نہیں بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالم نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے اس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہ ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین بھی، جبکہ دھوپ کسی بند مکان میں روزن سے داخل ہوا ان میں کسی کے سایہ نہیں۔''[۱]

مندرجہ بالا پیراگراف میں مولانا احمد رضا خان نے ایک قاعدہ ذکر فرمایا کہ جو بھی چیز لطیف ہوگی روشنی اس سے گزر جائے گی اور اس کا سایہ نہیں ہوگا اور جو چیز کثیف ہوگی روشنی اس سے نہ گزر سکے گی اور اس کا سایہ بھی ہوگا۔

کیا آسمان کا وجود ہے اور اس میں سے روشنی گزر سکتی ہے

فلاسفہ جدیدہ (Modern Science) کہتے ہیں آسمان کا کوئی وجود نہیں ہے جبکہ مولانا احمد رضا خان کا ان کے برعکس دعوٰی ہے کہ آسمان کا وجود ہے اور وہ لطیف جسم ہے اور اس میں سے روشنی بھی گزر جاتی ہے۔آپ سب سے پہلے آسمان کے وجود پر قرآن پاک سے دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں

''ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے، یہی پہلا آسمان ہے، قرآن عظیم یہی بتاتا ہے

اللہ تعالٰی نے فرمایا

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ .[۲]

۱۔احمد رضا،امام، فتاوٰی رضویہ، ج۳۰،ص۶۹۳

۲۔ق:۶

کیا نہیں دیکھتے اپنے اوپر آسمان کو، ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کہیں شگاف نہیں۔

اور فرماتا ہے

وَزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۱؎

ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔'' ۲؎

قرآن پاک سے دلیل دینے کے بعد یورپین سائنسدانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں

''اور اگر فلاسفہ یونانی کی فضلہ خوری سے یہی مانئے کہ جو نظر آتا ہے فلک نہیں، کرہ بخار ہے۔ جب ہمارا مطلب حاصل کہ اتنا بڑا جسم عظیم عنصری سایہ نہیں رکھتا، اسے آسمان کہو یا کرہ بخار، ہیئات جدیدہ کا کفر اوڑھو کہ آسمان کچھ ہے ہی نہیں، یہ جو نظر آتا ہے محض موہوم و بے حقیقت حد نگاہ ہے، تو ایک بات ہے مگر آسمانی کتاب پر ایمان لا کر آسمان سے انکار کرنا ناممکن۔'' ۳؎

مندرجہ بالا پیراگراف میں آپ لکھتے ہیں کہ اگر فلاسفہ یورپ آسمان کے وجود کو نہیں مانتے تو آسمانی کتابوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ آسمانی کتابوں پر ایمان لا چکے اب انکار کس بات کا! چلو آسمان کے وجود کو نہ مانیئے۔ کرہ بخار ہی مانو! کیا اتنا بڑا جسم عنصری سایہ نہیں رکھتا، ہاں ہاں وہ لطیف جسم ہے اس لئے اس میں سے روشنی گزر جاتی ہے۔

کیا روشنی لطیف اجسام سے گزر سکتی ہے اور حضور اکرم ﷺ کا جسم لطیف

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ اتنے بڑے بڑے اجسام سے روشنی گزر جاتی ہے اور ان کا سایہ نہیں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو تمام کثافتوں سے پاک پیدا فرمایا اور آپ کو خالص نور بنایا۔ اسی وجہ سے آپ کا سایہ بھی نہیں تھا۔ آپ رقمطراز ہوتے ہیں

''آپ ﷺ کی نورانیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ سایہ تو کثیف چیز کا ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپ کو اللہ نے تمام جسمانی کثافتوں سے پاک فرما دیا ہے اور آپ کو خالص نور بنا دیا ہے، چنانچہ آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔'' ۴؎

مندرجہ بالا قاعدہ سے استدلال پکڑتے ہوئے مولانا احمد رضا خان حضور اکرم ﷺ کے سایہ اقدس کے بارے میں لکھتے ہیں

۱۔ حجر: ۱۶

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۶۹۳

۳۔ ایضاً، ج ۳۰ ص ۶۹۳-۶۹۴

۴۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۶۸۹

''یہ سب تو قبول کرلیں گے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے تن اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا۔ جانے دو، یہاں ان ذروں کی باریکی جسم کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہو گے؟ اتنا بڑا جسم عظیم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے سارے کرہ زمین سے تین سو چھبیس حصے بڑا ہے، اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمہیں دن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔''[۱]

بڑے بڑے اجسام جیسے آسمان اور سورج کا سایہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے آج تک دیکھا ہے ان کے بارے میں تم کو کیسے یقین آ گیا کہ ان کا سایہ نہیں۔ پھر تم حضور اکرم ﷺ کے سایہ کے نہ ہونے کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خالص نور بنایا ہے۔

....

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰، ص ۶۹۳

(iii) مستوی آئینہ سے شبیہ کا بننا

(Formation of Image by a Plane Miror)

جب مستوی آئینہ کے سامنے کھڑے ہوکر اشیاء کو دیکھتے ہیں تو آئینہ کے سامنے کی اشیاء آئینہ کے پیچھے معلوم ہوتی ہیں۔آئینہ سے شبیہ کا بننا دراصل کسی منور جسم سے نکلنے والی شعاعوں کا انعکاس کے بعد سمت تبدیل کر کے ہماری آنکھوں تک پہنچنا ہے درحقیقت شعاعیں اپنے آغاز کے مقام کی بجائے دوسری طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ہم جسم کا مشاہدہ اسی سمت میں کرتے ہیں جس سمت سے شعاعیں ہماری آنکھ میں داخل ہورہی ہوتی ہیں۔مولانا احمد رضا خان اس قاعدہ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں

'' شفیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں اُن پر پڑ کر واپس ہوتی ہیں ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعہ بصر کو واپس پلٹا یا واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹتے میں انہیں دیکھا ہے ولہذا آئینے میں ؤہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں ؤہنی ولہذا شے آئینے سے جتنی دور ہو اسی قدر دور دکھائی دیتی ہے اگر چہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دَل جَو بھر ہے سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اُتنا ہی فاصلہ طے کر کے اُس تک پہنچتی ہے۔''[۱]

شکل سے وضاحت

مولانا احمد رضا خان کے مندرجہ بالا قاعدہ کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ
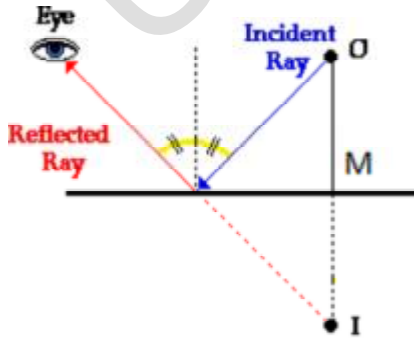
شکل میں ایک منور جسم $\overline{O}$ سے شعاعیں مستوی آئینہ سے منعکس ہوکر ہماری آنکھوں میں داخل ہورہی ہیں جسم $\overline{O}$ اور شبیہ $\overline{I}$ کو ملانے والا خط آئینہ کی سطح سے 90 درجے کا زاویہ بنا رہا ہے اقلیدسی بناوٹ سے فاصلہ $\overline{OM}$ اور $\overline{IM}$ برابر ہیں جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے روشنی کی شعاعیں $\overline{I}$ سے آرہی ہیں جبکہ وہ $\overline{O}$ سے آرہی ہیں اور آئینہ سے منعکس ہوتی ہیں آئینہ کی سطح پر زاویہ وقوع زاویہ انعکاس کے برابر ہوتا ہے۔

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳، ص ۲۴۰

قاعدہ کی توضیح

مولانا احمد رضا خان کے بیان کردہ مندرجہ بالا قاعدہ کی رو سے شفاف جسم جیسے مستوی آئینہ میں بننے والی صورت (شبیہ) کی مندرجہ ذیل خصوصیات گنی جاسکتی ہیں۔

۱۔شعاعیں جب بھی کسی شفاف جسم پر پڑیں تو ضرور واپس پلٹتی ہیں۔جیسے آئینہ وغیرہ

۲۔اشعہ بصر کے واپس پلٹنے پر جو چیز اس کے سامنے آتی ہے ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے شفاف جسم کے اندر موجود ہے حالانکہ وہ چیز اپنی جگہ موجود ہوتی ہے صرف نگاہ نے پلٹتے میں اسے دیکھا ہے۔

۳۔آئینہ میں شبیہ پہلو سے الٹی (Reverse) ہوئی معلوم ہوتی ہے یعنی جسم کا سیدھا حصہ صورت (شبیہ) کا الٹا حصہ ہوتا ہے

۴۔آئینہ میں صورت (شبیہ) کی جسامت جسم کے برابر ہوتی ہے

۵۔شی آئینے سے جتنی دور ہوتی ہے اسی قدر دور معلوم ہوتی ہے۔اگر چہ سو گز کے فاصلے پر ہو۔اگر چہ آئینہ کی جسامت بہت کم ہو۔

۶۔بننے والی صورت (شبیہ) مجازی ہوتی ہے اسے سکرین پر یا پردے پر نہیں لیا جاسکتا۔

۷۔آئینے میں چیز کے نظر آنے کا سبب یہ ہے کہ نگاہ پلٹ کر اتنا ہی فاصلہ طے کر کے پہنچتی ہے۔

آئینوں کی خصوصیات (Characteristics of Mirors)

آئینوں کی کئی اقسام ہیں جیسے مستوی آئینے، غیر مستوی آئینے، مقعر آئینے اور محدب آئینے وغیرہ ہر آئینہ مخصوص اوصاف کا حامل ہوتا ہے ایک ہی شی کی شبیہ مختلف آئینوں میں مختلف ہوتی ہے کوئی آئینہ شبیہ کو بڑا کر کے دکھاتا ہے تو کوئی چھوٹا، کوئی موٹا کر کے دکھاتا ہے تو کوئی باریک، کوئی صاف دکھاتا ہے تو کوئی دھندلا، کوئی خوش نما دکھاتا ہے تو کوئی بھونڈا۔ان تمام خصوصیات کا انحصار آئینہ کی قابلیت پر ہوتا ہے۔مولانا احمد رضا خان آئینوں کی ان خصوصیات کا اظہار یوں فرماتے ہیں

''ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شی کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔[۱]

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۴ ص ۶۴۲

فصل سوم

روشنی کے اثرات

(Effects of Light)

(i) شفاف اشیاء اور رنگ میں روشنی کا عمل، ماہرین طبیعیات کی تحقیقات

(Action of Light in Ice and Colour)

شفاف اشیاء میں چمک کیوں پیدا ہوتی ہے۔

روشنی سے پیدا ہونے والے اثرات پر بھی مولانا احمد رضا خان کافی نظر رکھتے تھے۔ آپ نے موتی، شیشے، بلور، دریا کے جھاگ، پیشاب آئینہ میں درز پڑنے اور اوس کے بارے تحقیق کی ہے کہ ان اشیاء میں سفیدی کیوں ہوتی ہے ان میں روشنی کا کون سا قانون استعمال ہوتا ہے آپ اشیاء میں سفیدی کے ظاہر ہونے کے بارے میں ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں

''ہوا کہ ضیا سے مستنیر ہو رہی ہے جب جسم شفاف کے اندر داخل ہوتی ہے اُس کے شفاف اور اس کے چمکدار ہونے سے وہاں ایک ہلکی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے سپیدی نظر آتی ہے''[1]

قاعدہ کی وضاحت

ایسی ہوا جس میں روشنی موجود ہو جب وہ کسی شفاف اور چمکدار جسم میں داخل ہوتی ہے تو وہاں ایک ہلکی سی روشنی پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے شفاف اور چمکدار جسم سفید نظر آتا ہے۔

موتی، شیشے، بلور، دریا کے جھاگ کی مثال

موتی یا شیشے یا بلور کو خوب پیسیں تو اجزاء باریک ہو جانے سے ضیاء اُن کے مابین داخل ہوگی اور دقّتِ فصل کے باعث اُن باریک باریک اجزاء اور اُن میں ہر دو کے بیچ میں اجزائے ضیا کا امتیاز نہ ہوگا اور ایک رنگ کہ دھوپ سے میلا اور اُن کے اصلی رنگ سے اُجلا ہے محسوس ہوگا یہ وہ سپیدی و براقی ہے کہ اُن میں نظر آتی ہے یوں ہی دریا کے جھاگ بلکہ پیشاب کے بھی حالانکہ وہ یقیناً سپید نہیں اس کی سپیدی تو مرض ہے۔[2]

آئینہ میں درز پڑنے اور اوس کی مثال

آئینہ میں اگر درز پڑ جائے وہاں سپیدی معلوم ہوگی کہ اب تابندہ ہوا عمق میں داخل ہوئی یہی وجہ جمی ہُوئی اوس کے سپید نظر آنے کی ہے کہ شفاف ہے اور اجزاء باریک اور چمکدار ہوا داخل۔[3]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۳۹

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً، ص ۲۴۰

برف میں روشنی کا انعکاس (Retro Reflection)

ماہر طبیعیات یوسف بن سعید اسمائیل مالکی نے پانی کے سفید ہونے کا دعوٰی کر کے اس پر چند دلائل دیئے جس میں ان کی ایک دلیل یہ تھی کہ پانی جم کر سفید ہو جاتا ہے جیسا کہ برف سفید ہوتی ہے۔ ماہر طبیعیات احمد رضا خان نے مولانا موصوف کے نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی جم کر سفید نہیں ہوتا بلکہ برف میں سفیدی پیدا ہونے کی کوئی اور وجہ ہے ۔اس کے بارے میں آپ نے مندرجہ ذیل تحقیق پیش کی۔

''اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزا کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں کو انہوں نے واپس دیا پلٹتی شعاعوں کی کرنیں اُن پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اُس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے''[1]

برف کے سفید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ برف کے اجزا سفید اور متصل ہوتے ہیں نظر کی شعاعیں جب ان پر پڑتی ہیں تو یہ شعاعوں کو پلٹا دیتے ہیں۔ پلٹتی شعاعیں جب دوسرے اجزاء پر پڑتی ہیں تو چمک پیدا ہوتی ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے پانی یا آیئنے پر سورج چمکتا ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ برف سفید ہوتی ہے۔

''میں کہتا ہوں یہ ایک راستہ ہے، اور اگر عضد صاحب کا راستہ اختیار کریں جنہوں نے کہا کہ یہ حق ہے اور سید صاحب نے بھی اس کی تائید کی وہ یہ کہ برف میں سفیدی نہ ہونے کا انکار ہے اور اس کے ساتھ مزید یہ قول کہ ہوا کی روشنی شفاف اجزاء میں سفیدی پیدا کرنے کا ایک سبب ہے اگرچہ یہاں کوئی ایسا مزاج نہیں جس کے بعد رنگ پیدا ہوتا ہو ان دونوں نے کہا کہ یہ بات حکماء کے قول سے بعید نہیں ہے۔''[2]

قدیم ماہرین طبیعیات کا رنگ کے بارے میں نظریہ اور اس کا ردّ

بعض ماہرین طبیعیات کا خیال ہے کہ روشنی کے ختم ہونے پر اشیاء کی رنگت زائل ہو جاتی ہے اور دوبارہ روشنی کے آنے پر پہلے والا رنگ واپس نہیں آتا بلکہ نیا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان ایسے لوگوں کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

''(میں کہتا ہوں کہ حکماء سے مراد قدماء میں سے بعض بیوقوف ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جن کی پیروی ابن سینا اور ابن ہیثم نے کی ہے، جیسا کہ طوالع الانوار اور شرح تجرید میں ہے) یہ پیروی حکماء کے اس قول میں ہے جس میں حکماء نے تمام رنگوں کے پیدا ہونے میں روشنی کو شرط قرار دیا ہے مثلاً اگر رات کو اندھیرے میں کمرے سے چراغ کو نکال لیا جائے تو کمرے میں موجود تمام رنگ دار چیزوں کا رنگ ختم ہو جائیگا اور جب دوبارہ چراغ کو کمرے میں داخل کیا جائے تو کمرے کی چیزیں پہلے رنگوں کی ہم مثل رنگ دار ہوں گی، یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک معدوم ہونے کے بعد کسی چیز کا اعادہ محال ہے (لہذا پہلا رنگ دوبارہ عود نہیں کرے گا بلکہ اس کی مثل نیا رنگ پیدا ہوگا) اور بیشک یہ بات شفاف اجزاء میں ہوا کے ملنے سے

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۲۴۰

۲۔ ایضاً۔

کسی مزاج کے بغیر سپید پیدا ہونے سے بھی زیادہ بعید ہے۔‘‘[۱]

مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ طوالع الانوار اور شرح تجرید میں مذکور قاعدہ کہ روشنی کے ختم ہونے پر اشیاء کی رنگت ختم ہو جاتی ہے اور روشنی کے دوبارہ آنے پر رنگت دوبارہ واپس نہیں آتی بلکہ دوبارہ پیدا ہوتی ہے ہمارے حکماء جیسے ابن سینا اور ابن ہیثم کا نہیں ہے بلکہ قدیم بیوقوف حکماء(Scientists) کا ہے اور یہ قول اس قاعدہ کہ شفاف اجزاء میں ہوا کے ملنے سے کسی مزاج کے بغیر سفیدی پیدا ہوتی ہے سے بھی زیادہ عقل سے بعید ہے۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۴۱

(ii) سراب (Mirages)

A uniform medium is a medium whose optical density is everywhere the same within the medium. A uniform medium is the same everywhere from its top boundary to its bottom boundary and from its left boundary to its right boundary. But not every medium is a uniform medium, and the fact that air can sometimes form a non-uniform medium leads to an interesting refraction phenomenon - the **formation of mirages.**۱

وہ میڈیم جس کے تمام حصوں میں اوپر سے لے کر نیچے تک اور دائیں سے لیکر بائیں تک کثافت یکساں نہ ہو، روشنی بعض اوقات غیر ہموار میڈیم سے ٹکراتی ہے تو ایک دلچسپ انعطافی وقوعہ بناتی ہے جو سراب کہلاتا ہے۔

A mirage is an optical phenomenon that creates the illusion of water and results from the refraction of light through a non-uniform medium. Mirages are most commonly observed on sunny days when driving down a roadway.۲

سراب ایک بصری وقوعہ ہے جو پانی کا دھوکہ دیتا ہے جو غیر ہموار میڈیم میں روشنی کے انعطاف کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے سراب کا عام طور اس وقت دھوپ والے دن مشاہدہ ہوتا ہے جب آدمی سڑک پر ڈرائیونگ کرتے ہوئے نیچے آرہا ہو۔ تقریباً سو فرلانگ کے فاصلہ پر کار کے سامنے مشاہدہ ہوتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے پانی ہے لیکن قریب پہنچنے پر پانی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔

مولانا احمد رضا خان سراب کے بارے میں اپنی تحقیق ۱۹۱۵ء میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''زمین شور میں دُھوپ کی شدت میں دُور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اُس زمین میں اجزائے صقیلہ شفافہ دُور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں اُن پر پڑ کر واپس ہوئیں''۳

....

1. The Physics Classroom,"*Mirages*",from:http://www.physicsclass room.com/class/refrn/u14l4c.cfm.Acessed on May 5,2012.

2.Ibid

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۴۰

آپ سراب پیدا ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

’’شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اُس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے‘‘[۱]

آپ نہ صرف تھیوریٹیکلی سراب کو بیان کرتے ہیں بلکہ نمیریکلی بھی بیان کرتے ہیں

’’شعاعوں کے زاویے یہاں چھوٹے تھے کہ اُن کی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اُسی قدر رہے جو ناظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دُور جا کر ملیں گی زاویہ خوردتر بنے گا۔‘‘[۲]

....

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۴۰

۲۔ایضاً۔

(iii)ایٹمی پروگرام (Atomic Programme)

عرصہ دراز سے انسان جُـزْ لَایَتَجَزّٰی (Atom) سے متعلق گتھیاں سلجھانے میں محور ہا ہےاور مختلف ادوار میں مفکرین وسائنسی ماہرین کے مختلف نظریات سامنے آتے رہتے ہیں۔ایک وقت تھاابونصر فارابی اورابنِ سینا سے لیکر ملا محمود جونپوری تک فلاسفہ جُـزْ لَایَتَجَزّٰی (Atom) کاانکار کرتے تھے۔وہ ایٹم کے وجود کاانکار کردیتے تھے۔وہ مادہ کی تعریف یوں کرتے تھے۔

''ھیولیٰ (مادہ) وہ شی ہے جوفی نفسہ نہ متصل ہے نہ منفصل، نہ واحد ہے نہ کثیر بلکہ متصل کے ساتھ متصل، منفصل کے ساتھ منفصل، واحد کے ساتھ واحداور کثیر کے ساتھ کثیر ہے۔'' [۱]

مندرجہ بالاتعریف سے یہ بیان کیا گیا کہ مادہ اجزاپر مشتمل نہیں ہے بلکہ وہ ایسی شی ہے جو متصل کے ساتھ متصل ہوتی ہےاور منفصل کے ساتھ منفصل ہوتی ہے۔اور مادہ نہ کثیر ہوتا ہے نہ قلیل بلکہ ہر وہ شی جو قلیل ہواس کے ساتھ قلیل اور ہر شی جو کثیر ہواس کے ساتھ کثیر ہوتا ہے۔

دوسری طرف جدید فلاسفہ نے نہ صرف ایٹم کو ثابت کیا بلکہ اس کی تقسیم پر تلے ہوئے ہیں کہ ایٹم میں نیوکلیئس، نیوٹران، پروٹران، پازیٹران وغیرہ بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق ایک سو سے زائد جزئیات پر مشتمل ہے۔ایٹامک تھیوری میں مندرجہ ذیل ماہرین طبیعیات مشہور ہوئے۔

Famous First in Atomic Theory

First Period

☆ Democritus	400B.C.
☆ Lucritus	200 B.C.

Second Period

☆ Jan Dalton	England	(1766-1844)
☆ Imam Ahmad Raza	India	(1856-1921)
☆ J.J.Thomson	England	(1856-1940)
☆ Rutherford	New Zealand	(1871-1937)

۱۔عبدالستار، حافظ، هداية الحكمة، لاہور: مکتبہ تنظیم المدارس، ۲۰۰۰ء، ص۲۰

☆ Neil's Bohr — Danish — (1885-1962)

Third Period

☆ Henry Bechural — French — (1885-1909)

☆ Enrico Fermi — Italy — (1901-1954)

☆ Albert Einstein — German — (1879-1955)

☆ Marrie Currie — French — (1867-1934)

☆ Perie Curie — French — (1859-1906)

☆ Ottohan & Strassmann — (1939)[1]

مندرجہ بالا ماہرین طبیعیات میں مولانا احمد رضا خان وہ پہلے مسلمان ماہر طبیعیات ہیں جنہوں نے قدیم فلاسفہ کے نظریہ جُزْ لَا یَتَجَزّٰی کا وجود نہیں جس پر وہ دلائل ہندسیہ بھی قائم کیئے ہوئے تھے کا وہ رد کیا جس کی نظیر آپ سے پہلے کہیں نہیں ملتی اور ساتھ ساتھ ان مسلمان متکلمین کا بھی رد کیا جو زبان قال سے تو نہیں لیکن زبان حال سے جُزْ لَا یَتَجَزّٰی کو تسلیم کئے ہوئے تھے مولانا احمد رضا خان اس حقیقت کا اظہار یوں فرماتے ہیں

''اس (جُزْ لَا یَتَجَزّٰی) کے بطلان پر یقین کلی کیا جاتا ہے فلاسفہ اس کے ابطال پر چمک چمک کر دلائل حتی کہ بکثرت براہین ہندسیہ قائم کرتے ہیں عقلی تمسک میں بیان ہندسی سے زیادہ اور کیا ہے جس میں شک وتردد کو اصلاً جگہ ہی نہیں رہتی اور متکلمین ان دلائل سے جواب نہیں دیتے اپنے سکوت سے ان کا لاجواب ہونا بتاتے ہیں، تو گویا فریقین اس کے بطلان پر اتفاق کیے ہیں، مگر بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی ہم واضح کردیں گے کہ اس کے رد میں فلاسفہ کی تمام حجتیں اور ہندسی براہین پادر ہوا ہیں''[2]

مولانا احمد رضا خان نے ایک عظیم الشان رسالہ ''اَلْکَلِمَۃُ الْمُلْهِمَه فِی الْحِکْمَۃِ الْمُحْکَمَۃِ لِوَهَاءِ فَلْسَفَۃِ الْمَشْئَمَۃِ '' لکھا جس میں آپ نے فلاسفہ قدیمہ کے کئی نظریات کا رد کیا۔ ان میں سے ایک نظریہ جزلا تجزیٰ بھی ہے۔

مولانا احمد رضا خان نے جُزْ لَا یَتَجَزّٰی (Atom) کے ردّ کو چار مواقف میں بیان کیا۔

۱۔ فلسفی کے نظریہ ابطال جُزْ لَا یَتَجَزّٰی کو باطل کرنے اور نظریہ جُزْ لَا یَتَجَزّٰی کو ثابت کرنے میں سات نکات میں بیان کئے جو کہ آپ کا مسلک ہے۔

1. Malik, Dr, "*Scientific Work of Imam Ahmad Raza*", p-124

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۶

۲۔ اشیاء میں اجزاء ثابت ہیں۔
۳۔قدیم فلاسفہ کی کتب میں موجود جُزْ لَایَتَجَزّٰی (Atom) وجود کے انکار پر ہونے والے انتیس شبہات کی تفصیلی تردید کی۔

مولانا احمد رضا خان تمام شبہات کا جواب دینے کے بعد یوں فرماتے ہیں

''یہ ہے وہ جس پر زمین سر پر اٹھا رکھی تھی کہ جز کا مسئلہ ایسا باطل، اس کے بطلان پر اتنے برہان قاطع، بحمدہ تعالیٰ کھل گیا کہ وہ خاک بھی براہین قاطعہ نہیں بلکہ خود شبہاتِ مقطوعہ ہیں۔ یہ ۲۹ ہی شبہے کتابوں میں ہماری نظر سے گزرے اور ان میں بھی بہت متداخل ہیں۔ ایک ایک کو کئی کئی کر کے دکھایا ہے جس کا اشارہ ہر جگہ گزرا اور ان پر بحمد اللہ تعالیٰ ردوہ ہوئے کہ اگر ہزار شبہات اور ہوں تو ہر طالب علم جو ہمارے طریقے کو سمجھ گیا ہے ان کو هَبَاءً مَّنْثُوْرًا کر سکتا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔''[۱]

۴۔جسم ہماری رائے ہے

آخر پر تحقیق مکمل کرنے کے بعد اپنے رب عزوجل کے حضور عاجزی پیش کرتے ہیں

''وَالْعِلْمُ بِالْحَقِّ عِنْدَ رَبِّنَا وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٍ وَعَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمِ اٰمِیْن. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اور حق کا علم ہمارے رب کے پاس ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور ہمارے آقا، آپ کی آل اور اصحاب پر درود و سلام ہو، آمین، اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔''[۲]

اب ایٹم کے بارے میں آپ کی چند تحقیقات پیش کی جاتی ہیں

مولانا احمد رضا خان کا ایٹمی نظریہ

مولانا احمد رضا خان جُزْ لَایَتَجَزّٰی (Atom) کے بارے میں فرماتے ہیں

''ہمارے نزدیک جُزْ لَایَتَجَزّٰی باطل نہیں خِلَافاً لِلْحُكَمَاءِ لیکن دو جزوں کا اتصال محال ہے خِلَافاً لِظَاهِرِ مَاعَنْ جَمْهُوْرِ الْمُتَكَلِّمِیْنَ۔ ظاہر ہے کہ اتصال غیر تداخل ہے تو وہ یونہی ممکن ہر ایک میں شَیْء دُوْ نَ شَیْءیعنی جدا اطراف ہوں دونوں ایک ایک طرف سے باہم ملیں اور دوسری طرف سے جدا رہیں ورنہ تداخل ہو جائے گا اور جزء میں شَیْ دُوْ نَ شَیْ محال تو وہ اپنی نفس ذات سے آبی اتصال فلسفی کی تمام براہین ہندسیہ اور اکثر دیگر دلائل اس اتصال ہی کو باطل کرتی ہیں وہ خود ہمارے نزدیک نفس ملاحظہ معنی اتصال و جزو سے باطل ہے ان تطویلات کی کیا حاجت۔''[۱]

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ص ۵۷۱

۲۔ایضاً، ج ۲۷ص ۵۷۵

۱۔ایضاً، ج ۲۷ص ۵۳۶

ایٹم کے وجود پر دلیل ھَبَاءً مَنثُورَہ

اب عادت یوں جاری ہے کہ نہایت باریک چیز کہ تنہا اصلاً قابل ابصار نہ ہو جب بکثرت مجتمع ہوتی ہے اگر اتصال نہ ہو وہ مجموعہ مرئی ہوتا ہے۔ کوٹھڑی کے روزن سے دھوپ آئے تو اس میں ایک عمود مستطیل وسعت روزن کی قدر عمیق محسوس ہوتا ہے۔ یہ نہایت باریک باریک اجزاء متفرقہ کا مجموعہ ہے جن کو ہباء منثورہ کہتے ہیں۔[۱]

ہباء منثورہ پر مولانا احمد رضا خان کی تحقیق

پراگندہ و نامتصل، ان میں کوئی جز رویت کے قابل نہیں اگر تنہا ہو ہرگز نظر نہ آئے میں ان ذروں کو نہیں کہتا جو اس عمود میں جدا اڑتے نظر آتے ہیں بلکہ ان اجزاء کو جن سے وہ عمود بنا ہے اور جو ایک سحابی شکل کے سوا کسی جز کو نہیں دکھاتا ان کی لطافت اس درجہ ہے کہ اس عمود میں ہاتھ رکھ کر مٹھی بند کرو ہاتھ میں کچھ نہ آئے گا مگر کثرتِ اجتماع بے اقتران سے ایک جسم عمیق، طویل، عریض بشکل عمود محسوس ہوتا ہے۔[۲]

ایٹمی نظریہ پر دوسری دلیل دخان و بخار

دخان و بخار کی بھی یہی حالت ہے وہ اجزاء ہوائیہ کے ساتھ اجزاء ارضیہ یا مائیہ ایسے ہی متفرق و باریک و ممتزع ہیں کہ تنہا ایک نظر نہ آئے اور اجتماع سے یہ جسم دخانی و بخاری نظر آتا ہے بعینہ یہی حالت متفرقانہ اجتماع جواہر فردہ سے احساس جسم کی ہوسکتی ہے جسم انہیں متفرق اجزاء لایتجزّیٰ کے مجموعہ کا نام ہو جن میں کوئی دو جز متصل نہیں اور ان کا تفرق نظر میں وحدت جسم کا مانع نہیں۔[۳]

ایٹمی نظریہ پر تیسری دلیل خلا کا وجود

جیسے اینٹوں کی دیوار کہ ہر اینٹ دوسری سے جدا معلوم ہوتی ہے اور پھر دیوار ایک ہے تختوں کا کواڑ یا تخت کہ ہر تختہ جدا ہے اور مجموعہ ایک، اکثر اجسام میں مسام محسوس ہوتے ہیں اور وحدتِ جسم میں مخل نہیں ہوتے، مسام کا فرجہ تمہارے نزدیک انقسام غیر متناہی رکھتا ہے تو ضرور اس حد صغر کو پہنچے گا کہ مسام واقع میں ہوں اور حس میں نہ آئیں۔ اگر کہیے جب کوئی دو جز متصل نہیں تو جو فرجہ ان کے بیچ میں ہے اس میں ہوا وغیرہ کوئی جسم ہے یا نہیں، اگر نہیں تو خلا ہے اور اگر ہے تو اس جسم کے اجزاء میں کلام ہوگا اور بالآخر خلا ماننا پڑے گا۔

اقول: ہاں ضرور خلا ہے، اور ہم ثابت کر چکے کہ وہ محال نہیں۔[۴]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۵۳۷

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

دلیل کی تشریح

عادت یوں جاری ہے کہ جب فصل بہت کم رہ جائے کہ امتیاز میں نہ آئے تو شیءِ متصل وحدانی معلوم ہوتی ہے وہ واقع میں اس کا اتصال نہیں بلکہ حس مشترک میں صور کمال متقاربہ کا اجتماع اس کا باعث ہوتا ہے کہ ان کے خلاؤں میں بھی ویسی ہی صورت مدرک ہوتی ہے اور سطح واحد متصل سمجھی جاتی ہے، کپڑے میں زری کے پھول بہت قریب قریب ہوں، نزدیک سے دیکھئے تو ہر پھول دوسرے سے جدا اور بیچ میں خلا، مگر دور سے سارا کپڑا مغرق معلوم ہوتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بوجہ بعد جس نسبت سے پھولوں کے خلا چھوٹے ہوتے گئے اُسی نسبت سے پھول بھی چھوٹے ہوتے جاتے ،قریب سے بڑے پھول اور ان میں بڑا خلا محسوس ہوتا ہے بعید سے چھوٹے پھول اور ان میں چھوٹا خلا محسوس ہوتا مگر یہ نہیں ہوتا بلکہ خلا معدوم ہوجاتا ہے اور اس کی جگہ بھی نہ ہی زری کی صورت محسوس ہوکر ساری سطح زری سے مغرق بے فرجہ معلوم ہوتی ہے، ممکن کہ بعض اجسام دونوں حالتوں کے ہوں جن میں مسام نظر آئیں وہ اس کپڑے کو قریب سے دیکھنے کی حالت اور جن میں بالکل نظر نہ آئیں دور سے دیکھنے کی کہ خلا کے صغر نے سطح کو اجزا سے مغرق کردیا کہ جسم متصل وحدانی بلا مسام نظر آیا۔[۱]

ایٹم کے وجود پر خطوط موہومہ دلیل

ہندسہ کی بنا خطوطِ موہومہ پر ہے۔ یہاں جب کوئی دو جز متصل نہیں ضرور ہر دو جز میں ایک خط موہوم فاصل ہوگا جس کے دو نقطہ طرف پر یہ دو جز ہیں خطوط موہومہ ایک حد تک کتنے ہی چھوتے ہوں ان کی تقسیم وہما ہوگی یا مُجَازَاةُلِلْفَلَاسَفه ، یہ بھی سہی کہ ان کی تقسیم غیر متناہی ہے اس تقدیر پر یہ جسم اگر چہ فی نفسہ متصل نہیں اجزائے متفرقہ ہیں تو اجزائے واقعیہ کی طرف اس کی تحلیل قطعاً متناہی ہوگی مگر وہ اتصال موہوم جس کا نام جسم تعلیمی ہے انقسام وہمی میں اس کی تقسیم غیر متناہی لاتقفی ہوگی اگر کہیے جسم تعلیمی جسم طبعی ہی کی تو مقدار ہے جب اس کی تقسیم نا متناہی تو اس کی بھی کہ یہ اسی سے منتزع ہے۔[۲]

اتصال کی اقسام

اتصال تین قسم پر ہے۔

حقیقی، حسی، وہمی،

جب اقسام کا ترکب اس طور پر ہو۔ اوّل ان میں اصلاً کسی جسم کو نہ ہوگا اور ثالث جو ہر جسم کو ہے اور ثانی سے اگر یہ مراد لو کہ اگر چہ حس میں مسام ہوں مگر جسم واحد سمجھا جائے تو یہ بھی ہر جسم کو ہے اور اسی پر تمام احکامِ شرعیہ وعقلیہ کی بنا ہے اور اگر یہ مراد لو کہ حس اس میں اصلاً تفرق کا ادراک نہ کرے تو یہ ان میں صرف بعض اجسام میں ہوگا جو املس ہوں جس طرح

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۵۳۷-۵۳۸

۲۔ ایضاً۔

آئینے اور لوہے کا تختہ پالش کیا ہوا۔[۱]

اتصال میں مولانا احمد رضا خان کا دعوٰی

ہمارا دعوٰی نہیں کہ سب اجسام یا فلاں خاص کا ترکب اس طرح ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ممکن کہ بعض کا ترکب اس طرح ہو، اس سے تین فائدے ہوئے۔

(الف) فلاسفہ کا ادعا کہ جسم کا ترکب اجزائے لَاتَتَجَزّٰی سے نہیں ہوسکتا باطل ہوا۔

(ب) ان کا کلیہ کہ ہر جسم ہیولٰی وصورت سے مرکب ہے باطل ہوا۔

(ج) وہ دلائل کہ ابطال ترکب پر لائے تھے بے کار و ضائع گئے۔[۲]

ایٹم کا وجود قرآن پاک سے

جز ثابت ہے یا نہیں فلاسفہ اور متکلمین کا رد کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں

''ہم اس سب سے اعراض کرکے اسلامی قلوب مستقیمہ کے لیے بتوفیقہ تعالیٰ خود قرآنِ عظیم سے جز کا ثبوت دیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ[۳]

(اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کردیا۔ ت)

مزیق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزیق باقی نہ رکھی سب بالفعل کردیں۔[۴]

فائدہ

بظاہر ہے کہ یہاں تمزیق موجود مراد نہیں ہوسکتی۔ کہ تحصیل حاصل ناممکن۔ لَاجَرَمَ تمزیق ممکن مراد یعنی جہاں تک تجزیہ کا امکان تھا سب بالفعل کردیا تو ضرور یہ تجزیہ ان اجزاء پر منتہی ہوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں ورنہ کل مزق نہ ہوتا کہ ابھی بعض تمزیقین باقی تھیں اور وہ اجزاء جن کا تجزیہ ناممکن ہو نہیں مگر اجزائے لاتجزی، تو اس تقدیر پر حاصل یہ ہوا کہ ان کے اجسام کے تمام اتصالات حسیہ ہر حصے اور ہر ہر حصے کے حصے باطل فرما کر ان کے اجزائے لاتجزی دور دور بکھیر دیئے کہ اب کسی جز کو دوسرے سے اتصال حسی بھی نہ رہا۔ اگر کہیے مراد تقسیم فکّی ہے نہ وہمی یعنی خارج میں جتنے پارے ہوسکتے تھے سب کردیئے اگرچہ ہر پارہ وہم میں غیر متناہی تقسیم سے منقسم ہوسکتا ہے تو اجزائے لاتجزی لازم نہ آئے کہ وہ وہماً

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۵۳۸

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۵۳۸-۵۳۹

۳۔ سبا: ۱۹

۴۔ احمد رضا، امام، خان: فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۵۳۹

بھی قابل اقسام نہیں ۔[۱]

وضاحت

شے جب غایت صغر کو پہنچ جائے گی انسان کسی آلے سے بھی اس کا تجزیہ نہیں کرسکتا بلکہ وہ اسے محسوس ہی نہ ہوگی تجزیہ تو دوسرا درجہ ہے لیکن مولیٰ عزوجل کا علم محیط اور قدرت غیر متناہی جب تک حصوں میں شَئ دُوْنَ شَئ ءٍ کا تمایز باقی ہے قطعاً مولیٰ تعالیٰ عزوجل ان کے جدا فرمانے پر قادر ہے تو وہ جو تمزیق فرمائے اس میں کل ممزق وہیں منتہی ہوگا جہاں واقعی میں شی ءدون شے باقی نہ رہے اور وہ نہیں مگر جز لایَتَجزّی ۔[۲]

مولانا احمد رضا خان کا نظریہ ایٹم

ہم نے روشن کردیا کہ جز لایتجزّی ممکن بلکہ واقع اور اس سے جسم کی ترکیب بھی ممکن، اگر بعض اجسام اس طرح مرکب ہوئے ہیں کچھ محذور نہیں مگر یہ کلیہ نہیں کہ اس طرح کے اجسام میں تماس ناممکن کہ موجب اتصال دو جز ہے اور جسم حسی جس طرح ہم نے ثابت کیا یونہی تماس حسی ماننا مشکل ہے۔

اولاً: حسِ بصر میں متقارب فصلوں کو اتصال سمجھنا معہود ہے۔ یونہی اگر چہ بصر متقارب جسموں کو متماس گمان کرے مگر تماس میں قوتِ لامسہ کا ادراک اس غلطی پر کیونکر محمول ہو۔

ثانیاً :انگشتری ایک انگلی میں ٹھیک، دوسری میں تنگ، تیسری میں ڈھیلی ہوتی ہے، یہ فرق تماس حقیقی ہی بتاتا ہے کہ اگر انگشتری کے اجزاء کا انگلی کے اجزاء سے جدا رہنا واجب نہ ہو تو جدائی کی کمی بیشی یہ فرق نہیں لاسکتی ہے ۔[۳]

کیا تمام کائنات کی اکائی ایٹم ہے۔

ہم نے اجزائے تجزی کی طرف بعض اجسام کی تحلیل قرآن کریم سے استفادہ کی تھی بعض اجسام کا متصل بلا انفصال ہونا بھی کتاب عزیز سے استفادہ کریں۔

عزت وجلال والے اللہ نے فرمایا

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ . [۴]

کیا اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ فرمایا اور اس میں اصلاً رخنے نہیں۔

آسمان اگر جزائے لایَتَجزّی سے مرکب ہوتا بلاشبہ اس میں بےشمار رخنے ہوتے کہ کوئی جز دوسرے سے نہ مل سکتا

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ص ۵۳۹

۲۔ایضاً، ج ۲۷ص ۵۴۰

۳۔ایضاً، ۲۷ص ۵۵۱

۴۔ق:۶

تو ثابت ہوا کہ آسمان جسم متصل ہے۔[۱]

ایٹم کے متعلق مختلف قدیم نظریات کا باہم تقابل

اجسام کی تحلیل اگر تا حدِّ امکان کی جائے گی ضرور اَجْزَائے لَاتَتَجَزّٰی پر منتہی ہوگی، جس طرح ہم نے موقف دوم میں آیۃ کریمہ سے استنباط کیا، اور اب معنی آیت یہ ہوں گے کہ ہم نے ان کے جسم کے اجزائے متصلہ کو اتنا ریزہ ریزہ کر دیا کہ آگے تجزیہ ممکن نہیں تو صحیح بعض اجسام میں امکاناً مذہب جمہور متکلمین ہے اور بعض میں وقوعاً مذہب محمد بن عبدالکریم شہرستانی یہ اس مسئلے میں ہماری رائے ہے اور علم حق عز جلالہ، کو یہاں سے ظاہر ہوا کہ مذہب خمسہ مشہورہ میں سب سے باطل مذہب نظام ہے۔

پھر نہایت پوچ و باطل مسلک مشائین، پھر مشرب اشراقین، پھر مذہب جمہور متکلمین کی کلیت، پھر مذہب شہرستانی میں کلیت پر جزم، اور صحیح یہ ہے جو بتوفیقہ تعالیٰ ہم نے اختیار کیا۔ ہم اگر چہ اس رائے میں متفرد ہیں مگر الحمدللہ آیاتِ کریمہ و دلائل قویمہ ہمارے ساتھ ہیں اس مسلک پر کہ جسم متصل ہوا اور تقسیم متناہی۔[۲]

ملا محمود جونپوری کا صریح رد

بس حکم بداہت اس قدر ہے نہ یہ کہ ان کا ملنا بھی ممکن جس طرح عقل ہاں ہاں وہی بداہت قطعاً حکم کرتی ہے کہ اگر فلک کے ہزار ٹکڑے کیے جائیں اور وہ ٹکڑے انہیں اوضاع پر پھر ملا دئے جائیں دوبارہ یہی کرہ بن جائے گا۔ اس حکم بداہت سے تمہارے نزدیک یہ لازم نہیں آتا کہ فلک کے ٹکڑے ہوسکیں کہ خرق ہے پھر وہ ٹکڑے مل سکیں کہ التیام ہے۔[۳]

اب متشدق صاحب کو چاہیے کہ اجزائے دیمقراطیسیہ پر ایمان لائیں کہ انہیں تک تحلیل ہوکر پھر ترکیب بن پڑے گی، یہ ہے ان کا تفلسف، یہ ہے ان کا تشدّق و تصلف۔ ہاں یہاں ایک شبہ رہے گا کہ جب بعض کفار کے جسم موت پر اَجْزَائے لَاتَتَجَزّٰی فرما دیئے گئے جیسا کہ آیتِ کریمہ سے گزرا اور اَجْزَائے لَاتَتَجَزّٰی مل نہیں سکتے تو ان کا اعادہ کس طرح ہوگا۔[۴]

اقول: قدرتِ الٰہیہ کہیں عاجز نہیں ممکن کہ مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ نے اجزاء میں قوتِ نمو رکھی ہو۔ روزِ قیامت اُن پر مینہ برسایا جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیح کا ارشاد ہے اس بارش سے ان میں بالش ہوا اور بالیدگی ان کو اجسام قابل اتصال کر دے بعد امتزاج ان سے وہی جسم متصل وحدانی حاصل ہو جیسے قطرات کے ملنے سے جسم آب اور بعد اتصال اس مقدار کی طرف رد

۱۔ احمد رضا، امام، خان: فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۵۷۲

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۵۷۳

۴۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۵۷۴

فرما دیا جائے جس پر دنیا میں تھا اَوْ کَماَ شاَءَ رَبنا (جیسا ہمارے رب نے چاہا۔)[۱]

اگرایٹم کا وجود ہے تو کیا اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایٹم کو ضرور دیکھا جا سکتا ہے

''رب عزوجل فاعل مختار ہے اس کے ارادے کے سوا عالم میں کوئی شے موثر نہیں رویت شے نہ اجتماع شرائط عادیہ سے واجب نہ ان کے انتفاء سے محال، وہ چاہے تو سب شرطیں جمع ہوں اور دن کو سامنے کا پہاڑ نظر نہ آئے اور چاہے تو بلا شرط رویت ہو جائے جیسے بحمدہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا دیدار کہ کیفیت وجہت ولون ووقوع ضوء ومحاذات وقُرب وبعد ومسافت وغیرہا جملہ شرائطِ عادیہ سے پاک ومنزہ ہے۔''[۲]

آسمان کو دیکھا جا سکتا ہے یا نہیں، سایہ سے استدلال

''شاید وہ دوست سایہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اے ناز ونعمت میں پلے ہوئے مخاطب! شائید تمہیں معلوم ہے سایہ کیا شے ہے؟ سورج چمکنے لگا، ہر جگہ نور کی چادر بچھا دی، درمیانی اجسام رکاوٹ بنے اور روشنی کے آگے پردہ لٹکا دیا، پردگی نور سے مہجور ہوگئی، ہوائے متوسط نے بسبب مقابلہ وشدت قابلیت روشنی سے کافی حصہ لیا اور اس محروم کو بھی روشنی کا کچھ حصہ عطا کیا۔

اس دوسری روشنی کو ظل کہتے ہیں اور خوب ظاہر کہ یہ معنٰی بے پردہ اور پردہ بلامنع نفوذ اور منع نفوذ کثافت کے سوا ناممکن ہے۔ ہائے زیادتی! اگر یہ اطلاق درست ہو تو زمین کا روشن ہونا محال ہو جائے، اس لئے کہ سورج اور زمین کے درمیان جسم آسمان حائل ہے بلکہ تمہارے دعوٰی سے ہی تمہارے مدعٰی کی نقیض لازم آتی ہے کہ جب آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہذا روئے زمین سے آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہذا روئے زمین سے آسمان تک کسی جسم کا سایہ نہ ہو

وَالسَّالبَۃُ الْجُزْئِیَّۃُ تَنَاقَضَ الْمُوْجبَۃَ الْکُلِّیَۃَ (اور سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ت)

اور چونکہ جو چیزیں نظر آتی ہیں وہی پردہ بنتی ہیں اس لئے مرئی ہونے کی قید لگانا، باوجودیکہ بعد از اعتراض ہے صرف ہوا اور آگ جیسی اشیاء میں جاری ہے۔''[۳]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۵۷۴

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۵۳۶-۵۳۷

۳۔ ایضاً، ج ۳۰ ص ۷۵۶-۷۵۷

باب سوم

تحقیقاتِ
مولانا احمد رضا خان اور کائنات

اللہ عزوجل نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ کائنات کو انسان کیلئے پیدا فرما کر اس کے لیے مسخر فرمادیا۔ انسانوں کو اس میں غوروفکر کرنے کی دعوت دی۔ انسانوں خاص کر مسلمانوں نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کائنات پر غوروتفکر کیا کیونکہ کائنات کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ملتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان نے بھی کائنات کا گہرائی کے ساتھ ایسا مطالعہ کیا کہ کائنات کی بنیادیات (Basics) سے متعلق علوم میں مہارت تامّہ رکھتے تھے۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کائنات کا مطالعہ کیا اور کائنات کو اٹھارہ عالموں میں تقسیم کیا۔ آپ فرماتے ہیں

''عالم اٹھارہ ہیں اور ہر ایک میں کثرتِ مخلوقات کے سبب اسے ہزار سے تعبیر کیا۔ تینوں موالید جمادات، نباتات، حیوانات، اور چاروں عناصر، اور سات آسمان، اور فلکِ ثوابت، فلک اطلس، کرسی، عرش۔''[۱]

آپ نے کائنات کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کی اور علم الطبیعیات کی مندرجہ ذیل برانچوں پر روشنی ڈالی۔

(۱) علم البروالبحر (Knowledge of Land and Oceans)

(۲) زیجات (Astronomical Tables)

(۳) علم تقویم (Almanac)

(۴) توقیت (Reckoning of Time)

(۵) نجوم (Astrology)

(۶) فلکیات (Study in form of Heavens)

(۷) ارضیات (Geology)

(۸) علم مساحت الارض (Geodesy Survey - Mensuration)

(۹) جغرافیہ (Geography)

(۱۰) طبیعیات (Physics)

(۱۱) مابعد الطبیعیات (Metaphysics)

(۱۲) معدنیات (Mineralogy)

(۱۳) موسمیات (Meteorology)

(۱۴) علم الاوزان (Weighing)

(۱۵) فلسفہ (قدیم وجدید) (Philosoph Old & Modern)

۱۔ احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۹ ص ۲۵۳

(۱۶) علم الایام(Knowledge of days)

(۱۷) زائچہ(Horoscopes)

(۱۸) علم تخلیق کائنات(Cosmology)

(۱۹) ھیئت (قدیمہ وجدیدہ)(Old & Modern Astronomy)

(۲۰) ارضی طبیعات(Geo Physics)[۱]

کائنات کے پوشیدہ حقائق آئے روز ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔سائنسی ایجادات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی حقانیت بھی واضح ہوتی رہتی ہے۔حقیقتاً سائنس کی ترقی اسلامی نظریات وعقائد کی تائید کا نام ہے۔لیکن بعض باتیں اسلامی قواعد وضوابط کے خلاف معلوم ہوتی ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ زمین گھوم رہی ہے،آسمانوں کا سرے سے وجود ہی کوئی نہیں وغیرہ وغیرہ لیکن یہ سائنس کی غلطی نہیں ان کی غلطی ہے جن کے ہاتھ میں امور سائنس کی چابی ہے ورنہ الحمدللہ سائنس ہے ہی مسلمانوں کی ایجاد۔سائنس تو اسلام کی لونڈی ہے وہ اس کا کب خلاف کرسکتی ہے ہاں خلاف غلط کار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں۔یہ خود سائنس کے منکر ہیں۔یادرکھو! کہ جن لوگوں کی سائنس اسلامی قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرے تو وہ مردود ہے اور اگر موافقت کرے تو حقیقت ہے۔مولانا احمد رضا خان سائنس کی خامیوں کو بیان فرماتے ہوئے اور مسلمانوں کو سائنسی تحقیق پر ابھارتے ہوئے لکھتے ہیں

''سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل وآیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو،سائنس کا ابطال وشاسکات ہو،یوں قابو میں آئے گی۔اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اُسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔

وَعَيْنُ الرَّضَاءِ عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٍ .

رضامندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے۔

اُس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولیٰ عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کرکے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہء اسلام کو بہ نظرِ تحقیر ومخالفت دیکھیے،اس وقت ان شاءاللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی''[۲]

مولانا احمد رضا خان نے اپنی مختلف کتابوں میں کئی جگہ سائنس کے اسلام مخالف نظریات کی تردید کی ہے۔

۱۔نسیم احمد صدیقی،مولانا،اعلیٰ حضرت علمی کارنامہ علوم وفنون کی فہرست،ص۱۲ تا ۱۸

۲۔احمد رضا،مولانا،فتاوٰی رضویہ،ج ۲۷ص ۲۲۷

فصل اول

فلکیاتی طبیعیات

(Astrophysics)

فلکیاتی طبعیات (Astrophysics) کئی ذیلی شاخوں پر مشتمل ہے جیسے نجوم، ہیئت قدیمہ وجدیدہ، زیجات (Astronomical Tables) اور تقویم تو مولانا احمد رضا خان نے تقریباً تمام شاخوں پر تحقیقی کتب تحریر فرمائی۔ آپ نے بذات خود اپنی تصانیف بھی لکھی، کئی کتابوں پر حاشیہ چھوڑا اور کئی کتابوں پر تعلیقات لکھی آپ کی تحقیقات پر مبنی کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حاشیہ بَرُجندی — (عربی) غیر مطبوعہ

(۲) حاشیہ برلالاتِ البرجندی — (عربی) غیر مطبوعہ

(۳) مُسفِرُ الْمُطَا لعِ لِلتَّقْوِیمِ وَالطَّالعِ
(ستاروں کی تقویم وقت کا طالع نکالنے کا طریقہ) — (فارسی) غیر مطبوعہ

(۴) حاشیہ زیج بہادر خانی — (فارسی) غیر مطبوعہ

(۵) حا شیہ فوائد بہادر خانی — (فارسی) غیر مطبوعہ

(۶) اَلتَّعْلِیْقَاتُ عَلیٰ جا معِ بَهادُرْ خَانِی — (فارسی) غیر مطبوعہ

(۷) اَلتَّعلِیْقَاتُ عَلی الزَّیْجِ الْاَ یْلْخَا نی — (عربی) قلمی ۱۱۳۱ھ

(۸) اَلتَّعلِیْقَاتُ عَلیٰ الزیج الا جد — (عربی) قلمی

(۹) تحقیقات سال مسیحی — (اردو) قلمی [1]

ھیئات (قدیمہ وجدیدہ) Astronomy (Modern&Old)

(۱) مُبْحِثُ الْمُعَا دلَه فَاتَ الدَرَجه الثَا نِیة — (عربی) غیر مطبوعہ

(۲) قانونُ رُؤیَتِ اَهِلّة — (اردو) غیر مطبوعہ

(۳) طلوع وغروب کواکب وقمر — (اردو) غیر مطبوعہ

(۴) اَلصَّرَاحُ الْمُوْ جزُ فِی تَعْدِیْلِ الْمَرْکَزِ
(مرکز شمس کی تعدیل معلوم کرنے کا طریقہ) — (فارسی) غیر مطبوعہ ۱۳۱۹ھ

(۵) رُویتُ الهلالِ — (فارسی) ۱۳۲۳ھ
(ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

(۶) اَقْمَارُالانْشِرَاحِ الْحَقِیْقَةِ الْاِصْبَاحِ — (عربی) غیر مطبوعہ
(صبح کیوں کر ہوتی ہے اور اس کا سبب کیا ہے)

۱۔ عبدالمبین نعمانی، مولانا، المصنّفات الرّضویہ، ممبئی: رضا اکیڈمی، ۲۰۰۴ء، ص ۴۲

(۷)	جَادَةُالطُّلُوْعِ المُمِرِّ لِلسَّيَّارَةِوَالنُّجُوْمِ وَالْقَمَرِ	(عربی)	غیرمطبوعہ
(۸)	حاشیہ کتا بُ الصُّوَرِ	ایضاً	ایضاً
(۹)	حا شیہ شَرْحُ تزْکَرَہ	ایضاً	ایضاً
(۱۰)	حاشیہ طِیْبُ النَّفْسِ	ایضاً	ایضاً
(۱۱)	حا شیہ تَصْرِیْح	ایضاً	ایضاً
(۱۲)	حا شیہ شرح چِغْمَیْنِی	ایضاً	ایضاً
(۱۳)	حاشیہ عِلْمُ الْھَیْئَاۃِ	ایضاً	ایضاً
(۱۴)	حا شیہ رَفْعُ الْخِلَافِ فِی وَفَائِقِ الْاِ خْتِلَافِ	ایضاً	ایضاً
(۱۵)	حاشیہ ما شرح بَاکُورَہِ	ایضاً	ایضاً
(۱۶)	رسالہ صبح (صبح کیوں روشن ہوتی ہے)	ایضاً	ایضاً[1]

نجوم *(Astrology)*

(۱)	زَاکِیَ الْبَھَا فِی قُوَّۃِالْکَوَاکِبِ وَضِعْفُھَا (زائچہ ولادت میں ستارہ کن کن وجوہ سے قوی وضعیف ہوتا ہے)	(فارسی)	غیرمطبوعہ
(۲)	اِسْتِخْرَاجُ تَقْوِیْمَاتِ کَوَاکِبِ	(فارسی)	غیرمطبوعہ
(۳)	اِسْتِخْرَاجِ وُصُوْلِ قَمَرِ بر راس	ایضاً	
(۴)	رسالہ اَبْعَادُ قَمَرِ	(عربی)	
(۵)	حَا شِیَہ حَدَائِقُ النُّجُوْمِ	(عربی)[2]	

۱۔عبدالمبین نعمانی، امام، المصنّفات الرّضویۃ، ص۳۴

۲۔ایضاً، ص۴۴

(i) کائنات کی پیدائش (Creation of Universe)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چھ دن میں پیدا فرمایا ہے۔مولانا احمد رضا خان آیہ کریمہ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ میں استوی کے چار معنے بیان کرتے ہوئے ایک معنی کے تحت کائنات کی پیدائش کے متعلق لکھتے ہیں۔

''استواء بمعنی فراغ وتمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا وآخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے وہ قرآن سے ہو۔استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰی ۱؎

جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اس کا شباب پورا ہوا۔

اسی طرح قولہ تعالیٰ :

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ ۲؎

جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا۔(ت) میں استواء حالتِ کمال سے عبارت ہے۔

اقول :(میں کہتا ہوں، ت) اور اس کے سوا یہ ہے کہ قرآن عظیم میں یہ استواء سات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان وزمین کے ساتھ اور بلا فصل اُس کے بعد ہے، سورہ اعراف وسورہ یونس علیہ الصلوۃ والسلام میں فرمایا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۔ ۳؎

تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر استوا فرمایا (ت)

سورہ رعد میں فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۔ ۴؎

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استواء فرمایا (ت)

سورہ طٰہٰ علیٰ صاحبہا صلی اللہ علیہ وسلم میں فرمایا:

۱۔قصص:۱۴

۲۔فتح:۲۹

۳۔یونس:۳

۴۔رعد:۲

تَنْزِیْلاً مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی o الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۔[۱]

قرآن نازل کردہ ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر استوا فرمایا۔(ت)

سورہ فرقان میں فرمایا:

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۔[۲]

وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا(ت)

سورہ حدید میں فرمایا:

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۔[۳] [۴]

وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا(ت)

وجود کائنات اور مذاہب عالم

مولوی اکبر حسن خان رامپوری مولانا احمد رضا خان سے کائنات کے متعلق سوال دریافت کرتے ہیں کہ

''انگریزوں کے یہاں بدلائل عقلیہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں اور یہ جو نیلگوں شے محسوس ہوتی ہے وہ فضا ہے، اور اختلافِ لیل ونہار سب حرکت ارض ہے۔ اور نہ ستاروں کی حرکت ہے، ہر ستارہ کی کشش دوسرے کو روکے ہوئے ہے جس طرح مقناطیس امید کہ کوئی قوی دلیل عقلی ونقلی وجودِ آسمان پر افادہ فرمائی جائے۔''[۵]

مولانا احمد رضا خان اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں

''وجود آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے تمام آسمانی کتابیں اثبات وجودِ آسمان سے مالا مال ہیں، قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتداء میں دھواں ہونا بستہ چیز پھر رب العزت کا اسے جدا جدا کرنا پھیلانا، سات پر بنانا، اس کا چھت ہونا اس کا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالیٰ کا اسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روز قیامت اس کا شق ہونا، اٹھا کر زمین کے ساتھ ایک بار ٹکرا دیا جانا، پھر اس کا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کرسکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جابجا یہ بھی تصریح ہے کہ جو ہم کو نظر آ رہا ہے یہی آسمان ہے تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا رد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں

۱۔طہٰ:۴،۵

۲۔فرقان: ۵۹

۳۔حدید:۴

۴۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج۲۹ص۱۴۱-۱۴۷

۵۔ایضاً، ج۲۹ص۲۰۴

کہ وہ نظر نہیں آ سکتے یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ کرہ بخار ہے۔ان نصرانیوں اوران یونانیوں سب بطلانیوں کے رد میں ایک آیہ کریمہ کافی ہے کہ

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔[۱]

کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار۔

بنانے والا جو فرمارہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ سنی جائیں،اس سے بڑھ کر گدھا پن کیا ہوسکتا ہے، یہ بائبیل جواب نصاریٰ کے پاس ہے اس کی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان و زمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے رہی دلیل عقلی، ذرا انصاف درکار، اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے یا جو کہے یہ معدوم محض یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے یہ نری دھوکا کی ٹٹی ہے اس کے ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اس کا عدم ثابت کرے یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی۔آفتاب جسے نصاریٰ بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہ کوئی وجود رکھتا ہے اور نگاہ کی غلطی نہیں غرض محسوسات سے بھی امان اٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے عنادیہ کا مذہب آجائے گا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔''[۲]

قرآن، سبع سیارے اور مولانا احمد رضا خان

مولانا احمد رضا خان نے سبع سیاروں کے بارے آیات قرآنی استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

وَالشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ۔[۳]

سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

اور کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ سے بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حرف ہیں۔[۴]

اپنے نفس پر دائرا اور یز ین کا بیان تو بکثرت فرمایا، خاص متحیرات خمسہ کا ذکر فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّس۔ میں ہے،

میں قسم یاد فرماتا ہوں دُبک جانے والوں، چلنے والوں کی۔[۵][۶]

قرآن، کواکب کی حرکت اور مولانا احمد رضا خان

۱۔ملک:۱۴

۲۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج۲۹ص۲۰۴

۳۔نحل:۱۲

۴۔یٰسین:۴۰

۵۔تکویر:۱۵-۱۶

۶۔احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج۳۰ص۱۱۵

مولانا احمد رضا خان کواکب کے خود بالطبع آسمان میں گھومنے یا بحرکت قمری بالتبع چکر کھانے کے بارے میں فرماتے ہیں

''ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ، بلکہ خود کواکب بامرالٰہی وتحریک ملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔''[۱]

اس کے بعد مندرجہ ذیل آیات ذکر کرتے ہیں

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ. [۲]

ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے

وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ [۳]

سورج اپنے مستقر کیلئے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ [۴]

سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں۔

كُلٌّ يَّجْرِيْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔'' [۵]

ایک مقررہ وقت کیلئے سب حرکت میں ہیں۔[۶]

آسمان کے بارے میں جدید سائنس کا نظریہ

''آسمان کچھ نہیں فضائے خالی نامحدود وغیر متناہی ہے''[۷]

جدید فلاسفہ کی دلیل

''ایک پتھر کہ پھینکا جائے اگر جذب زمین ومزاحمت ہوا وغیرہ نہ روکیں تو ہمیشہ یکساں رفتار سے چلا جائے کبھی نہ ٹھہرے زمین کو کششِ آفتاب حائل نہ ہوتی تو ہمیشہ مساوی حرکت سے سیدھی ایک طرف چلی جاتی۔ یہ ان کی خام خیالیاں

۱۔احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۱۱۳

۲۔ یٰسین: ۴۰

۳۔ یٰسین: ۳۸

۴۔ابراہیم: ۳۳

۵۔لقمان: ۲۹

۶۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۱۱۳

۷۔ایضاً، ج ۳۰ ص ۲۸۴

ہیں۔آسمان پرایمان ہرآسمانی کتاب ماننے والے پرلازم،اور بعد موجود قطعاً محدود لامتناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے مردود"[۱]

ھیئات جدیدہ کا اقرار

''اگلے توغلطی میں پڑ کر وجودِفلک کے قائل ہوئے اور ہم پچھلے (یعنی) ہیأت جدیدہ والے اگرچہ آسمان نہیں مانتے پھر بھی حسابی غلطیوں اور ہندسی خطاؤں کے رفع کے لیےان تمام حرکات ودوائر کواگلوں کی طرح ایک کرہ کے مقعر میں مانتے ہیں جومنتہائے نظر راصد پر ہےاوراس کا مرکز مرکزِ زمین۔

اقول :اولاً یہ اقرار غنیمت ہے کہ بےآسمانی کرہ مانے حساب میں غلطی اور ہندسی اعمال میں خطا پڑتی ہے مگر یہ منطق نرالی ہے کہ وہی غلط ہے جس کے ماننے سے غلطیاں رفع ہوتی ہیں۔

ثانیاً تمام عُقلا تو ان دوائر کوآسمانی کرہ کی محدب پر مانتے ہیں مگر یہ انہیں کیونکرراست آتا کہ فضائے نامحدود کا محدب کہاں،لہذا مقعر لیا،اب اس کوبھی تجدید درکار، وہ انتہائے نظر راصد سے لی۔تحدید تواب بھی نہ ہوئی۔

راصدوں کی نظریں مختلف ہیں،سب سے تیزنظر کا لیا جائے توآگے آلات ہیں اوران کی قوتیں مختلف ہیں سب سے قوی قوت کا لیا جائے تواس کی بھی حدنہیں روز نئے آلے ایجاد ہوتے ہیں نگاہ مجرد ہو یا مع آلہ اس کی اپنی انتہا اس سقفِ نیلی پر ہے جسے ہیات قدیمہ نہایت عالم نسیم کرہ بخار کہتی ہے اور جدیدہ ایک محض موہوم حدنظر اور حقیقت میں وہ اس آسمانِ دنیا یعنی فلک قمر کا مقعر ہے اس کے بعد روشن اجرام نہ ہوتے تو کچھ نظر نہ آتا اور روشن اجرام زاویہ بابصار بننے کے لائق بعد پر کتنے ہی دور لے جائیں نگاہ ان تک پہنچے گی تو واقعہ میں کوئی حدنہیں ہاں یہ کہیے کہ کل جب تک یہ آلات نہ نکلے تھے جہاں تک نگاہ پہنچتی تھی اس بعد پر یہ مقعر ودائر بنتے تھے آلات بن کران سے زائد پر ہوئے اور جو آلہ قوی تر ایجاد ہوتا گیا یہ کرہ عالم اونچا ہوتا گیا اور آئندہ یوں ہی ہوتا رہے گا حد بندی کچھ نہیں کیونکہ حساب وہندسہ کی غلطیاں رفع کرنے کوایک غلط بات ماننا درکار ہے جیسی بھی ہو۔

ثالثاً سماوی کرہ واقعی خواہ فرضی بالطبع ایسا ہونالازم کہ تحت حقیقی سےاس تک بعد ہر جانب سے برابر ہوااس کے کوئی معنی نہیں کہ یہ مقعر ایک طرف زیادہ اونچا ہے دوسری طرف کم،تواسے مرکزشمس پر لینا تھا کہ وہی تمہارے نزدیک تحت حقیقی ہے۔مگر مجبوری سب کچھ کراتی ہے وہ حسابی وہ ہندسی غلطیاں یونہی رفع ہوتی ہیں کہ باتباعِ قدما مرکز عالم مرکز زمین پر لیا جائے۔

رابعاً مرکز زمین ہو یا مرکزشمس یا کوئی ایک مرکزمعین ہیات جدیدہ سب دوائر کوجن سے ہیات کا نظام بنتا ہےایک مرکز پر مان سکتی ہی نہیں جس کا بیان عنقریب آتا ہےاور بےایک مرکز پر مانے ہیات کا نظام سب درہم وبرہم،غرض بیچارے ہیں مشکل میں،دوائر اوران کے مسائل سب قدماء سے سیکھے اورانہیں کی طرح اُن سے بحث چاہتے ہیں مگر جدید مذہب والا بننے کواصولِ معکوس لیے اب نہ وہ بنتے ہیں نہ یہ چھوٹتے ہیں،سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہیں۔آسمان گما کر سورج تھما کر

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۲۷ص ۲۸۴

جاذبیت کے مثل ہاتھوں سیارے گھما کر چار طرف ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور بنتی کچھ نہیں۔ بعونہ تعالیٰ یہ سب بیان عیاں ہوجائے گا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔''[۱]

آسمان کا قابل دید ہونا قرآن پاک سے دلیل

''بہر حال آسمان کا غیر مرئی ہونا ہم نہیں مانتے، ہم کیونکر عینی شہادت اور ظاہر نصوص سے روگردانی کریں، ہم اہل اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کرۂ ہوا و بخار سے کیا کام؟ اور ایسے بے سر پا دعاوی کی قرآن وحدیث کے ظاہر مفہومات کے سامنے کیا قیمت اور کیسی وقعت؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

''وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْح''[۲]

اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔

اور معلوم ہے کہ اس قسم کی زینت وعیب مبصرات کے سوا کسی چیز پر صادق نہیں، مثلاً کوئی کیسا ہی مہ روز زرقبرق لباس پہن کر سنہری کمر بند باندھے ہوا میں کھڑا ہو جائے تو ہوا کے لئے وہ زینت نہیں کہلاتا اور اگر کوئی منگتا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ ہوا کیلئے عیب نہیں کہلاتا (کیونکہ ہوا مبصر نہیں) بلکہ اگر بغور دیکھیں تو اجسام کثیفہ میں بھی عموم نہیں کیونکہ حاجب بننے اور کثیف ہونے میں عموم وخصوص مطلق ہے، چنانچہ جسم مثلث کا سایہ نہیں ہوتا خواہ کتنا ہی کثیف ہو نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، آیہ کریمہ

''اِنْطَلِقُوْا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَب''[۳]

(چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے)[۴]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۸۴-۲۸۵

۲۔ ملک: ۵

۳۔ مرسلات: ۳۰-۳۱

۴۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۷۵۷-۷۵۸

(ii) امریکی پروفیسر البرٹ پورٹا کی پیشین گوئی کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

(Critical Review of Exemtion of American Professor Al-Bert Porta)

دارالافتاء میں مولانا ظفر الدین بہاری از تلامذہ مولانا احمد رضا خان نے بانکی پور کے انگریزی اخبار ایکسپریس ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ واستصواب حاضر کیا جس پر امریکہ کے منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیش گوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خان صاحب وجناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

''۷ادسمبر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیپچون، یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے قرآن میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے۔ اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورنیس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورنیس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع کو چوبیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا۔ ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک ظاہر نہ ہوا اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔ یہ داغ شمس کرۂ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان، بجلیاں اور سخت مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔'' [۱]

مولانا احمد رضا خان نے امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف، پورٹا کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے رَدّ پر ایک رسالہ ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' (سورج کی گردش اور زمین کے ساکن ہونے کے لیے مددگار) پر لکھا۔

تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ماہر مسلمان منجم مولانا احمد رضا خان مندرجہ بالا پیشین گوئی کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیتے ہوئے مسلمانوں کو ایسے غلط اور بے بنیاد نظریات کی طرف التفات سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں لکھتے ہیں۔

''یہ سب اوہامِ باطلہ وہوساتِ عاطلہ ہیں، مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔'' [۲]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۲۹۔۳۰

۲۔ ایضاً۔

پھر آپ نہ صرف تلقین کرتے ہیں بلکہ امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پشین گوئی کا سترہ مضبوط فلکیاتی دلائل کے ذریعے ردّ کرتے ہیں۔ ان دلائل کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

''بیان منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے لیے پرہی اکتفا کریں۔''[۱]

مولانا احمد رضا خان نے جو دلائل ذکر کیے ان میں دو اسلامی اصولوں پر مبنی ہیں جبکہ بقیہ خالص عقلی دلائل ہیں۔ نقلی دلائل تو اس لئے کہ مسلمان ان کو ماننے سے انکار نہیں کرسکتا۔ جبکہ عقلی اس لئے کہ غیر مسلم بھی عقلی دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے ہمارے اسلامی موقف کو مان جائیں۔

یہاں پر ایک اسلامی دلیل اور چار عقلی دلیلوں کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کے موقف کے رد پر اسلامی دلیل

ہیئت جدیدہ والے سورج کو مرکز عالم مانتے ہیں اور اس کی بنیاد امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے پیشین گوئی پیش کی۔ مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک سورج کو مرکز عالم ماننا باطل ہے آپ لکھتے ہیں۔

''منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی جسے ہیأت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں، اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶/ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے، نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اُس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم ہے اور سب کواکب اور خود شمس اُس کے گرد دائر۔

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے۔

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ . [۲]

سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے

اور فرماتا ہے۔

وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ . [۳]

سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے، یہ ساداھا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔

اور فرماتا ہے

کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْن . [۴]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۴۱-۲۴۲

۲۔ رحمٰن: ۵

۳۔ یٰسین: ۳۸

۴۔ یٰسین: ۴۰

چاند سورج ایک ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ[۱]

تمہارے لیے چاند اور سورج مسخر کیے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

اور سورہ فاطر میں فرماتا ہے۔

وَسَخَّرَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى. [۲]

اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج، ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے۔

بعینہ اسی طرح سورہ لقمان، سورہ ملک، سورہ زمر میں فرمایا۔اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے۔اس کے جواب کو آیہ کریمہ تمہیں تعلیم فرمادی ہے۔

اَلاَ يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ. [۳]

کیا وہ نجانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار۔

تو پیش گوئی کا سرے سے مبنٰی ہی باطل ہے۔'' [۴]

پروفیسر البرٹ ایف کے ردّ پر زبردست دلیل

ہیئت جدیدہ والے سورج کو مرکز عالم مانتے ہیں اور امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے شمس کو ہی مرکز بنایا ہوگا۔اگر سورج کو مرکز عالم مان کر سیاروں کے مراکز دیکھے جائیں تو بھی امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف کی پیشین گوئی جھوٹی ثابت ہوتی ہے، مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں۔

''یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اول ہیں جیسا کہ واقفِ علم زیجات پر ظاہر ہے اور اوساطِ کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی، اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۷ ادسمبر کو کواکب کے حقیقی مقام یہ ہوں گے۔[۵]

ظاہر ہے کہ اُن چھ کا باہمی فاصلہ نہ ۲۶ درجے میں محدود بلکہ ۱۱۲ درجے تک محدود، یہ تقویمیہ اس دن تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیویارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے ۱۲

۱۔ابراہیم:۳۳

۲۔فاطر:۱۳

۳۔ملک:۱۴

۴۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ص ۲۳۰-۲۳۱

۵۔نقشہ اگلے صفحے پر موجود ہے۔

کوکب	برج	تقویم درجہ	تقویم دقیقہ
نیپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	اسد	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰
شمس	قوس	۲۴	۳۰
یورینس	دلو	۲۸	۲۶

بجے ہوں۔ یہ فاصلہ اُن تقویمات کا ہے باہمی بُعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی قوسین چھوٹی ہیں اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲'' [۱]

امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا بے دلیل دعوٰی

امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کے دعوٰی کہ دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا، کے متعلق لکھتے ہیں۔

''یہ کہنا کہ دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا محض جزاف ہے، مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے تو پیش کرے ورنہ روزِ اوّل کواکب درکنار دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کئے اور ایسا اجتماع نہ پایا، یہ بھی یقیناً نہیں، تو دعوٰی بے دلیل باطل و ذلیل۔ اور یورینس اور نیپچون تو اب ظاہر ہوئے۔ اگلے زیجات میں ان کا پتہ کہاں مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق ان کے ہزاروں برس کے اوساط نکالے ہوں یہ بھی ظاہر النفی اور دعوے محض ادعاء۔'' [۲]

پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا دعوٰی کہ ستاروں کا آزار آفتاب پر ایکا کرنا ہے باطل ہے

ہیئت جدیدہ والے جاذبیت کے قائل ہیں تو امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا دعوٰی جاذبیت کی بنیاد پر

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۳۱

۲۔ ایضاً۔

ہوگا۔مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا مسئلہ جاذبیت صحیح ہے تو بھی ستاروں کا سورج کے خلاف متحد ہو جانا باطل ہے

خود رقمطراز ہوتے ہیں۔

''کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر ایکا کر لیا ہے؟ یہ تو محض باطل ہے، بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ اور ۱۷ دسمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے۔

کوکب	وسط	
	درجہ	دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نیپچون	۱۲۹	۵۳
زہرہ	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۴۳
یورینس	۲۳۰	۵۷

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سے ہزاروں درجے بڑا ہے۔ جب اتنے بڑے پر ۶ کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ اس سے نہایت صغیر و حقیر ہے، پانچ کی کشاکش اور اُدھر سے یورینس کی مارا مار یقیناً اس کو فنا کر دینے کے لیے کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ اور بھی تنگ، صرف ۲۵ درجے۔''[۱]

امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا رد سیاروں کے سائز کے ذریعے

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا دعوٰی جھوٹا ہے کیونکہ سیارے مندرجہ ذیل طریقے سے آپس میں ملیں گے جو باطل ہے۔

''عطارد تو سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلہ میں ہیں تو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ص ۲۳۲

عظیم ہاتھی مع یورنیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں اور تین اُن میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بے بیچارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر اکٹھے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے اُن پر اثر زیادہ ہونا لازم واجب تھا کہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے وہ انہیں تمرد پر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم جانا۔جیسا کہ ہمیشہ مشہود ہے کہ کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھینچی جائے۔اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچ آئے گی ورنہ ٹکڑے ہو جائے گی۔یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے، نہ آفتاب کے اس طرف رہیں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔بالجملہ پیشگوئی محض باطل و پادر ہوا ہے۔''[۱]

غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا پھر اس کی عطا سے اس کے بندوں کو ہے لہذا امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا دعویٰ باطل ہے، آپ لکھتے ہیں۔

''غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے، پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔اگر اتفاقاً بمشیتِ الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشگوئی قطعاً یقینی جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بفرض غلط واقعی بھی ہوئے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل من گھڑت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا، اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر یہ اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے، بہرحال پیشگوئی باطل۔وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقُّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلِ۔''[۲]

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۳۳

۲۔ایضاً۔

(iii) خلااورافلاک

(Space and Heavenly Bodies)

خلااورافلاک کے بارے میں مولانا احمد رضا خان سے پہلے دو گروہ تھے۔ایک قدیم فلاسفہ گروہ کا اور ایک جدید فلاسفہ کا گروہ کا۔مولانا احمد رضا خان نے دونوں کے نظریات کا جائزہ لیا۔جو نظریہ قرآن وحدیث کی تعلیمات یا تحقیق فن کے خلاف تھا۔اس کا دلائل کے ساتھ رد کیا۔اور جو حقیقت کے قریب تھا اسکی تائید کی۔فلاسفہ قدیمہ اور فلاسفہ جدیدہ کے ردّ پر خاص طور پر دو رسائل ''اَلْکَلِمَۃُالْمُلْھِمَہ فِی الْحِکْمَۃِالْمُحْکَمَۃِلِوَھاءِ فَلْسَفَۃِالْمَشْئَمَۃ''اور''فوزِمُبِین دَرْرَدِّ حَرْکَتِ زَمِین'' لکھے۔پہلے رسالہ میں مولانا احمد رضا خان نے علم الطبیعیات کی شاخ آسٹروفزکس کے بارے میں قدیم فلاسفہ کے نظریات کی تحقیق کی۔قدیم فلاسفہ کے نظریات کو معقولات کے نام سے ایک عرصہ سے مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتا تھا۔جیسا کہ ''ردّ فلسفۂ قدیمہ'' کی تقدیم میں ہے۔

''فلسفہ میں ''ھِدَایَۃُالْحِکْمَۃ متن''''ھَدِیَہ سَعِیدِیَّہ''''مَیْبُذِی''''صَدْرا''''شمس بازغہ ''بلکہ''شرح اشارات''اس پر مستزاد تھیں۔پھر بھی معقول پسند طلبہ کے جذبہ ھَل مِن مَزِید کی تشفی نہیں ہوتی تھی،جس کے لئے''شرح مطالع''''شرح حِکْمَۃُ الْعَیْنِ''''حواشی قدیمہ وجدیدہ''اور محاکات بھی پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔غرض طبائع پر معقولات کا غلبہ تھا اور علوم عقلیہ کی وقعت مسلم تھی۔کسی عالم کو اس وقت تک عالم تسلیم نہیں کیا جاتا تھا،جب تک وہ معقولات دستگاہ عالی نہ رکھتا ہو۔قبل دور میں''بزدوی خواں''(اصول فقہ کی مشہور کتاب''اصول بزدوی''کا طالب علم)''اَلْعَالِمُ الْالمَعِیُ وَالْفَاضِلُ اللَّوذَعِیُ''کا مصداق سمجھا جاتا تھا۔مغل دَور کے آخر میں ملا محمود جونپوری کی''شمس بازغہ''حکمت و دانائی کی معراجِ کمال سمجھا جاتا تھا''۔[1]

مولانا احمد رضا خان نے اپنے اس رسالہ''اَلْکَلِمَۃُالْمُلْھِمَہ فِی الْحِکْمَۃِالْمُحْکَمَۃِلِوَھاءِ فَلْسَفَۃِالْمَشْئَمَۃ''کتیس مقامات میں منحصر کیا۔ان مقامات میں اللہ تعالیٰ کے فاعل مختار ہونے پر سائنسی دلائل،خلا،افلاک،حرکت اور زمانہ کے خواص ذکر کرتے ہوئے آخر پر ایٹم کے وجود پر اپنی تحقیق پیش کی۔جیسا کہ

''اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے۔

فلک محدد جہات نہیں۔

فلک الافلاک میں میل مستقیم ہے۔

۱۔احمد رضا،امام،ردّ فلسفہ قدیمہ ،اسلام آباد:ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' ۲۰۰۰ء،ص۱۰-۱۱

فلک کا قابلِ حرکت مستدیرہ ہونا ثابت نہیں

فلک میں مبدءِ میل مستدیر نہیں۔

فلک کی حرکت ثابت نہیں۔

فلک پر خرق والتیام جائز ہے۔

فلک کی حرکت ارادیہ ہونا ثابت نہیں۔

فلک بسیط نہیں۔

جسم میں کوئی نہ کوئی مبدءِ میل ہونا کچھ ضرور نہیں۔

دو حرکت مستقیمہ کے بیچ میں سکون لازم نہیں۔

حرکت وضعیہ فلک بھی طبیعیہ ہوسکتی ہے۔

حرکت وضعیہ کا طبعیہ ہونا محال نہیں۔

حرکت فلک قسریہ ہوسکتی ہے۔

زمانہ حادث ہے۔

زمانہ کا وجود خارجی اصلاً ثابت نہیں۔

زمانہ موجود ہو خواہ موہوم کسی حرکت کی مقدار نہیں ہوسکتا۔

جزلایتجزّٰی باطل نہیں۔'' [۱]

مولانا احمد رضا خان نے مندرجہ بالا نظریات کو بخلاف فلاسفہ کے ثابت کیا۔ اوران کے ثبوت پر دلائل کے انبار لگادیئے۔ بطور استشہاد کے خلا اور افلاک کے متعلق مولانا احمد رضا خان کے نظریات کو پیش کیا جاتا ہے۔

خلا کے بارے میں جدید طبیعیات کا نظریہ

فلسفہ جدیدہ (Modern Science) کے نزدیک خلا ممکن بلکہ واقع ہے بذریعہ آلہ کسی ظرف یا مکان کو ہوا سے بالکل خالی کر لیتے ہیں۔[۲]

خلا کے بارے میں قدیم فلاسفہ کا نظریہ

''فلسفہ قدیمہ (Old Science) خلا کو محال مانتا ہے۔''[۳]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۸۳-۵۷۱

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۸۱

۳۔ ایضاً۔

کیا خلا محال ہے (What is the Space Immpossible)

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''خلا محال نہیں''[۱]

قدیم فلاسفہ کی دلیل اور اس کا ردّ

''اگر خلا ہوتو اس میں حرکت ایک حد تک ایک زمانہ معین میں ہوگی اور ایک جسم ایک ملا میں اتنی ہی مسافت چلے ضرور ہے کہ خلا والے سے دیر میں چلے گا کہ ملا اس کا معاوق ہے فرض کرو دو چند میں اب وہ ملا لیجئے جس کی معاوقت پہلے ملا سے نصف ہوتو نصف ہوتو ضرور ہے کہ اس سے نصف دیر میں چلے گا تو حرکت مع معاوق بلا معاوق کے برابر ہوگئی حالانکہ دونوں جگہ صرف معاوق درکار، پہلی صورت میں معاوق خارجی مثل ملا کافی تو قسر کے لیے ضرورت میل طبعی ثابت نہیں اور دوسری میں معاوق داخلی مثل میل کافی تو استحالہ خلاف ثابت نہیں، غرض وہاں معاوق خارجی کو بھولتے ہیں اور یہاں داخلی کو یہ ہے ان کا تفلسف فلاسفہ کے لیے استحالہ خلا میں دو واہی شبہے اور ہیں کہ مواقف میں مع رد مذکور میں اور زرنقات وسرنقات اگر ثابت ہوگا تو استحالہ عادیہ نہ عقلیہ ان کی بڑی دستاویز یہی شبہ مردودہ تھا اس پر بھی زیادہ کلام کی حاجت نہیں کہ خود ان کے بڑے خونگرم حامی متشدق جونپوری نے شمس بازغہ میں اگرچہ ابوالبرکات بغدادی کے اعتراض کو نہایت سقوط میں بتایا مگر اسی سے اخذ کر کے دونوں مقاموں میں فلاسفہ کا جہل واضح ہو روشن کر دیا ہے اور دونوں جگہ دلیل کا ناتمام ہونا صاف مان لیا ہے پھر بھی دونوں دعوؤں پر فصلیں عقد کرتا اور انہیں مردود باتوں پر لاتا ہے۔''[۲]

خلا کے بارے میں ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا خان کا نظریہ

ہمارے نزدیک وہ (خلا) ممکن ہے مگر زرّاقات (عہ) وسّراقات وغیرہا کی شہادت سے عادۃً محال اور ہوا بہت تخلخل جسم ہے کیا دلیل ہے کہ بذریعہ آلہ بالکل نکل جاتی ہے جز وقلیل متخلخل ہوکر سارے مکان کو بھر دیتا ہے جو بوجہ قلت قابلِ احساس نہیں ہوتا۔

عہ: زرّاقہ پچکاری، سرّاقہ نیچورا۔ اس کا تنگ منہ اور نیچے باریک سوراخ پانی بھر کر اوپر انگوٹھی سے دبا لو پانی نیچی نہ گرے گا کہ ہوا کے جانے کی کوئی جگہ نہ ہوگی پانی گرے تو خلا لازم آئے، انگوٹھا اٹھا لو تو اب گرے گا کہ نیچے سے جتنا پانی نکلے گا اوپر سے اُتنی ہوا داخل ہوگی، ڈاٹ پچکاری کے نتھنے تک دبا کر پانی پر رکھ کر کھینچو پانی چڑھ آئے گا کہ ڈاٹ کے نکلنے سے جگہ خالی ہوگی اس خلا کو بھرے اور جب پانی بھر جائے اور ڈاٹ سے منہ بند ہو جھکانے سے پانی نہ گرے گا جیسے نیچوری

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۴۱۷

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۴۱۷-۴۱۸

سے نہ گرتا تھا کہ خلا نہ لازم آئے، مدت ہوئی میں ایک مشہور طبیب کے یہاں مدعو تھا گرمی کا موسم تھا حقّہ بھر کر آیا نئے خشک تھی دھواں نہ دیا میں نے اسے کہا تازہ کرو اب دھواں دینے لگا میں نے حکیم صاحب سے وجہ پوچھی کچھ نہ بتائی میں نے کہا جب نئے خشک تھی مسام کھلے ہوئے تھے، پینے کے جذب سے جتنی ہوائے کے اندر سے منہ میں آتی اس کے قریب باہر کی ہوا مسام کے ذریعے سے نئے کے اندر آ جاتی جگہ بھر جاتی اور دھوئیں تک جذب کا اثر نہ پہنچا تازہ کرنے سے مسام بند ہو گئے اندر کی ہوا پینے سے کھینچی اور باہر کی آ نہ سکی لاجرم خلا بھرنے کو دھواں نے میں آیا۔[1]

فلک کے بارے میں اسلامی اور جدید طبیعیاتی نظریات کا تقابل

''یہ بھی ماننا تو اب ضرور ہے کہ وہ حرکت حرکت فلک نہ ہو کہ حرکت فلک سخت اشد الخفا ہے ہیئت جدیدہ والے تو سرے سے فلک ہی نہیں مانتے اور ہیئت اسلامیہ فلک کا متحرک ہونا قبول نہیں فرماتی، اور عامہ اذہان یہی اس سے خالی تو ضرور یہ حرکت حرکت یومیہ حرکت شمس ہے جس سے ہر جاہل ہر بچہ تک آگاہ اور بلا شبہ اظہر الحرکات ہے۔ ہیئت جدیدہ اگرچہ ہنگام ادعا اسے براہ جہالت منسوب بزمین کرے مگر اعمال و محاسبات میں وہ بھی حرکتِ شمس ہی کہتی اور لکھتی اور اس کے مدار منطقۃ البروج کا نام آف دی سن (of the sun) رکھتی ہے یعنی شمس کا راستہ، نہ آف دی ارتھ (of the Earth) زمین کا۔''[2]

فلک کی شکل و حرکت و جہت اور پرزے اور ان کی حرکتیں اور جہتیں

مولانا احمد رضا خان نے افلاک کی شکل و حرکت وجہت اور پرزے اور ان کی حرکتیں اور جہتیں بالتفصیل ذکر فرمائی۔ سب سے پہلے وہ امور ذکر فرمائے ہیں جو تمام افلاک میں مشترک ہیں۔ پھر ہر فلک کی خصوصیات کو ذکر فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں

''امر عام: تو یہ ہے کہ ہر فلک کرہ مجوفہ ہے جس میں محدب و مقعر دو سطحیں ایک فلک دوسرے کے جوف میں ہے اور سب سے نیچے فلک قمر کے پیٹ میں چاروں عناصر فلک اطلس سب سے اوپر اور اس کی حرکت سب سے سریع تر ہے مرکز عالم پر مشرق سے مغرب کو چلتا اور ایک رات دن بلکہ ۲۴ گھنٹے سے بھی ۳ منٹ ۵۶ سیکنڈ کم میں دورہ پورا کرتا ہے۔ قطبین شمالی اور جنوبی اس کے قطب ہیں اور معدل النہار جس کی سطح میں خطِ استواء واقع ہے اسی کا منطقہ یہ فلک تمام افلاک زیرین کو بھی اپنے ساتھ ساتھ گھماتا ہے۔ طلوع و غروب جملہ کواکب اسی وجہ سے ہے۔ اس میں کوئی ستارہ یا پرزہ نہیں۔''[3]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۸۱

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۵۰۲

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۳۸۸

فلک اطلس ہم سے بہت دور ہے اس میں کوئی ستارہ نظر نہیں آتا ہے تو اس بناء پر یہ کہنا کہ اس میں کوئی ستارہ نہیں ہے صحیح نہیں ہے، آپ لکھتے ہیں۔

''اقول : نہیں کہنا جزاف ہے یہ کہیں کہ معلوم نہیں، کیا استحالہ ہے کہ اس میں کچھ کواکب ہوں کہ بوجہ شدت بعد نظر نہ آتے ہوں بلکہ کیا دلیل ہے کہ انہی کواکب مشہودہ سے بعض فلکِ اعظم میں نہیں بلکہ کہکشاں اور نثرہ اور کف الخضیف کے پیچھے اور ان کے سوا جہاں جہاں سحابی شکلیں ہیں ان میں صریح احتمال ہے کہ یہ ستارے تمام ثوابت سے اوپر ہوں کہ بوجہ بعد منظر و قرب باہم ان کے اجرام متمیز نہ ہوتے ہوں ایک چمکیلی سطح ابر سفید کی شکل میں نظر آتی ہو۔''[۱]

آپ نے تمام افلاک کی پوزیشنز اور ان کا ڈھانچہ بیان کیا ہے بطور استشہاد فلک ثوابت کو بیان کیا جاتا ہے۔

''اس کا مرکز اس سے متحد ہے مگر قطب قطبین عالم سے ۳۶ درجے ۲۷ دقیقہ جدا ہیں اس کی حرکت مغرب سے مشرق کو ہے، یہ بائیس ہزار برس میں بھی ایک دورہ پورا نہیں کرتا اور اگلوں کے خیال میں تو ۳۶ ہزار برس میں اس کا دورہ تھا تمام ثوابت رنگا رنگ مختلف اقدار کے اسی میں ہیں، ساتویں آسمان کے ممثلات مرکز واقطاب و جہت حرکت وقدر سرعت سب میں اسی کے موافق ہیں اس لیے ان کو ممثلات کہتے ہیں کہ ان باتوں میں فلک البروج کے مماثل ہیں اس فلک میں کواکب کے سوا اور کوئی پرزہ نہیں۔

اقول : ضرور ہیں اور ہزاروں ہیں ثوابت کی چال باہم مختلف مرصود ہوئی ہے زیج احد میں بیاسی ثوابت کی چال منضبط کی ہے کوئی ۶۳ برس میں ایک درجہ طے کرتا ہے جیسے عرقوب الرامی، کوئی ۶۴ میں جیسے نسر واقع کوئی ۶۵ میں جیسے رکبۃ الرامی، کوئی ۶۶ میں جیسے سہیل یمانی نسر طائر جدی الفرقد، کوئی ۶۷ میں جیسے نیرّ الفلکہ، یوں ہی فی درجہ ۸۲ برس تک اختلاف ہے جب ایک درجہ میں ۱۹ برس کا تفاوت ہے تو پورے دورے میں تقریباً سات ہزار برس کا فرق ہوگا۔ تو ضرور سب کی جدا تدویریں ہیں جن کی چالیں مختلف۔''[۲]

افلاک کی تحقیق کرتے ہوئے عام طور پر ماہر فلکیات افلاک کی پوزیشن قطبین سے درجے اور دقیقہ تک، زیادہ سے زیادہ ثانیہ تک بتاتے ہیں لیکن ماہر فلکیات وطبیعیات مولانا احمد رضا خان ثانیہ تک نہیں بلکہ ثالثہ تک بتاتے ہیں بطور استشہاد فلک قمر کو پیش کیا جاتا ہے

''چھ پرزے ہیں ا ط ممثل مرکز ر پر، ب ح جوزہرہ ح مائل نیز مرکز پر، متمم حاوی ء ج محوی ط ی۔ ہ ء حامل مرکز ک

....

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۸۸

۲۔ ایضاً۔

پر، ح تدویر ط قمر مثل بدستور۔

جوزہر ۳ دقیقے ۱۰ ثانئے، ۳۷ ثالثے مائل ۱۱ درجے ۹ دقیقے ۷ ثانئے ۴۳ ثالثے حامل ۲۴ درجے ۲۲ دقیقے ۵۳ ثانئے ۲۲ ثالثے تدویر ۱۳ درجے ۳ دقیقے ۵۳ ثانئے ۵۶ ثالثے، یہ تمام حرکات مثل منطقۃ البروج مغرب سے مشرق کو ہیں مگر مدیر عطارد جوزہر و مائل قمر کہ تینوں مثل اطلس مشرق سے مغرب کو اور تمام تدویروں کا نصف بالا مثل منطقہ ہے مگر قمر میں مثل اطلس، متاخرین نے خمسہ متحیرہ و قمر کے افلاک میں چودہ پرزے اور مانے ہیں جن کی تفصیل شروح تذکرہ میں ہے۔"[۱]

فلک پر خرق والتیام اور معراج مصطفٰی ﷺ

مولانا احمد رضا خان کے نزدیک فلک پر خرق والتیام جائز ہے۔ جبکہ فلاسفہ کے نزدیک فلک پر خرق والتیام نا جائز ہے۔ اس بنا پر فلاسفہ معراج مصطفٰی ﷺ کا انکار دیتے ہیں۔ آپ رقم طراز ہوتے ہیں۔

"فلک پر خرق والتیام جائز ہے۔ فلسفی اسے محال کہتا ہے اور اس کے فضلہ خوار نیچری وغیرہم اسی بناء پر معراج پاک سے منکر ہیں۔ طرفہ یہ کہ ایمان وکلمہ گوئی و تصدیق قرآن عظیم و ایمان __________ قیامت کے مدعی ہیں۔ قرآن و قیامت پر ایمان استحالہ خرق والتیام کے ساتھ کیونکر جمع ہوا جس میں بکثرت نصوص قاطعہ ہیں کہ روز قیامت آسمان پارہ پارہ ہو جائیں گے،

وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ .[۲]

لیکن ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔"[۳]

تحدید فلک اور معراج مصطفٰی ﷺ کا ثبوت

"تحدید کا قصہ فلک اطلس میں تھا باقی آٹھ پر خرق سے کیا مانع اور معراج مبارک میں انہیں سات آٹھ کا خرق درکار نہ کہ تاسع کا جسے تم عرش اعظم سمجھتے ہو۔ اس پر فلسفی نے کہا کہ ہر فلک میں مبدء میل مستدیر ہے تو مبدء میل مستقیم نہیں کہ اجتماع محال اور فلک پر قسر محال میل مستقیم محال تو حرکت مستقیمہ محال تو خرق محال۔ یہ انہیں مقدمات باطلہ اور انکی امثال ہوسات عاطلہ پر مبنی ہے۔"[۴]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۹۰

۲۔ انعام ۶:۳۳

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۴۳۸

۴۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۴۴۷

فصل دوم

زمین کی حرکت کے بارے میں
اسلامی نظریات، جدید نظریات اور مولانا احمد رضا

علم الطبیعیات بنیادی سائنس ہے جو کائنات کے بنیادی اصولوں سے بحث کرتی ہے فلکیات، کیمسٹری اوور جغرافیہ کی بنیاد اس پر ہے۔ علم طبیعیات کی ایک شاخ میکانیکس (Mechanics) جو تمام بنیادی اصولوں کو بیان کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس نے بڑی کامیابی سے اجرام فلکیہ جیسے سیارے، راکٹس، اور بیس بال کی حرکات کو بیان کیا ہے۔

Famous Firsts in Earth Theory

Regarding Earth Theory,the famous firsts are:

1.Nicolas Copernicus (1473-1542)

Poland

2.Galileo Galilee (1564-1642)

Italian Physicist & Astronomer

3.Johannes Kepler (1571-1630)

German Astronomer

4. Isaac Newton (1642-1727)

English Physicist & Mathematician)

5.Abert Einstein (1879-1955)

German Physicist

6.Imam Ahmad Raza Breilvi (1856-1921)

Musim Scientific Theologian [1]

نظریہ حرکت زمین کی تاریخ

زمانہ قدیم سے لوگ صرف انہی سات سیاروں سے واقف تھے جو ان کو نظر آتے تھے، ان میں مشتری، زہرہ، مریخ، جوپیٹر، سیٹرن، چاند اور سورج شامل تھے۔ ابتدائی نظریہ یہی تھا کہ زمین ساکن ہے اور یہ سب زمین کے گرد گردش کرتے ہیں جیسا کہ عموماً نظر آتا ہے۔ چنانچہ تقریباً ۳۵۰ سال قبل مسیح میں یونان کے فلاسفر ارسطو (Aristotle) نے یہی نظریہ پیش کیا تھا کہ زمین ساکن ہے اور سورج سمیت تمام سیارے اس کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ پھر ۲۵۰ سال قبل مسیح میں یونان کے

....

1.Malik,Dr(2010),"*Scientific Work of Imam Ahmad Raza"*,p-127

ایک اور فلاسفر اور ہیئت دان فیثا غورث (Aristarchus) نے ارسطو کے نظریے کی مخالفت کرتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج ساکن ہے اور ہماری زمین اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ نیز ہماری زمین کے علاوہ اور بھی بہت سے سیارے ہیں جو سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔ فیثا غورث ہی وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے سورج کے ساکن ہونے کا نظریہ پیش کیا تھا مگر یہ نظریہ زیادہ مقبول نہ ہوا اور لوگوں کے ذہنوں پر ارسطو کا نظریہ چھایا رہا۔[1]

بعدازں ۱۴۰ء میں یونان کے فلاسفر بطلیموس (Ptolemy) نے علم ہیئت کے متعلق وہی پہلا نظریہ پیش کیا کہ حقیقت میں ہماری زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھوم رہا ہے۔[2] یہی وہی نظریہ تھا جو ارسطو نے پیش کیا تھا۔ بطلیموس علم ہندسہ، ہیئت اور نجوم میں استادِ وقت اور یکتائے روزگار تھا۔ اس نے اجرام فلکی کی تحقیق کے لیے ایک رصدگاہ بھی تیار کی ہوئی تھی۔ علم ہیئت پر اس کی کتاب ''مجسطی'' نہایت معتبر سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ ارسطو اور بطلیموس کا پیش کردہ نظریہ ۱۸۰۰ سال تک دنیا بھر میں مشہور و مقبول رہا۔ بالآخر یورپ کے ایک ہیئت دان کوپرنیکس (۱۴۷۳۔۱۵۴۳ء) نے سولہویں صدی میں یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے اور ہماری زمین اپنے محور کے گرد بھی گھومتی ہے اور سورج کے گرد بھی سال بھر میں ایک چکر لگاتی ہے لیکن کوپرنیکس کے بعد ڈنمارک کے ہیئت دان ٹیکو براہی (Tycho Brahe) (1601۔1546ء) نے کوپرنیکس کے نظریے کو رد کر دیا اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد اسی پہلے بطلیموسی نظریے کو ہی صحیح قرار دیا۔ جس کے مطابق زمین ساکن اور سورج نیز دوسرے تمام سیارے اس کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔ بعدازں ٹیکو براہی کے اسسٹنٹ کیپلر (Kepler) (1564۔1630ء)، اٹلی کے ہیئت دان گلیلیو (Galileo) (1571۔1642ء) اور نیوٹن (Newton) (1642۔1727ء) نے اپنی تحقیقات کے ذریعے کوپرنیکس کے نظریے کی حمایت کی (کہ سورج ساکن ہے اور زمین سمیت تمام سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں) اور جدید فلکیات کی بنیاد رکھی جسے کوپرنیکس تحریک (RevolutionCopernican) کا نام دیا گیا۔[3]

بعدازاں کئی ہیئت دانوں نے اس نظریہ کی تائید جاری رکھی تاآنکہ ۱۹۱۶ء میں مشہور سائنسدان البرٹ آئن سٹائن نے نظریہ اضافیت (Relativity of Theory) پیش کیا۔ اس تھیوری کی رو سے تمام اجرامِ سماوی خواہ وہ ستارے ہوں یا سیارے وہ گردش میں ہیں۔[4]

---

1. Draper, John William(2007) "*History of the Conflict Between Religion and Science*" The Agnostic Reader. Prometheus. pp. 172–173.
2. DeWitt, Richard (2010). "*The Ptolemaic System*". England: Wiley. p. 113
3. Rosen, Edward (1995)."*Copernicus and his Successors*". London: Hambledon Press.p.158
4. Einstein A. (1916 (translation 1920)), "*Relativity*": The Special and General Theory, New York: H. Holt and Company p.25

زمین کی حرکت کے بارے میں اسلامک تھیوری

قرآن واحادیث میں بیان کیا گیا کہ زمین اور آسمان ساکن ہیں جبکہ بقیہ اجسام اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں اور نیوٹن کا نظریہ کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں باطل ہے۔

مسلمان ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا خان ایک عاشق رسول ﷺ اور محبّ اسلام تھے۔ آپ کو گوارا نہ تھا کہ اسلام مخالف نظریہ کی نشر واشاعت ہو۔

آپ نے نظریہ سکونِ زمین وآسمان پیش کیا۔ اس کے بارے میں اپنے مختلف رسائل میں مختلف مقامات پر صراحت کی جیسے ☆ نُزُوْلِ آیَاتِ فُرْقَان بسَکُوْ نِ زَمِیْن و آسْمَان(۱۹۱۹ء)

☆ فَوزِمُبِیْن دَرْرَدِّ حَرْکَتِ زَمِیْن (۱۹۱۹ء)

☆ مُعَیَّنِ مُبِیْن بَهَرْدَوْرِ شَمْسِ وَسَکُوْنِ زَمِیْن(۱۹۱۹ء)

☆ اَلْکَلِمَةُالْمُلْهِمَه فِی الْحِکْمَةِالْمُحْکَمَةِلِوَهاءِ فَلْسَفَةِالْمَشْئَمَة(۱۹۱۹ء)

پہلے رسالہ میں قرآنی آیات واحادیث نبوی ﷺ سے زمین اور آسمان کے ساکن ہونے کو بیان کیا جبکہ دوسرے رسالہ میں ۱۰۵ سائنسی دلائل سے زمین کے ساکن ہونے اور سورج کے متحرک کو بیان کیا۔ تیسرا رسالہ میں امریکی پروفیسر البرٹ پورٹا کی پیشین گوئی کا سائنسی دلائل کی روشنی میں رد کیا چوتھے رسالہ میں قدیم اور جدید فلاسفہ (Science) کا رد کیا مولانا احمد رضا خان نظریہ حرکت زمین کے رد پر رسائل لکھنے کی وجہ تحریر فرماتے ہیں

''شمس وقمر کا چلنا اور زمین کا سکون روشن طور پر لایا آج جس کا خلاف سکھایا جاتا ہے اور مسلمان ناواقف نادان لڑکوں کے ذہن میں جگہ پاتا اور ان کے ایمان واسلام پر حرف لاتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی فلسفہ قدیمہ بھی اس کا قائل نہ تھا اس نے اجمالاً اس پر ناکافی بحث کی جو اس کے اپنے اصول پر مبنی اور اصول مخالفین سے اجنبی تھی۔''[۱]

۱۔ احمد رضا، اما، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۴۴

(i) حرکت زمین اور قرآن وحدیث

(Motion of earth & Quran and Hadith)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلام اپنے ماننے والوں کی ہر ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے۔اسلامی تعلیمات کا منبع اور ماخذ قرآن پاک اوراس کی تفسیر احادیث نبویہ ہیں۔قرآن پاک میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے۔اس لئے مولانا احمد رضا خان نے ''نظریہ حرکت زمین'' کے ابطال پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل رسالہ تحریر فرمایا۔

☆ نُزُولِ آیَاتِ فُرْقَان بسَکُوْ نِ زَمِیْن و آسْمَان(۱۹۱۹ء)

آیئے اس رسالہ کا تجزیہ کرتے ہیں

''نُزُولِ آیَاتِ فُرْقَان بسَکُوْ ن زَمِیْن و آسْمَان'' کا تجزیہ

آپ اس رسالہ میں سب سے پہلے زمین وآسمان کے متعلق اسلامی مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں

''اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں۔'' [۱]

پھر اپنے موقف پر مندرجہ ذیل آیات آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہیں

كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ. [۲]

''ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی''

اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے۔

اِنَّ اللّٰـهَ يُـمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّه كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا . [۳]

''بے شک اللہ آسمان وزمین کوروکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کوئی روکے ،بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔'' [۴]

پھر ان آیات کے معانی ومفہوم کو مختلف آیات واحادیث کی روشنی میں اوّل اجمالاً پھر قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

آپ افقہ الصحابہ بعد خلفاء اربعہ سیدنا عبداللہ ابنِ مسعود وصاحب سرِّ رسول ﷺ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام ابو مالک تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے آیت میں مذکور لفظ زوال کی تفسیر بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

''ان حضرات سے زائد عربی زبان ومعانیِ قرآن سمجھنے والا کون!'' [۵]

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۲۷ص ۲۰۰

۲۔انبیاء:۳۳

۳۔فاطر:۴۱

۴۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۲۷ص ۲۰۰

۵۔ایضاً۔

پھر مختلف تفاسیر کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے آخر میں تفسیر رازی کے تحت فرماتے ہیں
''جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے، لہذا زمین نہ تو حرکت مستدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔ اور اس کا ساکن ہونا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،
بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ الخ ۱۔ ۲
پھر فرماتے ہیں
''قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لیے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے۔
فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔۳
وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔
یہ تو اُس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، **وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ**'' ۴
پھر ان دونوں صحابیوں کی عظمت و اہمیت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں
''اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اس کی تصدیق کرو **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى رَبِّ الْعَالَمِيْن**، ہمارے معنی کی تو یہ عظمتِ شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اُس کی تصدیق کا حکم۔ ۵
آیت کے معنی میں تاویل کر کے یہ بیان کرنا کہ زمین حرکت کرتی ہے کے بارے فرماتے ہیں
''آپ نے جو معنی لیے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گردِ آفتاب دورہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔
حَاشَ لِلّٰه! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصاریٰ کے۔'' ۶
آگے چل کر فرماتے ہیں
''ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہئے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔'' ۷

۱۔ رازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، بیروت: داراحیائے التراث العربی، ۱۴۲۰ھ، ج ۲ ص ۳۳۶
۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۰۱
۳۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، مصر: مصطفیٰ البابی حلبی، ۱۹۷۵ء، ج ۴ ص ۵۲۴
۴۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۰۲
۵۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۰۳
۶۔ ایضاً۔
۷۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۰۴

آگے چل کر امید کا اظہار کرتے ہیں۔

''میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمالِ جمیل آپ کے انصافِ جزیل کو بس۔'' [۱]

تفصیل دلائل

پھر مولانا احمد رضا خان مندرجہ بالا مضمون قدرے تفصیل کے ساتھ گیارہ نکات میں بیان کرتے ہیں۔

۱۔زوال کے معنیٰ کو مختلف لغات کی روشنی میں بیان کرنا۔

۲۔آیہ کریمہ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ سے حرکت جبال کی نفی پر استدلال کرنا۔

۳۔زوال کے مقابل قرار وثبات کی تشریح کرنا۔

۴۔آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا . کا معنیٰ خلاف قرینہ لینے پر بحث کرنا۔

۵۔زوال کے حقیقی اور مجازی معنی کرنا۔

۶۔زمین کی حرکت میں وارد احادیث اور اقوال صحابہ بیان کرنا۔

۷۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے غلط استدلال کرنے پر بحث کرنا۔

۸۔سورج کے زائل ہونے کے بارے میں احادیث بیان کرنا۔

۹۔سورج کے طلوع اور غروب ہونے پر آیات واحادیث بیان کرنا۔

۱۰۔آیہ کریمہ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مِهٰدًا سے زمین کے ساکن ہونے پر استدلال کرنا۔

۱۱۔سائل نے جو دلائل حرکتِ زمین پر کتب انگریزی سے نقل کئے ہیں ان میں نام کو کوئی تام نہیں، سب پادر ہیں۔اوران کا تفصیلی رد فوز مبین در ردّ حرکت زمین میں موجود ہے

اب چند ایک نکات کو بطور ثبوت کے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا نکتہ، زوال کے معنیٰ

سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان لفظ زوال کے معنی مختلف لغات اور احادیث سے بیان کرتے ہیں۔آیئے دیکھتے ہیں۔مولانا احمد رضا خان زوال کے معنیٰ کیسے بیان کرتے ہیں

''زوال کے اصلی معنیٰ سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔

قاموس میں ہے: اَلزَّوَالُ الذَّهَابُ وَالْاِسْتِحَالَةُ [۲]

زوال کا معنیٰ ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔'' [۳]

آگے فرماتے ہیں۔

''تاج العروس میں ہے: اَزَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى زَوَالَهٗ اَیْ اَذْهَبَ اللّٰهُ حَرْكَتَهٗ وَزَالَ زَوَالُهٗ اَیْ ذَهَبَت حَرْكَتُهٗ۔(ازال اللہ) اللہ تعالیٰ نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرمادیا۔اور اس کا زوال زائل ہوا،

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۰۵

۲۔ فیروزآبادی، ابوطاہر محمد بن یعقوب، اَلْقَامُوْسُ الْمُحِيْطُ، بیروت: مؤسسة الرسالہ للطباعه، ۲۰۰۵ء، ج ۱ ص ۱۱۰۱

۳۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۰۵

یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔'' ا ۲

پھر فرماتے ہیں

''(ا) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکتِ زمین و حرکتِ آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) 'زوال' جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا ہے۔ اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ و در نثیر امام جلال الدین سیوطی میں ہے:

اَلزَّوِیلُ الْاَنزِعَاجُ بِحَیْثُ لَایَسْتقرّعَلیَ الْمَکَان وَھُوَ وَالزَّوَالُ بِمَعْنٰی.

''زویل کا معنی بے قراری ہے اس طور پر کہ کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ زویل اور زوال کا معنٰی ایک ہی ہے۔''۳

مختلف لغات کے حوالہ سے بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق مقابل قرار اور سکون ہو تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت، تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان و زمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے، لاجرم اُن کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔ زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ درونده بھی بہر حال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اُس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم اس سے ہر نوعِ حرکت زائل۔'' ۴

وہ لوگ جو حرکت زمین کے قائل ہیں اور مندرجہ ذیل آیت سے استدلال پکڑتے ہیں ان کا رد کرتے ہوئے مولانا احمد رضا فرماتے ہیں

''وَاِنْ کَانَ مَکْرُھُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۵

ان کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں، یا اگر چہ اُن کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکتِ جبال کی نفی ہے۔

ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں۔

قرآن عظیم میں ان کو رواسی فرمایا، راسی ایک جگہ جما ہوا پہاڑ، اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا قطعاً زال الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دُنیا میں لڑھکتا پھرے۔ اور زَالَ الْجَبَلُ نہ کہا جائے ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔''۶

آفتاب کا زوال آیت کی روشنی میں

مولانا احمد رضا خان زوال آفتاب پر مختلف آیات اور حدیثوں کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حدیثوں میں کتنی جگہ زَالَتِ الشَّمْس(سورج ڈھل گیا) ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے:

ا۔ زبیدی، سید مرتضی، تَاجُ الْعُرُوْسِ فِی جَوَاھِرِ الْقَامُوْسِ 'بیروت: دار الھدایہ ۱۹۸۴ء، ج ۲۹ ص ۱۴۶

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۰۵-۲۰۶

۳۔ مجد الدین، المبارک بن محمد، اَلنِّھَایَه فِیْ غَرِیْبِ الْحَدِیْثِ وَالْاَثَر بیروت: مکتبہ العلمیہ، ۱۹۷۹ء، ج ۲ ص ۳۲۰

۴۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۰۶

۵۔ ابراہیم: ۴۶

۶۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۰۸

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ ۱؎

''نماز قائم کرو سورج ڈھلتے وقت۔''۲؎

کے بعد یوں فرماتے ہیں

'' فقہ میں وقتِ زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلانے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا ! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہو گیا۔ یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگر چہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہو گا۔ وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔''۳؎

مخالفین کو بھی سکون زمین تسلیم ہے

''بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن وحدیث وفقہ وزبان جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلانِ دورہ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکتِ یومیہ اُسی کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب وہ حصّہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوئی۔ جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا۔ حالانکہ زمین یعنی اُس حصہ ارض نے جانبِ شمس رُخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرہ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دوپہر ہو گیا جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ اُن کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب ومکذب ہے۔۴؎

ایک مسلمان کو کس کی بات ماننی ہوتی ہے

''اوروں سے کیا کام، آپ تو بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہو گا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کاہے سے زوال ہوا، دائرہ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اُسی کی حرکت محوری سے ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اسے زوال ہوتا ہے دنیا سے، زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا، انصاف شرط ہے اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وَبِاللّٰہِ التَّوۡفِیۡقُ۔''۵؎

آیات قرآنیہ سے استدلال

مولانا احمد رضا خان قرآن پاک کی مختلف آیات ذکر فرماتے ہیں

''بِحَمۡدِاللّٰہ تین آیتیں یہ گزریں:

۱۔ الاسراء: ۷۸

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۱۸

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۱۹

۴۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۲۰

۵۔ ایضاً۔

آیت۱:اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسَکُ.۱

آیت۲:وَلَئِنۡ زَالَتَا.۲

آیت۳:لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ.۳

آیت۴:فَلَمَّا اَفَلَتۡ ۔ پھر جب وہ ڈوب گیا(ت)۴

آیت۵:وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ.۵

اوراپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔سورج چمکنے سے پہلے اورڈوبنے سے پہلے(ت)

آیت۶:وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا ۔۶

اوراپنے رب کوسراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔سورج چمکنے سے پہلے اوراس کے ڈوبنے سے پہلے(ت)

آیت۷:حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰی قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا۔۷

یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اُسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی(ت)

آیت۸:وَتَرَی الشَّمۡسَ اِذَا طَلَعَتۡ تَّزٰوَرُ عَنۡ کَهۡفِهِمۡ ذَاتَ الۡیَمِیۡنِ وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمۡ فِیۡ فَجۡوَةٍ مِّنۡهُ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰهِ۔۸

توآفتاب کودیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں،یہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں سے ہیں(ت)

یونہی صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کوفرمایا جب کہ سورج غروب ہوچکا تھا کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا: وہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے۔چنانچہ وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے،وہ سجدہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو لوٹ جہاں سے آیا ہے۔پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔یہی معنی ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کا اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے،یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔(ت)۹

یونہی ہزارہا آثارِ صحابہ عظام وتابعین کرام واجماعِ امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا

۱۔فاطر:۴۱

۲۔فاطر:۴۱

۳۔اسراء:۷۸

۴۔انعام:۷۸

۵۔مائدہ:۳۹

۶۔طہ:۱۳۰

۷۔کہف:۹۰

۸۔کہف:۱۷

۹۔بخاری،محمد بن اسماعیل،امام،صحیح البخاری،دمشق:دارطوق النجاۃ،۱۴۲۲ھ،ج۴ص۱۰۷

ہے آفتاب کو وسطِ سماء سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع وغروب وزوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم و احادیث متواترہ واجماعِ امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے نہ کہ حرکتِ زمین، لیکن اگر زمین حرکتِ محور کرتی تو حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل ومردود ہے۔ پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع وغروب وزوال ہے۔ نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے تو قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہوا کہ آفتاب حولِ ارض دائرہ ہے، لا جرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہے، تو ناممکن ہے کہ زمین گردِ شمس دورہ کرے اور آفتاب مدارِ زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ آیاتِ متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری ومداری دونوں باطل ہیں وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لیے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لیے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب اور طلوع حقیقۃً کسی کے لیے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔''[۱]

آگے چل کر فرماتے ہیں

''ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں لا جرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت میں محسوس نہیں ہوتی۔ انہیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، ڈھلتا ہے لہٰذا طلوع وزوال الشّمس کہتے ہیں۔ یہ کوئی کافر کہہ سکے۔ مسلمان کیونکر وہ روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع وزوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی، لا جرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس وسکونِ زمین پر ایمان لائے وَاللّٰہُ الْھَادِی۔''[۲]

فلسفیانِ یورپ کا ردّ

''یورپ والوں کو طرز استدلال اصلاً نہیں آتا انہیں اثباتِ دعویٰ کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں۔ منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لیے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ جیسے دیندار وسنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم و مسئلہ اسلامی واجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر دلیل قائم ہوسکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن وحدیث واجماع سچے یہ ہے بِحَمْدِ اللّٰہِ شَانِ اِسْلَام۔''[۳]

دن رات کی تبدیلی کا موجب

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''دن رات کی تبدیلی گردشِ ارضی سے ماننا قرآن عظیم کے خلاف اور نصاریٰ کا مذہب ہے، اور گردش سماوی بھی

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۲۲-۲۲۳

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۲۳-۲۲۴

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۲۷

ہمارے نزدیک باطل ہے۔ حقیقتہً اس کا سبب گردش آفتاب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: **وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ** [۱]

اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ اندازہ ہے زبردست علم والے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' [۲]

۱۔ یٰسین: ۳۸

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۱۰۲

(ii) نیوٹن کی تھیوری کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

جدیدہ کا دعوٰی ہے کہ اجسام میں قوت جاذبہ اور قوت نافرہ پائی جاتی ہے۔اس دعوٰی کو بنیاد بنا کر نظریہ حرکت زمین اور سکون آفتاب پیش کیا۔سب سے پہلے قوت جاذبہ اور قوت نافرہ کا دعوی کرنے والا نیوٹن تھا اس نے اس موضوع ایک کتاب لکھی جس کا نام ''اصول علم طبعی'' ہے مولانا احمد رضا خان نے اس کتاب پر حاشیہ بھی لکھا۔جس کو ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' نے شائع بھی کی ہے۔آپ ایسے ماہر طبیعیات تھے جنھوں نے نیوٹن کی تھیوری ''زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے'' کا ردّ پہلی مرتبہ جامع و مانع انداز میں کیا جس کی نظیر آج تک نہیں ملتی ہے۔آپ نے اس موضوع پر سائنٹیفک مندرجہ ذیل تحقیقی رسالہ لکھا۔

☆ فَوزِمُبِین دَرْرَدِّ حَرْکَتِ زَمِین (۱۹۱۹ء)

اس رسالہ انگلش زبان میں بھی ترجمہ مندرجہ ذیل نام سے آچکا ہے۔

☆ ''*A Fair Success Refuting Motion of Earth*''

By Molana Ahmad Raza Khan

English Rendering

By Abdul Hamid Maiskar

Idara Tahqiqat-E- Imam Ahmad Raza,Karachi.

مولانا احمد رضا نے اپنے اس رسالہ میں صراحت کی ہے کہ نیوٹن نے اپنی تھیوری کی بناء نافریت اور جاذبیت پر رکھی ہے۔آپ سب سے پہلے اس تھیوری کی بنیاد جاذبیت کے باطل ہونے پر پچاس اور نافریت کے باطل ہونے پر بارہ ایسے دلائل دیئے جو ہیئت جدیدہ کے تسلیم شدہ ہیں تاکہ سانپ اپنے منہ خود مرجائے۔پھر خالصۃً حرکت زمین کے باطل ہونے پر تینتالیس دلائل ذکر کیئے جو تمام کے تمام مضبوط اور قوی ہیں اور مولانا نے ان کے علاوہ اپنے رسالہ ''فَوزِمُبِین دَرْرَدِّ حَرْکَتِ زَمِین'' کے مقدمہ میں ۱۳۵ ایسے قوانین جو جدید علم الطبیعیات کی کتابوں جیسے اصول علم طبعی مصنفہ نیوٹن، علم طبعی، اصول علم ہیئت، نظارہ عالم، حدائق نجوم، تعریبات شافعیہ، جغرافیا طبعی وغیرہ میں مذکور ہیں ذکر کیئے پھر ان کی تشریحات کیں۔کسی نظریہ کا رد کیا، کسی سے موافقت کی۔آپ کے اس رسالہ میں مذکور حروف تہجی سے مراد مندرجہ ذیل کتابیں ہوگی۔

ا سے مراد اصول علم طبعی مصنف نیوٹن

ط سے مراد علم طبعی

ص سے اصول علم ہیئت

ن سے نظارہ عالم

ح سے حدائق نجوم

آیئے اس رسالہ کا اجمالی تعارف کرتے ہیں

فَوزِ مُبِین دَرُرَدِّ حَرُکَتِ زَمِین کا اجمالی خاکہ

مولانا احمد رضا خان نے اپنے رسالہ کی بنیاد سائنس کے جدید اصولوں پر رکھی تا کہ انہیں مسلمہ اصولوں کی بنیاد پر ان زعم فاسد کا علاج کیا جائے، آپ لکھتے ہیں

''ہم یہاں وہ امور بیان کریں گے جو ہیاتِ جدیدہ میں قرار یافتہ وتسلیم شدہ ہیں واقع میں صحیح ہوں یا غلط جذب ونفرت وحرکتِ زمین کے رَد میں تو یہ رسالہ ہی ہے اور اغلاط پر تنبیہ بھی کر دیں گے۔وَبِاللهِ التَّوفِیق۔'' [1]

اس رسالہ میں موجود ہیں

مقدمہ:مقررات ہیأت جدیدہ کا بیان

فصل اول : نافریت پر بحث اور اُس سے ابطالِ حرکت زمین پر بارہ دلیلیں۔

فصل دوم :جاذبیت پر کلام اور اس سے بطلان حرکت زمین پر پچاس دلیلیں۔

فصل سوم :خود حرکت زمین کے ابطال پر اور تینتالیس دلیلیں۔

فصل چہارم:ان شبہات کا رد جو ہیات جدیدہ اثبات حرکت زمین میں پیش کرتی ہے۔

خاتمہ :کتبِ الٰہیہ سے گردش آفتاب وسکونِ زمین کا ثبوت۔

مولانا احمد رضا خان نے رد حرکت زمین پر کل ایک سو پانچ دلائل قائم کئے آپ خود لکھتے ہیں۔

''یہ بِحَمْدِهٖ تَعَالیٰ بطلان حرکت زمین پر ایک سو پانچ دلیلیں ہوئیں جن میں پندرہ اگلی کتابوں کی ہیں جن کی ہم نے اصلاح وتصحیح کی، اور پورے نوے دلائل نہایت روشن وکامل بفضلہٖ تعالیٰ خاص ہمارے ایجاد ہیں۔'' [2]

لیکن اگر اس رسالہ کا بغور مطالعہ کیا جائے اور ان دلائل کے ذیلی دلائل کی تعداد کو گنا جائے تو ان کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جائے۔اس رسالہ میں موجود چند تحقیقات کو مختلف عنوانات کے تحت ذکر کیا جائے گا۔

مولانا احمد رضا خان ۳۵ قوانین کو بطور مقدمہ کے درج کرتے ہیں کسی کی تشریح، کسی کی تائید اور کسی کا ردّ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ان کو بنیاد بنا کر دو بڑے قانون جاذبیت اور نافریت کا رد کیا ہے۔ان قوانین میں نیوٹن کی کتاب ''اصول علم طبعی'' سے بھی مختلف اقتباسات نقل کئے۔پھر ان کی تشریحات وتوضیحات کرنے کے بعد نافریت کے رد میں ۱۲ اور جاذبیت کے رد میں ۵۰ دلائل قائم کرتے ہیں کیونکہ گردش زمین کے دو پہیے ہیں۔ایک جاذبیت اور دوسری

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۴۵

۲۔ایضاً۔

نافریت جب یہ دونوں پہیے گر جائیں گے تو خود بخود گردش زمین کا نظریہ باطل ہو جائے گا۔اب مقدمہ سے صرف ایک ایسا قاعدہ بیان کیا جاتا ہے جس پر مولانا احمد رضا خان نے اعتراض کئے ہیں، بطور ثبوت کے پیش کیا جاتا ہے۔

مادہ کے اجزاء کے متعلق نیوٹن کا نظریہ

''اجسام اجزائے دیمقراطیسیہ سے مرکب ہیں، نیوٹن نے تصریح کی کہ وہ نہایت چھوٹے چھوٹے جسم ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے بالطبع قابلِ حرکت وثقیل وسخت و بے جوف ہیں، اُن میں کوئی حس میں تقسیم کے اصلاً لائق نہیں اگرچہ وہم اُن میں حصّے فرض کر سکے۔''۱

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ نیوٹن کا مندرجہ بالا نظریہ ہمارے نظریہ سے کچھ موافقت رکھتا ہے کہ ہم بھی اجسام میں اجزاء یعنی ایٹم کے وجود کے قائل ہیں اور نیوٹن بھی اسی کا قائل ہے جبکہ فلسفہ قدیمہ اجزاء کا انکار کرتا ہے۔ لکھتے ہیں

''اولاً یہ من وجہ ہمارے مذہب سے قریب ہے ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ یعنی اجزائے لایتجزی سے ہے کہ ہر ایک نقطہ جوہری ہے جن میں عرض، طول عمق، اصلاً نہیں وہم میں بھی ان کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ فلسفہ قدیمہ جسم کو متصل وحدانی مانتا ہے جس میں بالفعل اجزاء نہیں اور بالقوہ تقسیم غیر متناہی کا قائل ہے۔''۲

مندرجہ بالا قاعدہ میں نیوٹن نے صراحت کی کہ اجسام کے اجزاء بالطبع قابل حرکت ہیں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ثانیاً نیوٹن کی تصریح کہ وہ سب اجزا بالطبع قابل حرکت ہیں بظاہر اس بات کے مناقض ہے کہ جسم بالطبع حرکت سے منکر ہے اور اثر قاسر سے قبول حرکت اس کے فقط بالطبع کے خلاف ہے مگر یہ کہا جائے کہ طبیعت ہی میں قبول اثر قاسر کی استعداد رکھی گئی ہے کہ یہ صلاحیت نہ ہوتی تو قاسر سے بھی حرکت ناممکن ہوتی اور طبیعت ہی کو اپنے وزن وثقل طبعی کے باعث حرکت سے انکار ہے یہ قوت ہے جس کا کام فعل کرنا ہے یعنی محرک کی مزاحمت اور وہ صلاحیت ہے جس کی شان قبول اثر ہے۔ حاصل یہ کہ اپنے وزن کے سبب ممانعت کرتی ہے اور قوت قسر کے باعث قبول کر لیتی ہے تو تعارض نہیں۔''۳

نیوٹن نے مندرجہ بالا قانون میں لفظ ''ثقل'' پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ثالثاً یہ سب سہی مگر یہ قول ایسا صادر ہوا کہ ساری ہیات جدیدہ کا خاتمہ کرا دیا معلوم نہیں نیوٹن نے کس حال میں ایسا لفظ ثقیل لکھ دیا جس نے اسی کے ساختہ پرداختہ قواعد جاذبیت کو خفیف کر دیا۔''۴

ثقل اور وزن میں فرق یہ ہے کہ ثقل بلحاظ نوع ہے اور وزن بلحاظ فردہ ہے کہ ثقل کا اثر نیچے کی طرف حرکت کرنا

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۵۱

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

ہے۔آپ لکھتے ہیں۔

''فائدہ : ہمارے علمائے متکلمین ثقل ووزن میں فرق فرماتے ہیں وہ بلحاظ نوع ہے یہ بلحاظ فردہ ایک صفت مقتضائے صورت نوعیہ ہے جس کا اثر طلب سفل ہے اُسے حجم ووزن و کثرت اجزائے سے تعلق نہیں لٹے میں لوہے کی چھٹنکی سے وزن زائد ہے مگر لوہا لکڑی سے زیادہ ثقیل۔حدائق النجوم میں کہا ثقل ہمیشہ جسم کو نیچے کھینچتا ہے پھر نقل کیا کہ ثقل وہ میل طبعی ہے کہ سب اجسام کو کسی مرکز کی طرف ہے۔''[۱]

حدائق النجوم کی عبارت کہ ثقل ہمیشہ اشیاء کو نیچے کھینچتا ہے مساحت پر مبنی ہے اوراس کے ساتھ یہ کہنا کہ ثقل مقدار مادہ جسم میں برابر ہوتا ہے جسامت کا اعتبار نہیں، کہنا بھی غلط ہے،آپ لکھتے ہیں

''اقول : یہ مسامحت ہے ثقل میں میل نہیں بلکہ سبب میل ہے جیسا خود آگے کہا کہ وہ دو قسم ہے اول مطلق یعنی نفس ثقل جس کے سبب جملہ اجسام اپنے مرکز مجموعہ کی طرف میل کرتے ہیں، جیسے ہمارے کرہ کے عنصریات جانب مرکز زمین یہ ہمیشہ مقدار مادہ جسم کے برابر ہوتا ہے جس میں اس کی جسامت کا اعتبار نہیں تو لکڑی اور لوہا دونوں کا ثقل مطلق برابر ہے۔

اقول : اولاً یہ کہنا تھا کہ دونوں ثقل مطلق میں برابر ہیں یعنی میل بمرکز زمین دونوں کی طبیعت میں ہے مطلق میں موازنہ کی گنجائش کہاں۔

ثانیا : اسی وجہ سے مطلق کو مقدار مادے کے مساوی ماننا جہل ہے کیا مقدار مادہ کی کمی بیشی سے مطلق بدلے گا۔

ثالثا: یہ جو تفاوت مادے سے کم بیش ہوتا ہے محال ہے کہ لوہے اور لکڑی میں مساوی ہو۔جسم جتنا کثیف تر اس میں مادہ یعنی وہی اجزائے دیمقراطیسیہ۔بیشتر لوہے کی کثافت لکڑی کہاں سے لائے گی۔یہ لوگ جب اس میدان میں آتے ہیں ایسی ہی ٹھوکریں کھاتے ہیں''[۲]

''نیوٹن نے کہا کہ دوسرا ثقل مضاف یعنی ایک جسم کو دوسرے کی نسبت سے یہ باختلافِ انواع مختلف ہوتا ہے، ایک ہی حجم کی دو چیزوں میں اُن کے مادوں کی نسبت سے مختلف ہوتا ہے۔ایک انگل مکعب لوہا بھی لو اور لکڑی بھی، لوہا زیادہ بھاری ہوگا کہ مساوی جسامت کے لوہے میں لکڑی سے مادہ زائد ہے۔''[۳]

نیوٹن کے اس جزیئے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''اقول : فرق کیا ہوا، ثقل مطلق بھی موافق مقدار مادہ تھا جس کے یہی معنی کہ مادے کی کمی بیشی سے بدلے گا، یہی مضاف میں ہے کمی بیشی کا لحاظ وہاں بھی بلحاظ تعدد و نسبت دو شے ممکن نہیں، اگر یہ فرض کرلو کہ شے واحد میں مادہ اس سے کم ہوجائے تو ثقل کم ہوگا اور زائد تو زائد تو کیا یہ دو چیزوں اوران کی نسبت کا اعتبار نہ ہوا۔بالجملہ ان کے یہاں مدار ثقل کثرت

۱۔احمد رضا،امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ص ۲۵۱

۲۔ایضاً، ج ۲۷ص ۲۵۲

۳۔ایضاً۔

اجزاء پر ہے کم اجزا میں کم زائد میں زائد، اور یہ نہیں مگر وزن تو اُن کے یہاں ثقل و وزن شے واحد ہے''[1]

خالص حرکت زمین کے رد پر دلائل

مولانا احمد رضا خان نے خالص حرکت زمین کے رد میں تینتالیس دلیلیں پیش کی ہیں۔ چند دلیلوں کو بطور استشہاد ذکر کیا جاتا ہے۔

معدل و منطقہ کا مرکز

ہیئت قدیمہ و جدیدہ میں جتنے سماوی و ارضی کُرے بنتے ہیں جیسے خط استواء، دائرہ نصف النہار وغیرہ سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ زمین مرکز عالم ہونے کی وجہ سے ساکن ہے کہ کرے بنانے کے وقت مرکز مانتے ہیں دوسرے لمحے اس کی مرکزیت کو بھول جاتے ہیں آپ لکھتے ہیں

''تمام عقلائے عالم اور ہیئتِ جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل و منطقہ کا مرکز ایک ہے۔ جتنے سماوی و ارضی کُرے ہیئت قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں سب اس پر شاہد ہیں لیکن مدار پر دور زمین مان کر یہ بداہۃً محال کہ مرکزِ و محیط کا انطباق کیسا جہل شدید ہے۔''[2]

دائرہ عظیمہ

ہیئت جدیدہ میں کسی کا اختلاف نہیں کہ معدل و منطقہ دونوں کرے سماوی حقیقی یا مقدر کے دائرہ عظیمہ ہیں تمام سماوی و ارضی کرے ہیئت زمین کے ساکن ہونے پر دلالت کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں۔

''ان سب سے خاص تر عقلائے عالم اور ہیئت جدیدہ کا اجماع ہے کہ معدل و منطقہ دونوں کرے سماوی حقیقی یا مقدر کے دائرہ عظیمہ میں جتنے سماوی و ارضی کرے ہیئت قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں، سب اس پر شاہد ہیں لیکن دورۂ زمین پر یہ بوجوہ ناممکن کہ نہ تساوی نہ اتحاد مرکز نہ تناصف، تو وہ دورہ زمین قطعاً باطل۔''[3]

بروج سے دلیل اور کوپرنیکس کا رد

تمام عقلائے عالم اور ہیئت جدیدہ کا اجماع ہے کہ بارہ برج متساوی ہیں ہر برج تیس درجے، جتنے سماوی کرے ہیئت قدیمہ و جدیدہ میں بنتے ہیں سب اس پر شاہد ہیں لیکن منطقہ کو مدار زمین مان کر ۸ برج ۴۰۔۴۰ درجے کے ہو جائیں گے اور ۶ صرف ۲۰،۲۰ کے رہیں گے۔[4]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۵۱-۲۵۲

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۳۳۲

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۳۳۳

۴۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۳۳۵
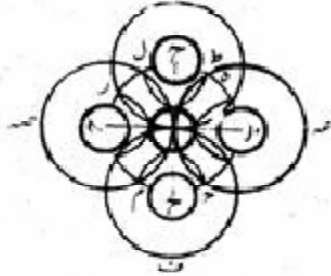
بروج کی شکل بنا کر مولانا احمد رضا خان نے وضاحت کی کہ مدار پر دورہ کرنے والا سورج ہے یا زمین ہے آپ لکھتے ہیں۔

''اقول، تمام عقلائے عالم اور ہیئت جدیدہ کا اجماع ہے کہ اس مدار پر دورہ کرنے والا (شمس ہو یا زمین) سال بھر میں تمام بروج میں ہو آتا ہے لیکن اگر یہ مدار زمین کا ہے تو ایک برج کیا ایک درجہ کیا ایک دقیق چال چلنا محال۔ جب زمین آ پر تھی راس الحمل ہ تھا تو اکہ ۶۰ درجے اس کے پیچھے ہے راس الدلو تھا جب زمین ب پر آئی تو ضرور ب راس الدلو ہے ، یونہی زمین جہاں ہوگی راس الحمل اس سے ۶۰ درجے آگے رہے گا اور زمین ہمیشہ راس الدلو ہی پر رہے گی تو بروج میں انتقال نہ ہونا درکنار۔''[۱]

بروج سے زمین کے ساکن ہونے پر استدلال کرنے مولانا احمد رضا خان یکتا ہیں کسی نے اس دلیل کو ذکر نہیں کیا ہے، آپ لکھتے ہیں۔

''اوپر تو جاذبیت ونافریت اسباب وزن نے سکونِ زمین ثابت کیا تھا، یہاں خود دورہ زمین نے سکونِ زمین مبرہن کر دیا۔ ثابت ہوا کہ ابتدائے آفرنیش میں جہاں تھی وہیں اب بھی ہے اور جب تک باقی ہے وہیں رہے گی۔ اس سے زیادہ قاہر دلیل اور کیا ہوگی کہ دورہ ماننا ہی ساکن منوا چھوڑے۔ اہلِ ہیئت جدیدہ تقلید کوپرنیکس کے نشے میں ان عظیم خرابیوں سے غافل رہے تو رہے عجب کہ آج تک ان کے رَد کرنے والوں کو بھی یہ آفتاب سے زیادہ روشن دلائل خیال میں نہ آئے دور کی باتیں بلکہ دوراز کار باتیں بھی لکھا کیے فریقین کا اس طرف خیال ہی نہ گیا کہ منطقہ کو مدار زمین مانتے ہی تمام ہیئت کا پٹا اُلٹ جائے گا۔''[۲]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۳۵

۲۔ ایضاً۔

زمین کی حرکت یومیہ

زمین کی حرکت یومیہ یعنی اپنے محور پر گھومنے کا کوئی نہ کوئی ضرور سبب ہونا ہے یا تو ہر جز کا طالب نور و حرارت ہونا ہے یا جذب شمس سے نافریت بہر حال تقاضائے طبع ہے تو حرکت کرنے کے متعدد راستے تھے اور ہر راستے سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو زمین کا مشرق سے مغرب کے جانے کی تخصیص کر لینے سے ترجیح بلا مرجح لازم آئے گا جو کہ باطل ہے لہذا زمین کی حرکت باطل ہے۔ مولانا احمد رضا خان اس بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

''اقول، زمین کی حرکت یومیہ یعنی اپنے محور پر گھومنے کا سبب ہر جز کا طالب نور و حرارت ہونا ہے یا جذب شمس سے نافریت بہر حال تقاضائے طبع ہے اور اس کے لیے متعدد راستے تھے اگر زمین مشرق سے مغرب کو جاتی جب بھی دونوں مطلب بعینہ ایسے ہی حاصل تھے جیسے مغرب سے مشرق کو جانے میں، پھر ایک کی تخصیص کیوں ہوئی، یہ ترجیح بلا مرجح ہے جو قوتِ غیر شاعرہ سے ناممکن، لہذا زمین کی حرکت باطل۔''[1]

زمین کی حرکت اینیہ

کسی جسم کا تدریجاً ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونا حرکت اینیہ کہلاتا ہے جب بھی کوئی جسم ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتا ہے اس میں قوت دفع ہوتی ہے جو چیز راستے میں حائل ہوتی ہے اس کو ہٹا دیتی ہے اس سے دلیل پکڑتے ہوئے زمین کے ساکن ہونے پر مولانا احمد رضا خان یوں فرماتے ہیں۔

''اجزاء زمین میں تدافع ہے۔

اولاً: اجزاء کی حرکت اینیہ میں اور ہر اینیہ میں قوت دفع ہے کہ وہ مکان بدلتی ہے جو اس کی راہ میں پڑے اُسے ہٹاتی ہے۔

ثانیاً: یہاں اسی قدر نہیں بلکہ اجزاء کی چال مضطرب ہے تو تدافع نہیں تلاطم ہے۔ حرکت محوری اگر جاذبیت و نافریت سے ہو تو ظاہر کہ قرب مختلف تو جذب مختلف تو نافریت مختلف تو چال مختلف تو اضطراب حاصل ورنہ اس کی کوئی بھی وجہ ہو۔ بہر حال اصول ہیئت جدیدہ پر یہ احکام یقیناً ثابت کہ:

(۱) بعض اجزاء ارض کا مقابل شمس اور بعض کا حجاب میں ہونا قطعی۔

(۲) مقابلہ زمین قُرب و بعُد اور خطوط واصلہ کا عمود منحرف ہونے کا اختلاف یقینی۔

(۳) ان اختلافات سے جاذبیت میں اختلاف ضروری۔

(۴) اس کے اختلاف سے نافریت میں کمی بیشی لازمی۔

(۵) اُس کی کمی بیشی سے چال میں تفاوت حتمی۔

(۶) اس تفاوت سے اجزاء میں تلاطم و اضطراب ان میں سے کسی مقدمہ کا انکار ممکن نہیں تو حکم متیقن تو واجب کہ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوی رضویہ، ج ۲۷، ص ۲۴۴

معاذ اللہ زمین میں ہر وقت حالت زلزلہ رہے، ہر شخص اپنے پاؤں کے نیچے اجزاء زمین کو سرکتا تلاطم کرتا پائے اور آدمی کا زمین کے ساتھ حرکت عرضیہ کرنا اس احساس کا مانع نہیں، جیسے ریل میں بیٹھنے سے حال محسوس ہوتی ہے خصوصاً پرانی گاڑی میں لیکن بِحَمْدِ اللّٰهِ تَعَالیٰ ایسا نہیں تو حرکت محوری یقیناً باطل، مقامِ شکر ہے کہ خود ہیئت جدیدہ کا اقرار اس کا آزار۔

کسی نے کہا تھا کہ زمین چلتی تو ہم کو چلتی معلوم ہوتی۔ اس کا جواب یہی دیا کہ زمین کی حرکت اگر مختلف ہوتی یا اس کے اجزاء جدا جدا حرکت کرتے ضرور محسوس ہوتی۔ مجموع کرہ کو ایک حرکت ہموار لاحق ہے، لہٰذا حِس میں نہیں آتی، جیسے کشتی کی حرکت کشتی نشیں کو محسوس نہیں ہوتی یعنی جب تک جھکے گا نہیں۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ہم نے دونوں باتیں ثابت کردیں کہ زمین کو اگر حرکت ہوتی تو ضرور اجزاء کو جدا جدا ہوتی اور ضرور ناہموار و مضطرب ہی ہوتی جب ایک بات پر محسوس ہونا لازم تھا کہ اب کہ دونوں جمع ہیں بدرجہ اولیٰ احساس واجب لیکن اصلاً نہیں، تو زمین یقیناً ساکن محض ہے۔''[۱]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۴۵-۳۴۶

(iii)قوت جاذبہ ونافرہ

(Forces of Gravitation and Repultion)

قوت جاذبہ ونافرہ ایسی قوتیں ہیں جن کو بنیاد بنا کر نیوٹن نے زمین کے سورج کے گرد چکر لگانے کا دعوی کیا۔مولانا احمد رضا خان نے قوت نافرہ کے رد پر بارہ اور قوت جاذبہ کے رد پر پچاس سائنٹیفک دلائل فَـوزِ مُبِیـن دَرْرَدِّ حَـرْکَتِ زَمِین ‘‘ میں ذکر کیے،اس کے علاوہ مذکورہ رسالہ کے مقدمہ میں نیوٹن کی کتاب ’’اصول علم طبعی‘‘ سے قوت جاذبہ و نافرہ کے قوانین ذکر کرکے ان کی تشریح کی،کسی کا رد کیا اور کسی سے موافقت اختیار کی۔اب مقدمہ سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

نیوٹن کا قانون جاذبیت (Gravition Law of Newton)

ہر جسم میں دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کی ایک قوت طبعی ہے جسے باذبا یا جاذبیت (عہ) کہتے ہیں۔

(عہ)یعنی اصول علم طبعی ص ۷۵۔ ۱۲ [۱]

مولانا احمد رضا خان نیوٹن کے قانون پر بحث فرماتے ہیں

اس کا پتہ نیوٹن کو ۱۶۶۵ء میں اُس وقت چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی گاؤں گیا،باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا اُسے دیکھ کر اسے سلسلہ خیالات چھوٹا جس سے قواعد کشش کا بھبھوکا پھوٹا۔۱۶۶۵ء تک ہزاروں برس کے عقلا سب اس فہم سے محروم گئے تو گئے تعجب یہ کہ اس سیب سے پہلے نیوٹن نے بھی کوئی چیز زمین پر گرتے نہ دیکھی یا جب تک اس کا کوئی اور سبب خیال میں تھا جسے اس سیب نے گر کر توڑ دیا۔‘‘ [۲]

مولانا احمد رضا خان نیوٹن کے قاعدہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

’’اجسام (عہ۱) میں اصلاً کسی طرف اُٹھنے گرنے سرکنے کا میل ذاتی نہیں بلکہ (عہ۲) اُن میں بالطبع قوت ماسکہ ہے کہ حرکت کی مانع اور تاثیر قاسر کی تاحدِ طاقت مدافع ہے۔یہ قوت ہر جسم میں اس کے وزن کے لائق ہوتی ہے ولہذا ایک جسم سے کوئی حصہ جدا کرکے دوسرے میں شامل کردیں وزن کی نسبت پر اول میں گھٹ جائے گی اور دوسرے میں بڑھ جائے گی۔

(عہ)ط ص ۱۱/۱۲ ط سے مراد علم طبعی ہے۔

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۲۷ ص ۲۴۵

۲۔ایضاً،ج ۲۷ ص ۲۴۶

(عہ) حدائق النجوم ۱۲/۲۳۔‘‘[۱]

مولانا احمد رضا خان مندرجہ بالا عبارت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

’’خود جسم میں یہ قوت ہونے پر کیا دلیل ہے اگر کہیے تجربہ کہ ہم جتنے زیادہ وزنی جسم کو حرکت دینا چاہتے ہیں زیادہ مقابلہ کرتا اور قوی طاقت مانگتا ہے۔‘‘[۲]

پھر مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’جذب زمین کدھر بھلا یا زمین اُسے کھینچ رہی ہے تم اسے جدا حرکت دینا چاہتے ہو اس کی روک کا احساس کرتے ہو یہ تمہارے طور پر ہے یقیناً باطل ہے اور ہمارے نزدیک جسم کا میل طبعی اپنے خلاف جہت میں مزاحمت کرتا ہے مطلقاً حرکت سے ابا (انکار) یہ تو تمہارا تخیل ہے اور فلسفہ قدیمہ اس کے عکس کا قائل ہے کہ ہر ایک جسم میں کوئی نہ کوئی میل مستقیم خواہ مستدیر ضرور ہے وہ اپنے خلاف میل کی مدافعت کرے گا اور موافق کی مطاوعت جیسے پتھر اوپر پھینکنے اور نیچے گرانے میں۔ ہمارے نزدیک اجسامِ مشہودہ میں میل ہے سب میں ہونا کچھ ضرور نہیں ما سکہ کسی میں پائی نہ گئی اور ہو تو کچھ محذور نہیں۔‘‘[۳]

نیوٹن کا قانون نافریت

’’ہر جسم بالطبع دوسرے کے جذب سے بھاگتا ہے اس قوت کا نام نافرہ، ہاربہ، دافعہ، محرکہ نافریت ہے۔‘‘[۴]

اس تعریف پر مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

’’جاذبہ تو سیب کے گرنے سے پہچانی، یہ کاہے سے جانی، شاید سیب گرنے میں نیچے دیکھا تو زمین تھی، اُس کا جذب خیال میں آیا اوپر دیکھا تو سیب شاخ سے بھاگتا پایا یوں نافرہ کا ذہن لڑایا حالانکہ نیچے لانے کو ان میں ایک کافی ہے دوکس لیے۔ حدائق النجوم (عہ) میں کہا برابر سطح پر گولی پھینکیں تو بالطبع خطِ مستقیم پر جاتی ہے یہ نافرہ ہے۔

(عہ) ۱۲/۳۸ ح ص ۳۸ ط ص ۳۰ ن یعنی نظارہ عالم ۲۳۔۱۲‘‘[۵]

پھر مزید رد لکھتے ہیں

’’پھینکنے میں اس کا جواب ہے آہستہ رکھ دیں کہ جنبش نہ ہو تو بال بھر نہ سر کے گی۔ ہاں سطح پوری لیول میں نہ ہو تو ڈھال کی طرف ڈھلے گی۔ پھر کہا کنکیا (پتنگ) میں پتھر باندھ کر اڑائیں سیدھا زمین پر آئے گا۔ یہ نافرہ ہے۔‘‘[۶]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۴۶

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۴۷

۶۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۵۷

نافریت کیا ہے۔

جب کوئی (عہ) جسم کسی دائرے پر حرکت کرے اس میں مرکز سے نفرت ہوتی ہے۔ پتھر رسی میں باندھ کر اپنے گرد گھماؤ وہ چھوٹنا چاہے گا اور جتنے زور سے گھماؤ گے زیادہ زور کرے گا اگر چھٹ گیا تو سیدھا چلا جائے گا اور جس قدر قوت سے گھمایا تھا اتنی دور جا کر گرے گا یہ مرکز سے پتھر کی نافریت ہے۔

(عہ) ص یعنی اصول علم ہیئت ع ۱۰۳ وغیرہ۔[1]

اس قانون کو ذکر کرنے کے بعد مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

''نافریت بے دلیل اور پتھر کی تمثیل، نری علیل، پتھر کو انسان یا مرکز سے نفرت نہ رغبت جانب خلاف جو اس کا زور دیکھتے ہو تمہاری دافعہ کا اثر ہے نہ کہ پتھر کی نفرت، تحقیق مقام کے لیے ہم ان قوتوں کی قسمیں استخراج کریں جو باعتبار حرکت کسی جسم پر قاسر کا اثر ڈالتی ہیں۔''[2]

قوت نافرہ کے اجزاء

مولانا احمد رضا خان قوت نافرہ کی تشریح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں

''وہ تقسیم اول میں دو ہیں،

محرکہ: کہ حرکت پیدا کرے اور

حاصرہ: کہ حرکت کو بڑھنے نہ دے مثلاً ڈھلکتے ہوئے پتھر کو ہاتھ سے روک لو۔ پھر محرکہ دو قسم ہے۔

جاذبہ: کہ متحرک کو قاسر کی سمت پر لائے، جیسے پتھر کو اپنی طرف پھینکے خواہ اس میں قاسر سے دور کرنا ہو کہ ظاہر ہے یا قریب کرنا، مثلاً اس شکل میں مقام انسان ہے الف، ج پتھر کا موضع۔ آدمی نے لکڑی مار کر پتھر کو ج سے ب پر پھینکا تو یہ
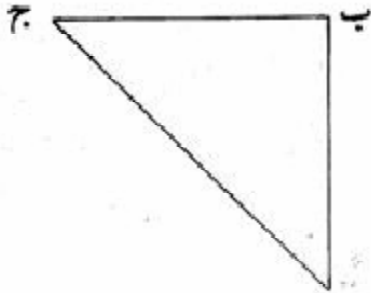
۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۴۷

۲۔ ایضاً۔

جذب نہیں کہ انسان کی سمت خط اج تھا اس پر لاتا تو جذب ہوتا، وہ خط ب ج پر گیا کہ سمت غیر ہے لہذا دفع ہی ہوا، اگر چہ پتھر پہلے سے زیادہ انسان سے قریب ہوگیا کہ اب ضلع قائمہ اج وتر سے چھوٹی ہے پھر یہ دونوں باعتبار اتصال وانفصال زمین دو قسم میں رافعہ کہ حرکت میں زمین سے بلند ہی رکھے۔

ملصقہ: مثلاً پتھر کو زمین سے ملا ملا کر اپنی طرف لاؤ یا آگے سر کاؤ اور باعتبار نقص وکمال دو قسم ہیں،

منھیہ : کہ متحرک کو منتہائے مقصد تک پہنچائے۔

قاصرہ : کہ کمی رکھے۔

اور باعتبار وحدت وتعدد خط حرکت دو قسم ہیں۔ مثبتہ کہ ایک ہی خط پر رکھے، ناقلہ کہ حرکت کا خط بدل دے مثلاً اس شکل میں پتھر ا سے ج کی طرف پھینکا جب ب پر پہنچا لکڑی مار کر ہ کی طرف پھیر دیا یہ دافعہ ناقلہ ہوئی۔ اس حرکت میں جب د تک پہنچا ر کی طرف کھینچ لیا یہ جاذبہ ناقلہ ہوئی، اور اگر ج کی طرف پھینک کر ب سے الف کی طرف کھینچ لیا تو ب تک دافعہ مثبتہ تھی کہ اسی خط پر لیے جاتی تھی ب سے واپسی میں جاذبہ مثبتہ ہوئی کہ اسی خط پر لائی۔

یہ کل ۱۳ قسمیں ہیں ان میں سے پتھر گردسر گھمانے میں جاذبہ کا تو کچھ کام نہیں کہ اپنی سمت پر لانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مضر مقصود ہے باقی سات میں سے چار قوتیں یہاں کام کرتی ہیں حاصرہ اور تین دافعہ یعنی منہیہ رافعہ ناقلہ پتھر کو پورا دور پھینکو کہ رسی خوب تن جائے یہ منہیہ ہوئی، ہاتھ اٹھائے رکھو کہ زمین پر گرنے نہ پائے، یہ رافعہ ہوئی ہاتھ گردسر پھراتے جاؤ کہ خط حرکت ہر وقت بدلے، یہ ناقلہ ہوئی یہ قوتیں ہر وقت برقرار رہیں کہ نہ رسی میں جھول آنے پائے، نہ زمین کی طرف لائے نہ ایک سمت کھینچ کر رک جائے، پھر یہ دافعہ کہ یہاں عمل کر رہی ہے اس کا کام خط مستقیم پر حرکت دینا ہے تو دفع اول سے اسی سمت کو جاتا اور ہر نقل سے اس کی سیدھی سمت لیتا لیکن رسی جسے منہیہ تانے اور رافعہ اٹھائے اور ناقلہ بدل رہی ہے۔ کسی وقت اپنی مقدار سے آگے بڑھنے نہیں دیتی ناچار ہر دفع ونقل اسی حد تک محدود رہتے ہیں اور انسان کہ یہاں مثل مرکز ہے ہر جانب اس سے فاصلہ اسی قدر رہتا ہے۔

تنبیہ : یہاں اُن لوگوں کا کلام مضطرب ہے عام طور پر اس قوت کو نافرہ عن المرکز کہا۔ ص ٦٦ کی تقریر میں مرکز دائرہ

ہی سے تنفر لیا مگر جا بجا جاذب مثلاً شمس سے تنفر رکھا، اور ص ۱۲ میں شمس ہی کو وہ مرکز بتایا۔''[1]

قانون حرکت دوریہ

''انہیں (عہ) جاذبہ و نافرہ کے اجتماع سے حرکتِ دوریہ پیدا ہوتی ہے تمام سیاروں کی گردش شمس کی جاذبہ اور اپنی ہاربہ کے سبب ہے۔

(عہ) ح: ص ۱۳۷ ص ۷۷ ط ص ۶۳-۱۲''[2]

صراحت مولانا احمد رضا خان

''یہ جو یہاں ہے کہ نافرہ سے دورہ پیدا ہوتا ہے یہی ان کے طور پر قرین قیاس ہے اور وہ جو اُن کا زبان زد ہے کہ دورے سے نافرہ پیدا ہوتی ہے بے معنی ہے مگر ہیاتِ جدیدہ الٹی کہنے کی عادی ہے''[3]

تنبیہ :

''یہ جو یہاں مذکور ہوا کہ جاذبہ و نافرہ مل کر دورہ بناتی ہیں یہی ہیات جدیدہ کا مزعوم ہے۔ تمام مقامات پر انہیں کا چرچا انہیں کی دھوم ہے ط ۹۳ پر بھی یہی مرقوم ہے ص ۵۶ پر اس نے ایک شاخسانہ بڑھایا کہ فرض کرو وقت پیدائش زمین خلا میں پھینکی گئی تھی کوئی شے حائل نہ ہوتی تو ہمیشہ ادھر ہی کو چلی جاتی راستے میں آفتاب ملا اور اس نے کھینچ تان شروع کی۔''[4]

مولانا احمد رضا خان مندرجہ بالا قاعدہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''واقعیات کا کام فرضیات سے نہیں چلتا، مدعی کا مطلب ''شاید'' اور ''ممکن'' سے نہیں نکلتا۔ یہ لوگ طریقہ استدلال سے محض نابلد ہیں، اگر کوئی شے مشاہدہ یا دلیل سے ثابت ہو اور اس کے لیے ایک سبب متعین مگر اس میں کچھ اشکال ہے جو چند طریقوں سے دفع ہو سکتا ہے۔ اور ان میں کوئی طریقہ معلوم الوقوع نہیں۔ وہاں احتمال کی گنجائش ہے کہ جب فہم متحقق اور اس کا یہ سبب متعین تو اشکال واقع میں یقیناً مندفع تو یہ کہنا کافی کہ شاید یہ طریقہ ہو لیکن نا ثابت بات کے ثابت کرنے میں فرض واحتمال کا اصلاً محل نہیں کہ یوں تو ہمارے اس فرض کی تابع ہوئی یوں فرض کریں تو ہو سکے نہ کریں نہ ہو سکے اس سے مدعی کے لیے وہی کافی مانے گا، جو مجنون ہے۔ پھر اگر شے ثابت و متحقق ہے اور یہ سب متعین نہیں تو دفع اشکال پر بنائے احتمال ایک مجنونانہ خیال، اور اگر سرے سے شیء ہی ثابت نہیں، نہ اس کے لیے یہ سبب متعین، پھر اس میں یہ اشکال تو کسی احتمال سے اس کا علاج کر کے شے اور سبب دونوں ثابت مان لینا۔ دوہرا جنون اور پورا اضلال۔ پھر اگر علاج کے بعد

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۴۹-۲۴۸

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۴۹

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۵۰

بھی بات نہ بنے جیسا کہ یہاں ہے جب تو جنونوں کی گنتی ہی نہ رہی۔ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ بعض جگہ مخالف دھوکا نہ دے سکے۔[۱]

جاذبہ نافرہ کے برابر ہے۔

''ہر مدار (عہ) میں جاذبہ و نافرہ دونوں برابر رہتی ہیں، ورنہ جاذبہ غالب ہوتو مثلاً زمین شمس سے جا ملے، نافرہ غالب ہوتو خطِ مماس پر سیدھی چلی جائے دورہ کا انتظام نہ رہے۔

(عہ) ص۱۰۳''[۲]

اس قانون کے تحت مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

''بتاتے یہ ہیں اور خود ہی اس کے خلاف کہتے ہیں اور حقیقتاً تناقض پر مجبور ہیں۔''[۳]

نافرّیت کا رَدّ اور اس سے بُطلانِ حرکت زمین پر بارہ دلیلیں۔

مولانا احمد رضا خان نے اپنی کتاب ''فوزِ مبین در ردّ حرکت زمین'' کی فصلِ اول میں نافریت کے ردّ پر بارہ دلائل پیش کیئے۔ آیئے چند دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

بلا دلیل دعوٰی

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ جدید سائنسدانوں نے نافریت کا دعوٰی بغیر کسی دلیل کے کیا ہے اور بغیر دلیل کے دعوٰی باطل ہوتا ہے۔ خود لکھتے ہیں

''ابتداءً اتنا ہی بس کہ نافریت بے دلیل ہے اور دعویٰ بے دلیل باطل و علیل۔''[۴]

نافریت اور جاذبیت برابر ہوتو

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے بقول نافریت اور جاذبیت برابر ہوتو بھی زمین ساکن ہوگی۔ خود فرماتے ہیں

''اقول، نہیں نہیں بلکہ واجب ہے ہ̅ ہی پر رہے کہ تمہارے نزدیک نافریت و جاذبیت برابر ہیں اور دائرہ پر حرکت میں اختلاف سرعت سے جذب و نفرت باہم کم و بیش ہوں تو ابتدائے آفرینش میں جب کہ زمین پہلے نقطہ ہ̅ پر ہے کہاں دائرہ اور کہاں حرکت اور کہاں اختلاف سرعت، لاجرم اس وقت دونوں کانٹے کی تول برابر ہیں تو واجب کہ زمین جہاں اول پیدائش

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۵۰

۲۔ایضاً۔

۳۔ایضاً۔

۴۔ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۹۴

میں بنی تھی اب تک وہیں ٹھہری ہوئی ہے اور وہیں ٹھہری رہے گی تو تمہاری نافریت وجاذبیت ہی نے زمین کا سکون مبرہن کر دیا۔ للہِ الحَمْدُ‘‘ ۱

اگر نافریت نہ ہوتو

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

’’اقول : معلوم ہولیا نافریت نہ ہے نہ اس کا مقتضی ہرگز خطِ مماس پر لے جانا اور بے اس کے زمین کی حرکت دوریہ گرد شمس منظم نہیں ہوسکتی تو ضرور کوئی واقعہ ناقلہ درکار ہے کہ اسے ہر وقت خطِ مماس پر واقع کرے اور شمس اپنی طرف کھینچے دونوں کا اوسط دائرے پر گردش نکلے ایک دفعہ کا دفع کافی نہیں زمین میں کیل گاڑ کر اس میں ڈورا اور ڈورے میں گیند باندھو اور ایک بار اسے مارو ڈورا تن جائے گا۔ گیند ایک ہی ضرب سے کیل کے گرد دورہ نہ کرے گی تو ہر وقت دفع ونقل کی حاجت ہے یہ شمس کا اثر ہونہیں سکتا کہ وہ تو اس کے خلاف جذب چاہ رہا ہے تو ضرور کوئی اور سیّارہ چاہیے جو زمین کو مماس پر جذب کرے اور ہر وقت زمین کے ساتھ پھرے نہ نقل کا کام دے وہ سیارہ کہاں ہے اور بفرض ہو تو اسے کس نے گردش دی اس کے لیے اور سیارہ درکار ہوگا اور اسی طرح غیر متناہی سلسلہ چلا جائے گا اور تسلسل محال، لاجرم زمین کی گردش محض باطل خیال۔‘‘ ۲

کتب الہیہ سے دلیل

’’اگر کہیے ارادہ الہیہ نے ایک سمت معین کر دی اگر چہ اس کہنے کی تم سے امید نہیں کہ طبیعیات والے اسے بالکل بھولے بیٹھے ہیں، ہر بات میں طبیعت و مادہ کے بندے ہیں، یوں کہیے تو جاذبیت و نافریت کا سارا گورکھ دھندہ اٹھا رکھئے ارادہ الہیہ خود سب کچھ کر سکتا ہے اور جب رجوع الی اللہ کی ٹھہری تو ہیات جدیدہ کا تھل بیڑہ نہ لگا رہے گا اس کا ارادہ وہ جانے یا تم کتب الہیہ آسمانوں کا وجود بتائیں گی اور آفتاب کی حرکت جیسا کہ بعونہ تعالی خاتمہ میں آتا ہے اس پر ایمان لانا ہوگا‘‘ ۳

مولانا احمد رضا خان نافریت کے ردّ پر آخری دلیل دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں

’’اقول: جانے دو کیسی بھی چال سہی نری اوندھی مگر جاذبیت اگر کوئی شے ہو تو نصف حضیضی میں اس کی قوت ہر وقت بڑھنا آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ہر روز آفتاب قریب سے بڑھتا جاتا ہے تو اگر نافریت ہوئی واجب کہ وہ بھی واقعی بڑھتی جس طرح جاذبیت فی الواقع بڑھی نہ کہ محض برائے گفتن، اور اس کے واقعی بڑھنے کو لازم تھا کہ چال حقیقت میں تیز ہو جاتی، لیکن تمام عقلاء کا اتفاق اور تمہیں خود مسلم ہے کہ شمس کہو یا زمین اس مدار پر دورہ کرنے والے کی چال ہمیشہ متشابہ ہے کبھی نہ سست ہوتی ہے نہ تیز، ہمیشہ مساوی وقتوں میں مساوی قوسیں قطع کرتی ہے اگر چہ دوسرے دائرے کے اعتبار سے دیکھنے والوں کو تیز وسست نظر آئے تو ثابت ہوا کہ نافریت باطل ہے کہ انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم ہے یعنی ترقی

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۹۵

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۹۶

جاذبیت تو مشاہدہ ہے اگر نافریت واقع میں ہوتی تو اس وقت ضرور بڑھتی اوراس کے بڑھنے سے چال واقعی تیز ہوتی لیکن اصلاً نہ ہوئی تو نافریت تو ضرور غلط ہے تو گردش زمین باطل ہے کہ بے نافریت اس کا پہیہ ڈھلکے گا یا یوں کہئے کہ اس کی گردش دو پہیے ہیں نافریت و جاذبیت ایک کے گرجانے نے زمین کی گاڑی زمین میں گاڑی کہ ہل نہیں سکتی۔ وَ للہِ الْحَمْدُ۔[۱]

جاذبیت کا رَدّ اور اس سے بُطلانِ حرکت زمین پر پچاس (۵۰) دلیلیں

مولانا احمد رضا خان نے جاذبیت کو پچاس دلیلوں سے باطل کیا۔ کیونکہ گردش زمین کا نظریہ جاذبیت اور نافریت پر موقوف ہے۔ پس جاذبیت اور نافریت کے باطل ہونے سے گردش کا نظریہ خود بخود باطل ہو جائے گا۔ مولانا احمد رضا خان نے نیوٹن کی کتاب سے جاذبیت کی تعریف ذکر کی۔

مولانا احمد رضا خان اور ماہرینِ طبیعیاتِ یورپ

مولانا احمد رضا خان اہلِ طبیعیات جدیدہ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں

''اہل ہیأتِ جدیدہ کی ساری مہارت ریاضی و ہندسہ و ہیأت میں منہمک ہے عقلیات میں ان کی بضاعت قاصر یا قریب صفر ہے وہ نہ طریق استدلال جانتے ہیں نہ آداب بحث، کسی بڑے مانے ہوئے کی بے دلیل باتوں کو اصولِ موضوعہ ٹھہرا کر ان پر بے سرو پا تفریعات کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر وثوق وہ کہ گویا آنکھوں سے دیکھی ہیں بلکہ مشاہدہ میں غلطی پڑسکتی ہے ان میں نہیں ان کے خلاف دلائل قاہرہ ہوں تو سننا نہیں چاہتے، سنیں تو سمجھنا نہیں چاہتے سمجھیں تو ماننا نہیں چاہتے۔ دل میں مان بھی جائیں تو اس لکیر سے پھرنا نہیں چاہتے۔ جاذبیت ان کے لیے ایسے ہی مسائل سے ہے اور وہ اس درجہ اہم ہے کہ ان کا تمام نظام شمسی سارا علم ہیأت اسی پر مبنی ہے۔ وہ باطل ہو تو سب کچھ باطل، وہ لڑکوں کے کھیل کے برابر برابر کھڑی ہوئی اینٹیں ہیں کہ اگر گراؤ سب گر جائیں۔ ایسی چیز کا روشن قاطع دلیل پر مبنی ہونا تھا نہ کہ محض خیال نیوٹن پر، ایک سیب ٹوٹ کر گرتا ہے اس سے یہ اٹکل دوڑاتا ہے کہ زمین میں کشش ہے جس نے کھینچ کر گرا لیا مگر اس پر دلیل کیا ہے جواب ندارد۔''[۲]

جاذبیت کے بارے میں مولانا احمد رضا خان کا موقف

مولانا احمد رضا خان مطلق جاذبیت کا انکار نہیں کرتے بلکہ زمین اور سورج کی جاذبیت کو باطل قرار دیتے ہیں۔

''مطلقاً جاذبیت سے انکار نہیں کہ کوئی شئے کو جذب نہیں کرتی مقناطیس و کہربا کا جذب مشہور ہے بلکہ جاذبیت شمس و ارض کا رد مقصود ہے اوّل کا لذاتہ کہ اسی کی بنا پر حرکت زمین ہے اور دوم کا اس لیے کہ اسی کو دیکھ کر اس میں بلا دلیل جذب مانا

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۰۰

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۳۰۱

ہے۔''[۱]

مولانا احمد رضا خان نے کچھ دلائل کو مطلقاً ذکر کیا' کچھ دلائل کو' دلائل نیوٹن ساز جاذبیت گداز'' کے عنوان سے' کچھ کو'دلائل بر بنائے اتحاد واثر جذب'' کچھ کو'دلائل بر بنائے جذب کلّی''اور کچھ کو'دلائل قدیمہ'' سے ذکر فرمایا۔

یہاں پر ہم چند دلیلوں کی وضاحت کریں گے۔

بھاری اشیاء کا گرنے کی طرف میلان اور جاذبیت

مولانا احمد رضا خان بھاری اشیاء کے نیچے گرنے کے متعلق فرماتے ہیں

''اولاً عقلائے عالم اثقال میں میل سفل مانتے ہیں کیا وہ میل اس کے گرانے کو کافی نہ تھا یا میل نہ جانا یوں نہ سمجھ سکتا تھا کہ ثقیل کے استقرار کو وہ محل چاہیے جو اس کا بوجھ سہارے سیب وہی ٹوٹے گا۔ جس کا علاقہ شاخ سے ضعیف ہو جائے وہ کمزور تعلق اب اس کا بوجھ نہ سہار سکے ورنہ سبھی نہ ایک ساتھ ٹوٹ جائیں، ادھر تو ضعیف علاقہ کے سبب شاخ سے چھوٹا ادھر اس سے نرم تر ملاء ہوا کا ملاء اسے کیا سہارتی لہذا اس سے کثیف تر ملاء درکار رہوا کہ زمین ہو یا پانی کیا اتنی سمجھ نہ تھی یا بطلان میل پر کوئی قطعی دلیل قائم کر لی اور جب کچھ نہیں تو جاذبیت کا خیال محض ایک احتمال ہوا محتمل مشکوک بے ثبوت بات پر علوم کی بنا رکھنا کارِ خردمنداں نیست (عقلمندوں کا کام نہیں ہے)۔

ثانیا: لطف یہ کہ یہی ہیأت جدیدہ والے جا بجا ثقیل میں میل سفل مانتے خفیف میں میل علو لکھ جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ میل جاذبیت کا سارا میل کاٹ دے گا۔ جب ثقیل اپنے میل سے گرتا سیب کا ٹوٹنا جاذبیت پر کہاں دلالت کرتا ہے یہ یقین واحتمال وطریق استدلال ومنصب مدعی وسوال سے ان کی ناواقفی ہے معلول کیلیے علت درکار ہے جب ایک کافی ووافی علت موجود اور تمہیں بھی مسلم ہے تو اسے چھوڑ کر دوسری بے ثبوت کی طرف اسے منسوب کرنا کون سی عقل ہے۔ بالفرض اگر علت کافیہ معلوم نہ ہوتی بلا دلیل کسی شیء کو علت بتا دینا مردود ہوتا ہے وہاں یہ کہنا تھا کہ علت ہمیں معلوم نہیں نہ یہ کہ کافی علت موجود و مسلم ہوتے ہوئے اس سے فرار اور دوسری بے دلیل قرار جاذبیت کے رد کو ایک یہی بس ہے یہاں سے ظاہر ہوا جاذبیت پر ایمان بالغیب انہیں مجبورانہ میل طبعی کے انکار پر لاتا ہے اگر چہ وہ نادانی سے کہیں مقر ہوں اگر چہ وہ بے دلیل منکر ہو اور میل طبعی کا ثبوت بلکہ احتمال ہی جاذبیت کو باطل کرتا ہے کہ جب میل ہے جاذبیت کی کیا حاجت اور اس کے وجود پر کیا دلیل'[۲]

جاذبیت کے بطلان پر شاہد عادل قمر

مولانا احمد رضا خان جاذبیت کے بطلان پر پہلی دلیل سورج سے اور دوسری دلیل چاند سے پیش کرتے ہیں

''جاذبیت کے بطلان پر دوسرا شاہد عادل قمر ہے، اصول علم الہیأۃ ص ۲۰۹ میں خود ہیأۃ جدیدہ پر ایک سوال قائم کیا

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۰۱

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۳۰۲

جس کی توضیح یہ کہ اگر چہ زمین قمر کو قرب سے کھینچتی ہے اور آفتاب دور سے مگر جرم شمس لاکھوں درجے زمین سے بڑا ہونے کے باعث اس کی جاذبیت قمر پر زمین کی جاذبیت سے ۱۱/۵ ہے یعنی زمین اگر چاند کو پانچ میل کھینچتی ہے تو آفتاب گیارہ میل اور شک نہیں کہ یہ زیادت ہزاروں برس سے مستمر ہے تو کیا وجہ ہے کہ چاند زمین کو چھوڑ کر اب تک آفتاب سے نہ جا ملا، تو معلوم ہوا کہ جاذبیت باطل ومہمل خیال ہے اور اس کا یہ جواب دیا کہ آفتاب زمین کو بھی تو کھینچتا ہے کبھی قمر سے کم کبھی زیادہ جیسا ان کا بعد آفتاب سے ہو تو شمس جتنا قمر کو کھینچتا ہے زمین اپنا چاند بچانے کو اس سے پوری جاذبیت کا مقابلہ کرنے کی محتاج نہیں بلکہ صرف اتنی کا جس قدر جاذبیت مذکورہ زمین کو جاذبیت شمس سے زائد ہے اور یہ اس جاذبیت سے کم ہے جتنی زمین کو قمر پر ہے لہذا قمر آفتاب سے نہیں ملتا۔

اقول: توضیح کو اب یہ ہے کہ قمر کا شمس جا ملنا اس جذب پر ہے جو قمر کو زمین سے جدا کرے، جذب شمسی زمین وقمر دونوں پر ہے، تو جہاں تک وہ مساوی ہیں اس جذب کا اثر زمین سے جدائی قمر نہ ہوگی کہ وہ بھی ساتھ ساتھ بنی ہے۔ ہاں قمر پر جتنا جذب زمین پر جذب سے زائد ہوگا وہ موجب جدائی قمر ہوتا لیکن زمین اس قدر سے زیادہ اسے جذب کر رہی ہے تو جدائی نہ ہوگی فرض کرو شمس قمر کو ۹۹ گز کھینچتا ہے اور زمین سے اسے ۴۵ گز کہ جذبِ شمس سے ۱۱/۵ ہے اور آفتاب زمین کو ۹۰ گز کھینچے تو ۹۰ گز تک تو زمین وقمر مساوی ہیں قمر پر ۹۰ ہی گز جذب شمس زائد ہے لیکن زمین کا جذب اس پر ۴۵ گز ہے تو جذب شمس سے بچکنا ہے لہذا شمس سے ملنے نہیں پاتا۔

اقول : خوب جواب دیا کہ قمر کو بڑے سفر سے بچالیا، چھوٹا ہی سفر کرنا پڑا۔ اب کہ جذبِ زمین اس پر زیادہ ہے زمین پر کیوں نہیں آ گرتا۔ سوال کا منشا تو جذبوں کا تفاوت تھا وہ اب کیا مٹا قمر شمس پر نہ گرا زمین پر سہی۔''[۱]

مولانا احمد خان نے ''دلائل نیوٹن ساز جاذبیت گداز'' کے عنوان تحت نیوٹن کے ایسے دلائل ذکر کیئے جن کو ماننے سے جاذبیت کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ ان میں سے ایک مندرجہ ذیل ہیں

''جب ترک اجسام اجزائے ثقیلہ بالطبع سے ہے اور اس کی تصریح خود نیوٹن ساز نے کی تو قطعاً جسم ثقیل بلا جذب جاذب خود اپنی ذات میں ثقیل ہے اور ثقیل نہیں مگر وہ کہ جانب ثقل جھکنا چاہے دو چیزوں میں جو زیادہ جھکے اسے دوسری سے ثقیل تر کہیں گے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ اجسام بذات خود بے جذب جاذب ثقل ہے۔ اس سے زیادہ میل طبعی کا ثبوت اور جاذبیت کا بطلان کیا درکار ہے جس کا خود مخترع جاذبیت نیوٹن کو اقرار ہے۔''[۲]

مقناطیس کی مثال

مولانا احمد رضا خان مقناطیس سے اس طرح استدلال پکڑتے ہیں

''مقناطیس کی ذرا سی بٹیا اور کہرباء کا چھوٹا سا دانہ لوہے اور تنکے کو کھینچ لیتے ہیں اگر جذب زمین ہوتی تو ان سے

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۰۷

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۳۲۰

مقابل چار ہزار میل پر جو حصہ زمین ہے یہ خود ان جاذبوں کو اور ان سے ہزاروں حصے زائد کو یہ نہایت آسانی سے کھینچ لے جائے۔اس کے سامنے ان کی کیا حقیقت تھی کہ یہ اس سے چھین کر اپنے سے ملا لیتے۔لاجرم قطعاً یہ زمین سے اتصال لوہے اور تنکے کا اپنا فعل تھا جس پر مقناطیس و کہرباء کی قوت غالب آ گئی۔''[۱]

مولانا احمد رضا خان اور دلائل ردّ نافریت و جاذبیت

مولانا احمد رضا خان سینتالیس دلائل بیان کرنے کے بعد خود فرماتے ہیں

''بفضلہٖ تعالیٰ ردّ نافریت میں وہ بارہ اور رد جاذبیت میں سینتالیس فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہیں۔نافریت پر تو کسی کتاب میں بحث اصلاً نظر سے نہ گزری۔جاذبیت پر بعض کلام دیکھا گیا وہ صرف ایک دلیل جس کی ہم توجیہ بھی کریں اور طرز بیان سے ایک کو تین کر دیں۔''[۲]

۱۔احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷ص ۳۲۴

۲۔ایضاً، ج ۲۷ص ۳۳۰

فصل سوم

حوادثات ارض

(Phenomena on Earth)

زمین اللہ تعالیٰ کی انسان کے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس میں انسان کے لئے بے شمار خزانے چھپا رکھے ہیں۔اس میں میوؤں کے باغات،سبزیوں کے کھیت،معدنیات کی کانیں،پانی کے چشمے اور طرح طرح کی چیزیں موجود ہیں۔اس میں چوبیس گھنٹے تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔کبھی موسم بہار آتا ہے تو کبھی خزاں،کبھی موسم سرما تو کبھی گرما،کبھی آندھیاں وطوفان تو کبھی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوائیں،کبھی زلزلہ تو کبھی بجلی کے کڑکے اور کبھی بارش تو کبھی سیلاب آتے ہیں۔اسی طرح زمین کہیں پتھریلی تو چٹیل میدان،کہیں بنجر اور شوریلی تو کہیں زرخیز،کہیں نہریں تو کہیں ندی نالے الغرض یہ تمام نظارے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے عظیم شاہکار ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کے لئے مسخر کردیا۔اب انسان پر ہے کہ وہ ان سے کتنا فائدہ اٹھاتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان نے بھی زمین کے مختلف پہلوؤں کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھا۔کائناتی ارضی پر رونما ہونے والے واقعات کی علتیں پہچاننے کی کوشش کی۔جیسا کہ بادلوں کی علت کے متعلق مولانا احمد رضا خان یوں فرماتے ہیں

''اللہ تعالیٰ نے بادلوں کے چلانے پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جس کا نام رعد ہے،اس کا قد بہت چھوٹا ہے،اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑا کوڑا ہے۔جب وہ کوڑا بادل کو مارتا ہے اس کی تری سے آگ جھڑتی ہے اس کا نام بجلی ہے۔ واللہ تعالیٰ''[۱]

اسی طرح مولانا زمین کی اجناس،زلزلہ،مدوجزر اور سمندروں میں آگ کے وجود وغیرہ میں تحقیق فرمائی۔اب اپ کی تحقیق کو مختلف مضامین کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج۲۷ص۹۳

(i)اجناس ارض کی اقسام (Kinds of Minerals)

اجناس ارض علم الطبیعیات کی ایک اہم شاخ Mineral Physics کے تحت آتی ہے اس میں زمین کے اجزاء کے خواص بیان کئے جاتے ہیں

Mineral physics is the science of materials that compose the interior of planets, particularly the Earth. It overlaps with petrophysics, which focuses on whole-rock properties. It provides information that allows interpretation of surface measurements of seismic waves, gravity anomalies, geomagnetic fields and electromagnetic fields in terms of properties in the deep interior of the Earth. This information can be used to provide insights into plate tectonics, mantle convection, the geodynamo and related phenomena.

Laboratory work in mineral physics require high pressure measurements. The most common tool is a diamond anvil cell, which uses diamonds to put a small sample under pressure that can approach the conditions in the Earth's interior.[۱]

مولانا احمد رضا خان نے جنس ارض کی تحقیق میں پر مندرجہ ذیل رسالہ لکھا

☆ اَلْمَطَرُ السَّعِیْدُ عَلٰی نَبْتِ جِنْسِ الْصَعِیْدِ (جنس صعید کی نبات پر بارانِ مسعود)

آپ نے اس رسالہ کو چار مقامات میں تقسیم کیا۔

۱۔زمین کی مختلف قسموں کی پہچان کرنے کے لیے مختلف اصول وقواعد اور مصطلحات کی وضاحت۔

یہ حصہ اجناس ارض پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے ایک بہترین گائیڈ ہے۔

۲۔زمین کی ان ۱۸۱ اجناس کا ذکر جن سے تیمّم کرنا جائز ہوتا ہے ان میں ۷۴ منصوصات (کتابوں میں مذکور) ہیں۔اور ۱۰۷ مزیدات مولانا احمد رضا خان ہیں۔

۳۔ان ۱۳۰ چیزوں کا ذکر کیا۔جن سے تیمّم کرنا ناجائز ہے۔ان میں ۵۷ منصوصات اور ۷۲ زیاداتِ مولانا احمد رضا خان ہیں۔

---

1. English Wikipedi,"MineralPhysics"from:http://en.wikipedia.org/wiki/Mineral_physics Accessed on June 5, 2012.

۴۔ان چیزوں کا بیان جومختلف فیہ ہیں آیاان سے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں۔

مولانا احمد رضا خان اجناس(Minerals) کی ۳۱۱ اقسام کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

''یہ تین سو گیارہ ۳۱۱ چیزوں کا بیان ہے ۱۸۱ سے تیمّم جائز جن میں ۷۴ منصوص اور ۱۰۷ ازیادات فقیر او ۱۳۰ سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوص اور ۷۲ زیاداتِ فقیر ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا۔''[۱]

جنس ارض کی تحقیق کیوں پیش آئی۔

مولانا احمد رضا خان اس رسالہ کو لکھنے کی وجہ تحریر فرماتے ہیں

''سَیِّدُنَا امامُ الْاَئِمَّہ اِمامُ اَعْظَمُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عنه کے نزدیک ہر اس چیز سے کہ جنس ارض سے ہو تیمّم روا ہے جبکہ غیر جنس سے مغلوب نہ ہو اور اس کے غیر سے ہمارے جمیع ائمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالی عنھم کے نزدیک روا نہیں لہٰذا جنس ارض کی تحدید و تعدید درکار۔ اس میں چار ۴ مقام ہیں''[۲]

جنس ارض

مولانا احمد رضا خان جنس ارض کی تعریف حلیہ کے حوالہ سے یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''ہمارے مشائخ نے فرمایا جنس ارض وہ ہے جو آگ سے جل کر راکھ نہ ہو جائے اور جو نرم نہ ہو اور منبع نہ ہو۔ یاقوت بھی انہی چیزوں میں داخل ہے جو نہ نرم ہوتی ہیں نہ منطبع ہوتی ہیں نہ جلتی ہیں۔ اور جو آگ سے جل جائے یا اس سے نرم ہو جائے وہ جنسِ ارض سے نہیں۔'' [۳]

زمین کی جنس کی پہچان کرنے اور غیر جنس سے فرق کرنے کے لئے مولانا احمد خان نے مقام اوّل میں بڑی بڑی پانچ کو ذکر کیا۔ آپ لکھتے ہیں

''علمائے کرام نے بیان جنس ارض میں اُن آثار سے کہ اجسام میں نار سے پیدا ہوتے ہیں پانچ لفظ ذکر فرمائے ہیں: (۱) احتراق (۲) ترمّد (۳) لین (۴) ذوبان (۵) انطباع''[۴]

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۶۵۷

۲۔ایضاً، ج ۳ ص ۵۷۹

۳۔ایضاً، ج ۳ ص ۵۸۲

۴۔ایضاً، ج ۳ ص ۵۷۹

مولانا احمد رضا خان نے مندرجہ بالا پانچ الفاظ کی مختلف عربی فتاوٰی جات اور ارضیات کی کتابوں جیسے جامع ابنِ بیطار، مخزن الادویہ، فتح الامین وغیرہ کی روشنی میں تحقیق کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی رائے بھی پیش کی۔ مندرجہ بالا میں صرف ایک اصطلاح کی مولانا احمد رضا خان کی زبانی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔

احتراق

''جلنا، امثال، مطعومات میں اس کا اطلاق اس صورت پر آتا ہے کہ شَے اثرِ نار سے کُلاً یا بعضاً فاسد و خارج عن المقاصد ہو جائے کھانا پکنے کو احتراق نہ کہیں گے بلکہ طبخ و نضج و ادراک۔ ان کے غیر میں کبھی آگ سے مجرد تاثر قوی کو احتراق کہتے ہیں اگرچہ اس سے اجزا و مقاصد شے برقرار رہیں جیسے زمین سوختہ کہ اثرِ نار سے بشدت ہو کر سیاہ ہو گئی''[۱]

مولانا احمد رضا خان زمین کی مختلف اجناس کے اوصاف بیان کرتے ہیں مثلاً سنگ خزامی کے اوصاف یوں بیان فرماتے ہیں

''سنگِ خزامی جزیرہ صِقلیّہ میں ایک پتھر ہے کہ آگ سے بھڑکتا اور پانی کا چھینٹا دینے سے اور زیادہ مشتعل ہوتا ہے اور تیل سے بجھتا ہے''[۲]

مقامِ دوم میں مولانا احمد رضا خان نے اُن ایک سو اکاسی ۱۸۱ چیزوں کا بیان کیا جن سے تیمّم جائز ہے آپ فرماتے ہیں

''اُن بعض اشیاء کا شمار جن سے ہمارے امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عنہ کے مذہب میں تیمّم جائز ہے انہیں دو ۲ قسم کریں:

منصوصات، جن کی تشریح کتابوں میں اس وقت پیش نظر ہے۔

مزیدات کہ فقیر نے اضافہ کیں

وَ کَانَ حَقًّا عَلَی اَفْرَازِھَا کَیْلَا یُسَاقُ الْمَعْقُوْلُ مَسَاقُ الْمَنْقُوْل ُ(انہیں الگ کرنا میری ذمہ داری تھی تاکہ معقول کا ذکر منقول کی جگہ نہ ہو۔ت)[۳]

اجناسِ زمین

مولانا احمد رضا خان نے زمین کی ۱۸۱ اجناس کا نہ صرف ذکر فرمایا بلکہ ان کی تفصیلات اور احکام بھی بیان کئے۔ لیکن مولانا احمد رضا خان نے یہاں پر طوالت اور تکرار سے اجتناب کیا۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

''نقلِ عبارات میں طول تکرار ہے لہٰذا صرف شمار اسمائے بعض کتب پر قناعت کریں مگر خلافیات یا خفیات اُن میں

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۵۸۰

۲۔ ایضاً، ج ۳ ص ۵۹۷

۳۔ ایضاً، ج ۳ ص ۶۲۸

تکثیر اسما مناسب۔''[۱]

یہاں پر صرف ان کے ناموں پر اکتفاء کیا جائے گا

منصوصات

(۱) خاک کہ اصل الاصول ہے۔

(۲) ہمارے نزدیک خاکِ شور بھی جس میں کوئی چیز اُگنے کی صلاحیت نہ ہو۔

(۳) ریتا۔ (۴) پتھر مرّ۔ (۵) باریک پسا ہو یا سالم۔

(۶) غبار۔ (۷) ناپاک خشک چیز پر گرا ہوا غبار جبکہ اسے تری نہ پہنچے۔

(۸) تر زمین پر جس پر چھڑکاؤ ہوا۔

(۹) مقبرے کی زمین جبکہ اس کی نجاست مظنون نہ ہو۔

(۱۰) گرد باد بگولا۔

(۱۱) جلی ہوئی زمین۔

(۱۲) نمک زار زمین جس میں سے نمک نکلتا ہو اگرچہ خفیف تر بھی ہو جبکہ وہ نمک مٹّی سے بنا ہو۔

(۱۳) پیلی مٹّی اصل۔

(۱۴) سرخ مٹّی۔

(۱۵) گیروھی، اقول وہ سرخ مٹی کا غیر ہے۔

(۱۶) کالی مٹّی۔ (۱۷) سپید مٹّی۔ (۱۸) سبز مٹّی۔

(۱۹) طفل مصری۔ (۲۱) گلِ ارمنی۔ (۲۲) گل مختوم۔

(۲۳) گوندے کی دیوار۔ (۲۴) ڈھیلوں کی دیوار۔

(۲۵) کچّی اینٹ کی دیوار۔ (۲۶) مٹّی سے لسی ہوئی۔

(۲۷) کچّی اینٹ۔ (۲۸) گارا۔ (۲۹) کیچڑ جس میں مٹّی غالب ہو اور پانی مغلوب۔

(۳۰) جلی ہوئی خاک۔ (۳۱) مٹّی کے آبخورے مٹکے۔

(۳۲) وہ ظروف گلی رنگین جن پر جنس ارض ہی مثلاً گیرو یا ملتانی وغیرہ کی رنگت ہو۔

(۳۳) سبز چپکتی چکنی صاف مٹّی کے پیالے، تشتریاں۔

(۳۴) قلعی دار ظرف گلی کا وہ رخ جس طرف قلعی نہیں۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۶۲۸

(۳۵) ٹھیکری۔ (۳۸) روڑا۔ (۳۹) کنکر۔
(۴۰) کنکریٹ۔ (۴۲) سرخی۔ باریک کٹی ہوئی پکّی اینٹ۔
(۴۳) کنکری۔ پتھر کے ریزے کہ زمین پر ہوتے ہیں۔
(۴۴) درزی کی بٹیا جس سے وہ کپڑے کو کوٹ کر سلائی دباتا ہے۔
(۴۵) گچ۔ چُونے کا پتھر جسے پھونک کر چُونا بناتے ہیں۔
(۴۶) گچ کی ہوئی دیوار۔
(۴۷) کلسن چُونا، اقول یعنی وہ کہ سنگِ گچ یا سنگِ مرمر کوئی پتھر پھونک کر بنا ہو۔
(۴۸) پتھر کی راکھ اقول یعنی چونا۔
(۴۹) کھنگر کہ اس کا غیر اس سے سخت تر ہے۔
(۵۰) یا کوئی پتھر پھونک کر پیس لیا جائے۔
(۵۱) نرم پتھر پیس کر پھونکا جائے، یہ سب صورتیں پتھر کی راکھ ہیں۔
(۵۲) نورہ بال اڑانے کا نسخہ ہڑتال چونا ملا ہوا۔ اقول: نورہ کبھی خود کلس کو بھی کہا جاتا ہے۔
(۵۳) یاقوت زمرد زبرجد فیروزہ۔
(۵۷) بلخش۔ (۵۸) عقیق۔
(۵۹) مرجان یعنی مونگا۔ (۶۰) سُرمہ۔
(۶۱) اِثمِد یعنی اصفہانی سرمہ سیاہ و سرخ ہوتا ہے۔
(۶۲) کبریت گندھک۔ (۶۳) زرنیخ ہڑتال۔
(۶۴) سرخ۔ (۶۵) سپید۔ (۶۶) سیاہ۔
(۶۷) مردار سنگ معدنی۔ (۶۸) تو تیا۔
(۶۹) معدنی شیشہ۔ (۷۰) لاہوری نمک جسے سیندھا اور ملح اندرانی کہتے ہیں۔
(۷۱) وہ نمک کہ مٹّی سے بنا ہو۔
(۷۲) خاک جس میں اس سے کم راکھ ملی ہو۔
(۷۳) یونہی اگر آٹا مل گیا اور خاک زائد ہے۔
(۷۴) سونا کپڑا آدمی جانور جس چیز پر مٹّی یا ایسا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔"[1]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۶۲۸ تا ۶۴۲

مزیدات (ایک سوسات چیزیں کہ مصنّف نے زائد کیں)

(۷۵) خاک شفا۔

(۷٦) مسجد کی دیوار۔

(۷۷) مسجد کا کچّا خواہ پکّا فرش۔

(۷۸) زمین جس پر شبنم پڑی ہے۔

(۷۹) سخت زمین جس پر مینہ برس کر پانی نکل گیا۔

(۸۰) گھڑا جس کے اندر پانی بھرا اوپر سے بھیگا ہوا۔

(۸۱) کھریا مٹّی۔

(۸۲) ملتانی مٹّی اور وہ پیلی مٹی کی غیر ہے جس کے بورے پیسے پیسے بکتے ہیں ان میں وہی فرق ہے جو گیرو اور سرخ مٹّی میں۔

(۸۳) گلِ سرشوے سردھونے کی مٹّی سفیدی مائل بزروی خوشبو ہوتی ہے گلِ شیرازی وطین فارسی کہلاتی ہے۔

(۸۴) گلِ خوردنی خالص سوندھی مٹّی خوشبو خوش ذائقہ جسے طین خراسانی کہتے ہیں۔

(۸۵) پنڈول۔

(۸٦) پھوڑی مٹی کہ چکنی کے مقابل ہے لس نہیں رکھتی جلد بکھر جاتی ہے۔

(۸۷) کاٹھیاوار میں سنکر کی مٹی کہ سونے کی مثلی ہوتی ہے۔

(۸۸) چولہے کی بھٹ۔

(۸۹) تنور کا پیٹ۔

(۹۰) دیوار کی لُونی۔

(۹۱) ندی کنارے کا گیلا ریتا۔

(۹۲) بالُو۔ بھاڑ کا ریتا۔

(۹۳) سراب کہ دُور سے پانی نظر آتا ہے۔

(۹۴) ریگِ رواں کہ پانی کی طرح بہتا ہے۔

(۹۵) دیگچیوں کا تلا جس پر پاک لیوا چڑھا ہے اگرچہ آنچ کھا چکا۔

(۹٦) درختوں کا تنہ جس پر اُپلے نے مٹی چڑھا دی۔

(۹۷) سانپ کی بانبی۔

(۹۸) کنکر، مٹّی ہے کہ مُجر ہو جاتی ہے۔ معدنی چیزوں کی طرح زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔

(٩٩) کھرنجا۔(١٠٠) پکّی سڑک۔

(١٠١) ریہ کہ ایک قسم کی نمکین خاک ہے۔

(١٠٢) سچّی چینی کے برتن جبکہ ان پر غیر جنس کا روغن نہ ہو۔

(١٠٣) گندھک کے برتن پیالے وغیرہ۔

(١٠٤) مٹّی کے کھلونے جن پر غیر جنس کی رنگت نہ ہو۔

(١٠٥) غلیل کے غلّے اگرچہ ان میں روئی وغیرہ کا خلط ہو جبکہ مٹّی غالب ہو۔

(١٠٦) پتھر کی بجری کہ قدرتی پتھر دال کے برابر ہے۔

(١٠٧) سیمنٹ ایک پتھر ہے پھُنکا ہوا۔

(١٠٨) ہرونجی دیواروں پر سرخ رنگ میں کام آتی ہے۔

(١٠٩) سیل کھری اس س دیوار پر سفید چمکدار چکنی قلعی ہوتی ہے۔

(١١٠) گٹی کہ عمارت کے کام کا چونا ہے۔

(١١١) کالا چونا یہ بھی کارِ عمارت میں آتا ہے اور کوئلہ مغلوب۔

(١١٢) گٹّا، پکّی اینٹ توڑ کر کالا چونا اور گٹّی ملاتے ہیں۔

(١١٣) صندلہ گٹّی اور سرخی ملا کر۔

(١١٤) قلعی کا سفیدہ جس سے دیوار پر سفیدی ہوتی ہے معدنی پتھر ہے عربی اسفیداج الجصاصین۔

(١١٥) کہگل کی دیوار۔

(١١٦) یونہی جس در و دیوار یا چھت پر صندلہ یا سیمنٹ پھرا ہو۔

(١١٨) جس در و دیوار پر بالوتر ہو۔

(١١٩) جن پر بادامی۔

(١٢٠) لاکھی۔(١٢١) سرخ۔(١٢٢) سبز۔

(١٢٣) زرد۔(١٢٤) دھانی۔(١٢٥) آسمانی۔

(١٢٦) کتھئی۔(١٢٧) زنگاری۔(١٢٨) خاکی

(١٢٩) فاختی۔(١٣٠) پیازی۔

(١٣١) فیروزی رنگتیں ہوں کہ اگرچہ سرخ میں شنجرف، سبز میں مصنوع توتیا آم کی چھال بکائن کے پتّے، زرد میں کبھی ملتانی کے سوا ٹیسو کے پھول، دھانی میں کبھی سبز گل کے سوا وہی توتیا چھال، آسمانی میں کوئلہ، مصنوع لاجورد، کتھئی میں ببول کی چھال، زنگاری میں سبز توتیا، خاکی میں کوئلہ، فاختی میں لاجورد و پیازی میں پیوڑی، فیروزی میں توتیا وغیرہ وغیرہ اشیائے غیر کی آمیزش ہے مگر بہر صورت اصل گٹی ہے اسی کا حصہ کثیر و غالب اور اُن کا خلط اس میں رنگت لانے کے لئے ہوتا ہے۔

(۱۳۲) پکّی قبر کہ وہاں ظنِ نجاست نہیں۔

(۱۳۳)سنگِ مرمر۔(۱۳۴)سنگِ موسٰی ۔

(۱۳۵)سنگِ سپید۔(۱۳۶)سنگِ سرخ۔

(۱۳۷)چُوکا، گہرا سبز۔(۱۳۸)سنگِ ستارہ سرخی مائل بہت چمکدار ذرّے ذرّے نمایاں۔

(۱۳۹) گوَونتی سپید نیلگوں جھلکدار، اس کے نگینے بھی بنتے ہیں۔

(۱۴۰) حجرالیہود۔(۱۴۱) مقناطیس۔(۱۴۲)سنگِ سماق جس کے کھرل مشہور ہیں۔

(۱۴۳)سان۔(۱۴۴) سلی۔(۱۴۵) کرنڈ۔(۱۴۶) کسولی۔

(۱۴۷)چقماق۔(۱۴۸) ریل کا کوئلہ کہ پتھر ہے۔

(۱۴۹)سلیٹ۔(۱۵۰) ترکستان کا وہ پتھر کہ لکڑی سا جلتا ہے۔

(۱۵۱)شام شریف کا وہ پتھر کہ آگ میں ڈالے سے لپٹ دیتا ہے۔

(۱۵۲)صِقلبَّہ کا وہ پتھر کہ گرم پانی سے مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے۔

(۱۵۳) حجرالفتیلہ جس کی بتّی بنا کر جلاتے ہیں۔

(۱۵۴)بلور معدنی پتھر ہے۔

(۱۵۵)سنگِ جراحت۔

(۱۵۶)لاجورد، (۱۵۷) زہر مہرہ۔

(۱۵۸) مہرہ مار کہ معدنی ہوں۔(۱۵۹) دریائی توتیا کہ پتھر ہے۔

(۱۶۰)الماس یعنی ہیرا۔

(۱۶۱)لعل۔(۱۶۲) نیلم۔(۱۶۳) پکھراج۔

(۱۶۴) یشب (۱۶۵) گئوسیدک چمکدر جواہر سے ہے زرد سرخی مائل نورتن۔

(۱۶۶)سنگِ شجری، درخت کی اسی جھلک نظر آتی ہے۔ زیور میں جڑا جاتا ہے۔

(۱۶۷)سنگِ سنہرا مشابہ پکھراج مگر اس سے ہلکا۔ یہ بھی جڑائی میں کام آتا ہے۔

(۱۶۸)بُسدّ کہ مستقل پتھر ہے یا بیخ مرجان۔

(۱۶۹) دَہنج یعنی دہنہ فِرِندی جسے لوگ دہن فرنگ بولتے ہیں۔

(۱۷۰)عین الہر یعنی لہسنیا۔

(۱۷۱) جزع یعنی مہرہ یمانی۔

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۶۴۲ تا ۶۴۷

(۱۷۲) دانہ سلیمانی۔

(۱۷۳) سنز، (۱۷۴) خاکی، (۱۷۵) سنہری ہرتال۔

(۱۷٦) توسِل۔ (۱۷۷) بٹا۔

(۱۷۸) چکّی کے پاٹ۔

(۱۷۹) تولنے کے باٹ کہ پتھر کے ہوں۔

(۱۸۰) کھرل کیوں نہ معدود ہوں۔ (۱۸۱) ابرک۔''[۱]

غیر اجناسِ زمین

مقام سوم میں مولانا احمد رضا خان ان چیزوں کا بیان فرماتے ہیں جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں۔

''وہ بعض اشیاء جن سے ہمارے ائمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُم کے نزدیک تیمّم صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ اشیائے معدودہ کہ جنس ارض ہیں ان کے سوا دنیا کی تمام چیزیں ہمارے ائمہ کے اجماع سے نا قابل تیمّم ہیں تو ان کا شمار نا مقدور مگر ہم یہاں بدستور ان کا ذکر کریں جن پر کتب میں نص اس وقت پیش نظر۔ عام ازیں کہ اُن میں کوئی محلِ خفا ہو یا نہ ہو جیسے علمانے نص فرمایا ہے کہ گھاس لکڑی مہندی برف سے تیمّم باطل ہے اس پر بعض عوام کہیں گے علمانے ایسی چیزیں کیوں گنائیں ان سے تیمّم نہ ہوسکنا ہر شخص جانتا ہے یہ اُن کی غلط فہمی ہے ہر شخص اگر جانتا بھی ہے تو یوں ہی کہ علمائے کرام افادہ فرما گئے ورنہ کیا اپنے گھر سے جان لیتا اقول بلکہ یہ اب تمہارے لیے ظاہر ہیں ورنہ ان میں وہ خفا ہے کہ بعض ائمہ مجتہدین پر اُن کا نا قابل ہونا ظاہر نہ ہوا۔''[۱]

اس مقام پر مولانا احمد رضا خان ۱۳۰ ایسی چیزوں کا ذکر فرمایا جن ۵۸ منصوصات ہیں اور ۷۲ مزیدات ہیں مولانا مزیدات کے بارے میں فرماتے ہیں

''پھر مزیدات لکھیں اور ان میں غالباً محلِ خفا وشبہ وافادہ تازہ کا لحاظ رکھیں۔ وبِاللّٰہِ التَّوۡفِیۡق۔''[۲]

منصوصات:

(۱) جما ہوا پانی۔ جیسے گل کا برف اگرچہ سل کی سل ہو۔

(۲) کپڑا۔ (۳) نمدا۔

(۴) درخت۔ (۵) گھاس۔ (٦) لکڑی۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ٦۵۰

۲۔ ایضاً۔

(۷) کھورا۔(۸) نباتات۔(۹) میوے غذیّہ۔

(۱۰) مہندی۔(۱۱) وسمہ۔(۱۲) گیہوں۔

(۱۳) جَو۔(۱۴) ہر قسم کا غلّہ۔

(۱۵) آٹا۔(۱۶) سَتّو۔

(۱۷) جملہ اقسام طعام۔

(۱۸) سونا۔(۱۹) چاندی۔(۲۰) لوہا۔

(۲۱) رانگ۔(۲۲) سیسا۔(۲۳) تانبا۔

(۲۴) صفر، معدنی زرد تانبا پیتل کے مشابہ ہے آنچ سے سیاہ نہیں پڑتا۔

(۲۵) جست۔(۲۶) موتی۔

(۲۷) غبارے سے پسے ہوئے ہوں۔

(۲۸) مرجان فتح میم ذ رخادمی۔یعنی چھوٹے موتی کہ ان کو بھی مرجان کہتے ہیں۔

(۲۹) سانبھر۔(۳۰) ہر نمک کہ پانی سے بنا ہو۔

(۳۱) مشک۔(۳۲) عنبر۔(۳۳) کافور۔(۳۴) زعفران۔

(۳۵) سُک کہ ایک قسم خوشبو ہے۔

(۳۶) زاج۔کسیس۔

(۳۷) ہیرا کسیس سبز

(۳۸) سیاہ کسیس۔(۳۹) مردار سنگ۔(۴۰) پارا۔

(۴۱) مصنوع شیشہ کہ ریتے میں دوسری چیز ملا کر بناتے ہیں جیسے بجی۔

(۴۲) راکھ یعنی لکڑی وغیرہ غیر جنس ارض کی جس کی تحقیق گزری۔

(۴۳) نمک زار زمین جس کا نمک پانی سے بنا ہو۔

(۴۴) نمک زار جس کا نمک مٹّی سے ہو مگر اس کے پانی میں ڈوبی ہوئی ہے۔

(۴۵) ظروف گلی کا وہ رخ جس پر رانگ وغیرہ غیر جنس کی قلعی ہے۔

(۴۶) جس پر غیر جنس کی رنگت ہے۔(۴۷) روغنی ظروف۔

(۴۸) وہ ٹھیکری جس میں دوائیں ڈال کر پکائی ہوں۔

(۴۹) مٹّی جس میں راکھ۔

(۵۰) جس میں آٹا برابر یا زائد ملے ہوں۔

(۵۱) کیچڑ جس پر پانی غالب ہو۔

(۵۲)ناپاک زمین، اگر چہ خشک ہونے سے اثر نجاست زائل ہو کر نماز کے لیے پاک مانی گئی ہو۔

(۵۳)غبار کہ ناپاک زمین سے اٹھا۔

(۵۴)غبار کہ تر چیز ناپاک پر گرا اگر چہ پھر خشک ہوگیا۔

(۵۵)غبار کہ خشک چیز ناپاک پر گرا اور اس کو تری پہنچی۔

(۵٦)درزی کی بٹیا رنگین۔

(۵۷)قبرستان کی مٹّی جہاں نجاست کا ظن ہو۔[1]

مزیدات (کہ جن کا مولانا احمد رضا خان نے اضافہ کیا)

(۵۸)زمین یا پہاڑ جس پر دوب اُگی ہے۔

(۵۹)جس پر برف جما ہوا ہو۔

(٦٠)جس کا برف پگھل کر بہہ رہا ہے۔

(٦۱)جس پر مینہ برس رہا ہے۔

(٦۲)جس پر مینہ برس کر کھل گیا مگر پانی جاری ہے۔

(٦۳)پکّا فرش یا دیوار جس پر کاہی جمی ہے۔

(٦۴)باورچی خانہ کی دیوار کی لجھی پھری ہے۔

(٦۵)وہ زمین جس پر کسم کی لجھی پھری ہے۔

(٦٦)مٹّی کا چراغ جس پر کانٹھ چڑھی ہے۔

(٦۷)گِل حکمت۔

(٦۸)رام پور چینی کہ مٹّی پر مسالا ہے، ہاں جس طرف چینی نہ چڑھی ہو اس طرف روا ہے۔

(٦۹)تام چینی کہ ٹین اور مسالا ہے۔

(۷۰)وہ سچّی چینی۔

(۷۱)مٹّی کے کھلونے جن پر غیر جنس کا روغن ہے۔

(۷۲)نورہ۔

(۷۳)گِل خوردنی۔

(۷۴)غلیل کے غلّے جن میں غیر جنس مقدار میں کم نہیں۔

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج۳ص٦۵۵

(۷۵) پارے کا کٹورا۔ (۷۶) پارے کا کشتہ۔

(۷۷) سونے، چاندی، رانگ کسی دھات کا کشتہ۔

(۷۸) شبہ مصنوع یعنی پیتل۔ یہ معدنی نہیں تانبا اور جست ملا کر بناتے ہیں اسے صُفر سمجھنا غلط ہے۔

(۷۹) گانسا ہفت جوش ساتوں دھات کا مجموعہ۔

(۸۰) بھرت۔ (۸۱) نکل۔

(۸۲) جرمن سلور۔ (۸۳) لکڑی وغیرہ کسی غیر جنسِ ارض کا کوئلہ۔

(۸۴) شورہ۔ (۸۵) نوشادر۔

(۸۶) سُہاگا۔ (۸۷) پھٹکڑی۔

(۸۸) زاج اخضیر ہندی یعنی نیلا تھوتھا۔

(۸۹) بورہ ارمنی۔

(۹۰) کہربا۔

(۹۱) سفیدہ کاشغری کہ قلعی کا سپیدہ ہے یعنی رانگ اور جست سے بنتا اور دکھتی آنکھ میں بھرا جاتا ہے۔

(۹۲) کاجل کہ پارا جاتا ہے۔

(۹۳) طباشیر بانس کی رطوبت ہے کہ جم جاتی ہے۔

(۹۴) سیندور رانگ اور سفیدہ سے بنتا ہے۔

(۹۵) شنجرف مصری۔

(۹۶) شنجرف شامی۔

(۹۷) شنجرف مہوسان سب مصنوع چیزیں ہیں پارے اور گندھک سے مختلف ترکیبوں پر بناتے ہس ہر ترکیب میں پارا غالب ہے۔

(۹۸) شنجرف ہندی اس میں دونوں مساوی بتائے جاتے ہیں بہر حال جنسِ ارض سے نہیں۔

(۹۹) شنجرف رمانی یہ سیماب و مس سوختہ سے بنتی ہے اس کے دونوں جز غیر جنس ہیں۔

(۱۰۰) رہی شنجرف، (۱۰۱) لوبان، (۱۰۲) اگر۔

(۱۰۳) مولی کا نمک۔ (۱۰۴) سجی کہ ایک گھاس کا کھار ہے۔

(۱۰۵) لیموں کا سَت۔

(۱۰۶) نباتات کے اُڑائے ہوئے جوہر۔

(۱۰۷) جلا کر نکالے ہوئے نمک۔

(۱۰۸) کانچ (۱۰۹) سیپ (۱۱۰) گھونگھا۔

(۱۱۱) سنکھ (۱۱۲) خرمہرہ (۱۱۳) سیپ کا چونا (۱۱۴) لاجورد

(۱۱۵) توتیا (۱۱۶) مہرہ مار

(۱۱۷) سنکھیا (۱۱۸) وہ پتھر کہ پہاڑی بکری،

(۱۱۹) بند، (۱۲۰) ساہی کے سر و جوف میں بنتے ہیں۔

(۱۲۱) سنگِ ماہی پتھر چٹے کے سر میں کہ ایک مچھلی ہے۔

(۱۲۲) گئو ر دہن گائے کے بدن میں۔

(۱۲۳) مارمہرہ سانپ کے سَر میں جسے مَن کہتے ہیں۔

(۱۲۴) سنگِ قمر (۱۲۵) جس چٹان پر وہ جمی ہوئی ہو اس پر بھی نہیں۔

(۱۲۶) سنگِ گردہ (۱۲۷) سنگِ مثانہ (۱۲۸) سنگِ بصری

(ا) پتھر نہیں بلکہ سیسہ کا دھواں ہے۔

(۱۲۹) سنگ راسخ جلا ہوا تانبا۔

(۱۳۰) سنگِ سَبُو یہ، یہ ایک قسم کے بیج ہیں سختی کے سبب سنگ کہلاتے ہیں۔''[۱]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۶۵۵-۶۵۸

(ii) زلزلہ پر تحقیق (Researches on Earthquake)

زلزلہ کس طرح پیدا ہوتا ہے (How EarthQuake is Produced)

زلزلہ آنے کے باعث کے متعلق مولانا احمد رضا خان یوں فرماتے ہیں

''اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ ایک پہاڑ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں جیسے بڑے درخت کی جڑیں دور تک اندر اندر پھیلتی ہیں، جس زمین پر معاذ اللہ زلزلہ کا حکم ہوتا ہے وہ پہاڑ اپنے اس جگہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے زمیں ہلنے لگتی ہے۔''[۱]

زلزلہ کے پیدا ہونے بارے میں ایک عام غلطی کا ازالہ

سردار مجیب الرحمان خان نے مولانا احمد رضا خان سے زلزلہ کے بارے سوال کیا کہ

''زلزلہ کے بارے میں مشہور ہے کہ زمین ایک شاخِ گاؤ پر ہے کہ وہ ایک مچھلی پر کھڑی رہتی ہے۔ جب اس کا سینگ تھک جاتا ہے تو دوسرے سینگ پر بدل کر رکھ لیتی ہے۔ اس سے جو جنبش و حرکت زمین کو ہوتی ہے اس کو زلزلہ کہتے ہیں۔ اس میں استفسار یہ ہے کہ سطح زمین ایک ہی ہے، اس حالت میں جنبش سب زمین کو ہونا چاہیے، زلزلہ سب جگہ یکساں آنا چاہیے۔ گزارش یہ ہے کہ کسی جگہ کم، کسی مقام پر زیادہ، کہیں بالکل نہیں آتا۔''[۲]

تو مولانا احمد رضا خان نے فرمایا۔

''زلزلہ کا سبب مذکورہ زبان زد عوام محض بے اصل ہے اور اس پر وہ اعتراض نظر بظاہر صحیح وصواب۔''[۳]

مندرجہ بالا اعتراض کا جواب ممکن مگر ہمارے نزدیک ثابت نہیں

''اگر چہ اس سے جواب ممکن تھا کہ ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ سے ہے اور ان کا اتصال محال صدرا وغیرہ میں کاسہ لیسانِ فلاسفہ نے جس قدر دلائل ابطال جزء لایتجزی پر لکھے ہیں ان میں کسی سے ابطال نفس جز نہیں ہوتا۔ ہاں دو جز کا اتصال محال نکلتا ہے، یہ نہ ہمارے قول کے منافی نہ جسم کے اتصال حسی کا نافی، دیوار جسم وحدانی سمجھی جاتی ہے، حالانکہ وہ اجسام متفرقہ ہے، جسم انسان میں لاکھوں مسام مثبت افتراق ہیں اور ظاہر اتصال، خوردبین سے دیکھنا بتاتا ہے کہ نظر جسے متصل گمان کرتی ہے کسی قدر منفصل ہے، پھر ان شیشوں کی اختلاف قوت بتا رہی ہے کہ مسام کی باریکی کسی حد پر محدود نہیں ٹھہرا سکتے جو شیشہ ہمارے پاس اقوی سے اقوی ہو اور اس سے بعض اجسام مثل آہن وغیرہ میں مسام اصل نظر نہ آئیں ممکن کہ اس سے زیادہ قوت والا شیشہ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۹۴

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

انہیں دکھادے۔معہذا نظر آنے کے لیے دوخط شعاعی میں کہ بصر سے نکلے زاویہ ہونا ضرور۔جب شے غایت صغر پر پہنچتی ہے دونوں خط باہم منطبق مظنون ہوکر زاویہ رویت معدوم ہوجاتا اور شے نظر نہیں آتی ہے یہی سبب ہے کہ کواکب ثابتہ کے لیے اختلاف منظر نہیں کہ بوجہ کثرتِ بعد وہاں نصف قطر زمین یعنی تقریباً چار ہزار میل کے طول وامتداد کی اصلاً قدر نہ رہی دونوں خطہ کہ مرکزِ ارض اور مقامِ ناظر سے نکلے باہم ایک دوسرے پر منطبق معلوم ہوتے ہیں زاویہ نظر باقی نہیں رہتا تو مسام کا اس باریکی تک پہنچنا کچھ دشوار نہیں بلکہ ضرور ہے کہ کوئی قوی سے قوی خوردبین انہیں امتیاز نہ کرسکے اور سطح بظاہر متصل محسوس ہو۔[1]

زلزلہ پیدا ہونے کا سبب اصلی

(Real Reason of Producing Earthquake)

''جب زمین اجزائے متفرقہ کا نام ہے تو اس حرکت کا اثر بعض اجزاء کو پہنچنا بعض کو نہ پہنچنا مستبعد نہیں کہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کا سبب اصلی محض ارادۂ اللہ عزوجل ہے۔ جتنے اجزاء کے لیے ارادہ تحریک ہوا انہیں پر اثر واقع ہوتا ہے وبس۔''[2]

سبب اصلی ارادۃ اللہ عزوجل ہونے پر عقلی دلیل

''سواران دریا نے مشاہدہ کیا ہے کہ ایامِ طوفان میں جو بلاد شمالیہ میں حوالی تحویل سرطان یعنی جون جولائی اور بلاد جنوبیہ میں حوالی تحویل جدی یعنی دسمبر جنوری ہے۔ایک جہاز ادھر سے جاتا ہے اور دوسرا ادھر سے آرہا ہے۔دونوں مقابل ہو کر گزرے اس جہاز پر سخت طوفان ہے اور اسے بالکل اعتدال واطمینان، حالانکہ باہم کچھ ایسا فصل نہیں۔ایک وقت ایک پانی ایک ہوا اور اثر اس قدر مختلف،تو بات وہی ہے کہ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاءَ لَمْ یَکُن جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔مگر اس جواب کی حاجت ہم کو اس وقت ہے کہ وہ بیان عوام شرع سے ثابت ہو،اس کے قریب قریب ثبوت صرف ابتدائے آفرینش زمین کے وقت ہی جب تک پہاڑ پیدا نہ ہوئے تھے۔''[3]

حدیث سے دلیل

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ:

''فرمایا، اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا پانی کے بخارات اٹھے ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی

....

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۲۷ص ۹۴

۲۔ایضاً،ج ۲۷ص ۹۵

۳۔ایضاً۔

اس پر زمین بچھائی، زمین پشتِ ماہی پر ہے، مچھلی تڑپی، زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔''[۱] [۲]

قرآن سے دلیل

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ○ [۳]

اور پہاڑوں کو میخیں بنایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ [۴]

اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے۔

توجیہ مولانا احمد رضا خان

''مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا، دوسری جگہ نہ ہونا، اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت وخفت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں۔ سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے، اور عالمِ اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی۔

مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْعَنْ کَثِیْر [۵]

تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے۔ اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے''[۶]

زلزلہ پیدا ہونے کا عادی سبب

(Common Reason of producing Earthquake)

''اور وجہ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحٰنہ وتعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کا نام قاف ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں۔ جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس کے لیے وجہ قرار ہوں اور

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۹۵

۲۔ حاکم، محمد بن عبداللہ نیشاپوری، المستدرک للحاکم، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء، ج ۲ ص ۵۴۰

۳۔ نباء: ۷

۴۔ النحل: ۱۵

۵۔ شوریٰ: ۳۰

۶۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۹۶

آندھیوں میں گرنے سے روکیں۔ پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا اتنی ہی زیادہ دور تک اس کے ریشے گھیریں گے۔ جبل قاف جس کا دور تمام کرہ زمین کو اپنے پیٹ میں لیے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہیں۔ کہیں اوپر ظاہر ہوکر پہاڑیاں ہوگئے کہیں سطح تک آکر تھم رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں۔ کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوان سے بھی بہت نیچے ان مقامات میں زمین کا بالائی حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے۔ جسے عربی میں سھل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں مگر اندر اندر قاف کے رگ و ریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں جس جگہ زلزلہ کے لیے ارادہ الٰہی عزوجل ہوتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِرَحْمَتِهٖ ثمه بِرَحْمَةِ رَسُوْلِهٖ جَلَّ وَعَلَا و ﷺ (اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ اس کی رحمت کے ساتھ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی رحمت کے ساتھ۔ت)

قاف کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔ صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی۔ پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت، یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم ہوجاتا ہے۔ اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے در و دیوار جھونکے لیتے اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے۔ یا عنف حرکت سے مادہ کبریتی مشتعل ہوکر شعلے نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ کی پناہ، ت)''[۱]

جدید ماہرین طبیعیات کا ردّ

''زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارتِ شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دُخانی مادہ ہے، جنبش کے سبب منافذِ زمین متسع ہوکر وہ بخار و دُخان نکلتے ہیں، طبیعات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے انہیں کے ارادہ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ اُن کا خروج بھی سبب زلزلہ کا مسبب ہے۔''[۲]

جدید ماہرین طبیعیات کے ردّ پر نقلی دلائل

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

''اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام ق ہے، وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے۔ دوسری میں نہیں۔''[۳] [۴]

مولانا احمد رضا خان بحرالعلوم قدس سرہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ بحرالعلوم قدس سرہ فرماتے ہیں :

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۹۶-۹۷

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۹۷

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ابوالشیخ اصبہانی، العظمۃ، ریاض: دارالعاصمہ، ۱۴۰۸ھ، ج ۴ ص ۱۴۸۹

''یہ فلاسفہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ بخارات زمین میں محسوس ہوتے ہیں اور طبعی طور پر خروج کی طرف میلان کرتے ہیں۔ چنانچہ ان بخارات کے ٹکراؤ کی وجہ سے زمین کے اجزائے متصلہ میں تفرق پیدا ہوتا ہے اور زمین حرکت کرنے لگتی ہے اور یہی زلزلہ ہے۔

چنانچہ مولوی قدس سرہ اس قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمین کا قیام تو پہاڑوں کے سبب ہے ورنہ یہ مسلسل حرکت کرتی رہتی۔ لہذا وہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کو حرکت دیتا ہے''[۱]

جدید ماہرین طبعیات کے ردّ پر عقلی دلیل

''چیونٹیوں کی حکایت سے بھی ان سفہاء کی تنگ نظری کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح قلم کی حرکت انگلیوں سے انگلیوں کی قوت بازو سے بازو کی طاقت جان سے ہے تو نقش کہ قلم سے بنتے ہیں جان بناتی ہے مگر احمق چیونٹیاں اپنی اپنی رسائی کے موافق ان کا فاعل قلم انگلیوں بازو کو سمجھیں، یوں ہی ارادۃ اللہ سے کوہ قاف کی تحریک ہے اس کی تحریک سے بخارات کا نکلنا زمین کا ہلنا ہے۔ یہ احمق چیونٹیاں جنہیں فلسفی یا طبیعی والے کہئے صدمہ بخارات کو سببِ زلزلہ سمجھ لیجئے) بلکہ نظر کیجئے تو یہ ان چیونٹیوں سے زیادہ کودن و بدعقل ہیں۔ انہوں نے سبب ظاہری کو سبب سمجھا۔ انہوں نے سبب کے دو مسببوں سے ایک کو دوسرے کا سبب ٹھہرایا۔''[۲]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۹۹

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۹۹-۱۰۰

(iii) مدوجزر (Tides)

مولانا احمد رضا خان نے جدید علم الطبیعیات کی کتابوں جیسے اصول علم طبعی مصنفہ نیوٹن، علم طبعی، اصول علم ہیئت، نظارہ عالم، حدائق نجوم، تعریبات شافعیہ اور جغرافیا طبعی سے مدوجزر کے متعلق جدید نظریات کو اپنے رسالہ ''**فوز مبین در ردّ حرکتِ زمین**'' میں ذکر کیا پھر ان کی تشریحات کیں۔ کسی نظریہ کا رد کیا، کسی سے موافقت کی۔ آپ کے اس رسالہ میں مذکور حروف تہجی سے مراد مندرجہ ذیل کتابیں ہوگی۔

ا سے مراد اصول علم طبعی مصنف نیوٹن

ط سے مراد علم طبعی

ص سے اصول علم ہیئت

ن سے نظارہ عالم

ح سے حدائق نجوم

مندرجہ بالا کتب میں سے آپ نے مدوجزر کے متعلق نظریات کو اپنے رسالہ میں یوں ذکر کیا۔

''ہر شبانہ (عہ) روز میں دو بار سمندر میں مدوجزر ہوتا ہے جسے ''جوار بھاٹا'' کہتے ہیں۔ پانی گزوں یہاں تک کہ خلیج فوندی (۱) میں نیز شہر برستول کے قریب جہاں نہر سفرن سمندر میں گرتی ہے ۷۰ ستر فٹ تک اونچا اٹھتا پھر بیٹھ جاتا ہے اور (۲) جس وقت زمین کے اس طرف اٹھتا ہے ساتھ ہی دوسری طرف بھی یعنی قطر زمین کے دونوں کناروں پر ایک ساتھ مد ہوتا ہے یہ جذب قمر کا اثر ہے، ولہذ (۳) اجب قمر نصف النہار پر آتا ہے اس کے چند (۴) ساعت بعد حادث ہوتا ہے آفتاب کو بھی اس میں دخل ہے ولہذا (۵) اجتماع ومقابلہ نیرین کے ڈیڑھ دن بعد سب سے بڑا مد ہوتا ہے مگر اثر شمس بہت کم ہے، حدائق النجوم (۶) میں جذب قمر سے ۳/۱۰ کہا اصول ہیأت (۷) میں ۲/۳ یا ۲۳/۵۷ جاڑوں (۸) میں صبح کا مد شام کے مد سے زیادہ بلند ہوتا ہے اور گرمیوں میں بالعکس چھوٹے (۹) سمندروں اور بڑی نہروں اور اُن پانیوں میں جن کو خشکی محیط ہے جیسے دریائے قزبین و دریائے ارال و بحر متوسط و بحر بالطیق و جیحون و سیحون و گنگ و جمن وغیرہ میں نہیں ہوتا۔''

عہ: ص ۲۹۳ میں ۲۴ گھنٹے ۵۰ منٹ کہے نیز ص ۲۷۳ و ح ص ۲۰۷ میں ۲۴/ت '۴۸، ط ص ۱۰۶ ا ت ص ۱۰۹/ت '۴۵۔ تعریبات شافیہ جز ثانی ص ۳۸/ت '۵۱، جغرافیا طبعی ص ۱۹/ت '۵۴، بہرحال ہر یوم قمری میں دو مد ہیں یونہی جزء۔

عہ۱ : ص ۲۷۲

عہ۲: ص ۲۶۳، ح ۲۰۵، ۲۰۶، ط ۱۰۶، ۱۰۷

عہ۴: حدائق النجوم ص ۲۰۰ میں اس کی اصل مقدار تین گھنٹے بتائی اگرچہ عوارض خارجیہ سے تفاوت ہوتا ہے۔

عہ۵: ص ۲۶۷۔ شافیہ جلد دوم ص ۳۹

عہ۶ : ۲۰۵، ۲۰۶

عہ۷: ۲٦٦

عہ۸: ج ۲۷ ۲۰۷

عہ۹: ص ۲٦۳، ۲۷۰، ۲۷۲، ج ۲۷ ۲۰۷ ۱

مولانا احمد رضا خان نے مدوجزر کے متعلق جدید سائنس کے نظریات بیان کرنے کے بعد ان نظریات پر دس وجوہ سے اعتراضات کیئے جیسے

''چاند تو زمین کے ایک طرف ہوگا دوسری طرف پانی کس نے کھینچا، یہ تو جذب نہ ہوا دفع ہوا'' ۲

''کشش قمر سے مدَ ہوتا تو اس وقت ہوتا جب قمر عین نصف النہار پر سیدھے خطوں میں پانی کو کھینچتا ہے لیکن پانی وہاں کا اٹھتا ہے جہاں نصف النہار سے گزرے قمر کو گھنٹے ہو چکتے ہیں۔'' ۳

''کشش ماہ سے مَد ہوتا تو چھوٹے پانیوں میں کیوں نہیں ہوتا۔ چاند جس پانی کے سامنے آئے گا اسے کھینچے گا'' ۴

''سوائے وقت اجتماع ومقابلہ پانی پر نیرین کا گزر ہر روز جدا ہوتا ہے کیا آفتاب پانی کا جذب نہیں کرتا حالانکہ وہ حرارت اور یہ رطوبت ہے اور حرارت جاذب رطوبت ہے۔ شمس اگر بہ نسبت قمر بعید تر ہے تو دونوں کے مادے کی نسبت، تو دیکھو بعد شمس بعد قمر کا ۴۰۰ مثل ہے اور مادہ شمس تو مادہ قمر کا تقریباً ڈھائی کروڑ گناہ یا اس سے بھی زائد ہے تو اسی حساب سے جذب شمس زائد ہونا تھا رات دن میں چار مد ہوتے ہیں دو قمر دو شمس سے، حالانکہ دو ہی ہوت ہیں، تو معلوم ہوا کہ جذب شمس نہیں تو جذب قمر بالا ولیٰ نہیں'' ۵

''موسم سرما میں صبح کا مَد کیوں زیادہ بلند ہوتا ہے اور گرما میں شام کا، کیا سردی میں چاند صبح کو پانی سے زیادہ قریب ہوتا ہے شام کو دور ہو جاتا ہے، اور گرمی میں بالعکس۔'' ٦

پھر جدید طبیعیات کی طرف سے ان اعتراضات کے جتنے جوابات ممکن تھے ذکر کر دیئے۔ پھر ان جوابات پر ایسے ایسے لاجواب اعتراضات کیئے جن کے جوابات جدید علم الطبیعیات کی طرف سے نہیں دیئے گئے اور جدید نظریات پر لاجواب اعتراض کرنے کی وجہ صرف اور صرف تحقیق فن ہے مولانا احمد رضا خان خود فرماتے ہیں۔

''مد کا جذب قمر سے ہونا اگر چہ نہ ہم کو مضر نہ اس کا انکار ضرور، مگر برسبیل ترک ظنون وطلب تحقیق وہ بوجوہ مخدوش

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲٦۲

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲٦۴

۴۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲٦٦

۵۔ ایضاً۔

٦۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲٦۸

ہے۔''[۱]

اب بطور استشہاد چند اعتراضات مع جوابات ذکر کئے جاتے ہیں

مولانا احمد رضا خان کا اعتراض (Objection of Ahmad Raza)

''چاند تو زمین کے ایک طرف ہوگا دوسری طرف پانی کس نے کھینچا، یہ تو جذب نہ ہوا دفع ہوا''[۲]

جدید طبیعیات کی طرف سے جواب(Answer of Moder Physics)

''اصول علم الہیات (ع۱) وغیرہ سب میں اس کا یہ جواب دیا کہ بعید پر جذب کم ہوتا ہے سمتِ مواجہ قمر میں پانی قمر سے قریب اور زمین بعید ہے، لہذا اس پانی پر زمین سے زیادہ جذب ہوا اور بہ نسبت زمین کے چاند سے قریب تر ہو گیا۔ یوں ارتفاع ہوا ادھر کا پانی قمر سے بعید اور زمین سے قریب ہے، لہذا زمین پر پانی سے زیادہ جذب ہوا اور ادھر کا حصہ زمین چاند سے بہ نسبت آب (ع۲) قریب تر ہو گیا تو وہ پانی مرکز زمین سے دور ہو گیا اور مرکز زمین سے دوری بلندی ہے ادھر یوں ارتفاع ہوا۔

(ع۱) ص۱۶۴ ط ۱۰۷ ح ۲۰۵، ۲۰۶، ۵۲ اس کے اخیر میں اسے جاہلانہ بیان کیا اور ط میں متحیرانہ اقرار کر کے کہ اس کا بیان پیچیدہ ہے اور بات صاف نہ کہہ سکا ح کا کلام بھی مشتبہ سا رہا، ص نے صاف بیان کیا لہذا ہم نے اسی کو نقل کیا۔

(ع۲) نظارہ عالم میں براہ جہالت اسے یوں لکھا کہ دوسری جانب کا پانی بعد کے باعث ساکن رہتا ہے لیکن زمین جو اس پانی کے اندر ہے کھینچتی ہے۔''[۳]

جدید طبیعیات کی طرف سے جواب پر ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا کے اعتراضات

''اولاً: جس طرح قرب و بعد سے اثر جذب میں اختلاف ہوتا ہے یونہی مجذوب کے ثقل و خفت سے بھاری چیز کم کھنچے گی اور ہلکی زیادہ سمت مقابل کا پانی بہ نسبت زمین کیا ایسا بعید ہے کہ زمین سے متصل ہے اور سمندر کی گہرائی زیادہ سے زیادہ پانچ میل بتائی گئی ہے قمر کا بعد اوسط ۲۳۸۸۳۳ میل ہے اور زمین کا قطر معدل ۷۹۱۳ میل تو اس جانب کے اجزائے ارضیہ کا قمر سے بعد ۲۴۶۷۴۶ میل ہوا اس کثیر بعد پر چار پانچ میل کا اضافہ ایسا کیا فرق دے گا لیکن پانی بہ نسبت زمین بہت ہلکا ہے زمین کی کثافت پانی سے چھ گنی کے قریب ہے یعنی ۵ء۶۷ تو اگر تفاوت بعد اس کے جذب میں کچھ کمی کرے تفاوت ثقل اس کمی پر غالب آئے گا یا نہ سہی پوری تو کر دے گا۔ اور زمین و آب پر جذب یکساں رہ کر پانی زمین سے ملا ہی رہے گا تو مد نہ ہوگا بخلاف سمت مواجہ قمر کہ ادھر کا پانی قرب و لطافت دونوں وجہ کا جامع ہے تو اسی طرف مد ہونا چاہیے۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۶۲

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۶۳

ثانیاً: ہواوآب وخاک مجموعہ تمہارے نزدیک کرہ زمین ہے اور قمر مجموع کو جذب کررہا ہے تو سب ایک ساتھ اٹھیں نہ کہ ادھر کا پانی زمین کو چھوڑ جائے اور ادھر کی زمین پانی کو چھوڑ آئے، دیکھو تمہارے زعم میں جذب شمس سے زمین گھومتی ہے تو تینوں جز خاک وآب وباد کو ایک ساتھ یکساں متحرک مانتے ہو نہ کہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو کر چلیں۔

ثالثاً: اگر ایسا ہوتا سمت مواجہ کی ہوا پر قمر کا جذب ادھر کے پانی سے بھی زائد ہوتا کہ اقرب بھی اور الطف بھی، اور ادھر کی ہوا کو تمہارے زعم باطل پر ادھر کا پانی چھوڑ آتا جس طرح اس پانی کو ادھر کی زمین چھوڑ گئی تو لازم تھا کہ مد کے وقت دونوں طرف نہ سطح زمین پر پانی ہوتا نہ سطح آب پر ہوا، بلکہ ہر دو کے بیچ میں خلا ہوتا۔ یہ بداہۃً باطل ہے، اطراف کے پانی کا آ کر اس جگہ کو بھرنا کیوں یہ حرکت نہ اُن پانیوں کے متقضائے طبع ہے نہ زمین کا اثر نہ استحالہ خلا کی ضرورت، اور خلا تمہارے نزدیک محال نہیں پھر بلا وجہ اور پانی کیوں چل کر آئیں گے۔''[۱]

ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا نے کس مہارت کے ساتھ ماہرین طبیعیات کے جوابات کا ردّ کیا مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہے۔

مد کی وجہ جذب قمر نہیں (Attraction of Moon is not Reason)

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''مد کی چال بحر اطلانتک یعنی اوقیانوس غربی میں فی ساعت سات ۷۰۰ سومیل ہے۔ جزائر غربیہ وآئرلینڈ کے درمیان ۵۰۰ میل کہیں ۱۶۰ میل کہیں ۶۰ کہیں ۳۰ ہی میل جذب قمر میں یہ اختلاف کیوں، بالجملہ جذب قمر راست نہیں آتا، رہا دوران یعنی وجود وعدم میں دو شے کی معیت ایک کے لیے دوسری کی علیت پر دلیل نہیں نہ کہ بعدیت، ہاں ان مشاہدات سے اتنا خیال جائے گا کہ علت کو ان اوقات سے کچھ خصوصیت ہے اگر کہیے علت کیا ہے۔''[۲]

مد پیدا ہونے کی کیا وجہ ہے۔ (Reason of Producing tide)

مولانا احمد رضا خان اس کے دو طرح سے جوابات دیتے ہیں

مد وجزر کا سبب حقیقی (Real reason of Producing Tides)

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ

'' اولاً: ہمارے نزدیک ہر حادث کی علت محض ارادۃ اللہ جل وعلا ہے مسببات کو جو اسباب سے مربوط فرمایا ہے سب کا جان لینا ہمیں کیا ضرور، بلکہ قطعاً نامقدور کون بتا سکتا ہے کہ سوزن مقناطیس کا جدیٔ الفرقد سے کیا ارتباط ہے، ابھی گزرا کہ اصول ہیأت میں بحیرات وانہار میں مد نہ ہونا سبب مجہول کی طرف نسبت کیا اسی طرح اماکن مختلفہ سے اختلاف

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۶۳-۲۶۴

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۶۸-۲۶۹

مدت حدوث مدکو۔''[۱]

مدو جزر کا سبب عادی (Common Reason of Tides)

''ثانیاً ہمارے یہاں تو ثابت ہی تھا کہ سمندر کے نیچے آگ ہے۔قرآن عظیم نے فرمایا:

''وَالْبَحْرُ الْمَسْجُوْرُ''[۲]

اور قسم ہے سلگائے ہوئے سمندر کی.

حدیث میں ہے:

''اِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا''

بے شک سمندر کے نیچے آگ ہے۔''[۳]

ہیأت جدیدہ بھی اسے مانتی ہے ،میں (عہ۱) بحرالکاہل سے دھواں نکلنا شروع ہوا اور مادہ آتشی کہ قعر دریا سے نکلا تھا مجتمع و منجمد ہو کر سطح آب پر بشکل جزیرہ ہو گیا اس میں سوراخ تھے جن سے ایسے شعلے نکلتے کہ دس میل تک روشن کرتے۔ طوفان آب کے اسباب سے ایک سبب (عہ۲) دریا کے اندر بخار و دخان پیدا ہونا ہے، ایسے ہی بخارات اندر سے آتے اور پانی کو اٹھاتے ہوں یہ مد ہوا جیسے جوش کرنے میں پانی اونچا ہوتا ہے ان کے منتشر ہونے پر پانی بیٹھتا ہو یہ جزر ہوا، جاڑوں میں صبح کا مد زیادہ ہونا بھی اس کا موید ہے سرما میں صبح کو تالابوں سے بکثرت بخارات نکلتے ہیں، کنویں کا پانی گرم ہوتا ہے، سطح ارض پر استیلائے برد کے سبب حرارت باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور رات بڑی اس طویل عمل حرارت سے ادھر بخارات زیادہ اٹھے پانی میں زیادہ بلند ہونے کی استعداد آ گئی وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ .

(عہ۱) جغ صفحہ ۲۶ جغ سے مراد جغمینی ہے یا چغمینی ہے۔

(عہ۲) ح ۷ ۲۰ وغیرھا۔[۴]

مدو جزر اور جاذبیتِ ارض (Tide & Attraction of Earth)

مولانا احمد رضا خان نے مدو جزر کو بنیاد بنا کر جاذبیتِ زمین کے ردّ پر تین دلائل دیئے بطور استشہاد ایک دلیل کو ذکر کیا جاتا ہے۔مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''یہ جو ہیاتِ جدیدہ نے اقرار کیا کہ جذب قمر میں پانی زمین کا ملازم نہیں رہتا قمر کی جانب مواجہ میں بوجہ لطافت وقرب آب پانی زمین سے زیادہ اٹھتا ہے اور دوسری طرف بوجہ بعد آب زمین پانی سے زیادہ اٹھتی ہے۔ یہ بڑے کام کی

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۶۹

۲۔ الواقعہ:۲

۳۔حاکم، محمد بن عبداللہ نیشاپوری، المستدرک للحاکم، بیروت: دار الکتب علمیہ، ۱۹۹۰ء، ج ۴ ص ۶۳۸

۴۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۶۹

بات ہےاس نے زمین پر جاذبیت شمس کا قطعی خاتمہ کر دیا اگر وہ صحیح ہوتی تو جب جذب قمر سے یہ حالت ہے جو انتہا درجہ صرف ۷۰ ہی فٹ اٹھا سکتا ہے تو جذب شمس کہ زمین کو ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ کھینچ لاتا ہے۔ واجب تھا کہ پانی پر اسی ۷۰ فٹ اور ۳۱ لاکھ ۱۶ ہزار باون میل کی نسبت سے اشد واقوی ہوتا سامنے کے پانی زمین کو چھوڑ کر لاکھوں میل چلے جاتے زمین نری سوکھی رہ جاتی یا قوت جذب کے سبب قوت نافریت پانی کو زمین سے بہت زیادہ جلد تر گھماتی یا تو ساری زمین پانی میں ڈوب جاتی اگر پانی پھیلتا یا ہر سال سارے جنگل اور شہر غرقاب ہو کر سمندر ہو جاتے اور تمام سمندر چٹیل زمین ہو جایا کرتے اگر پانی اتنی ہی مساحت پر رہتا۔''[۱]

بادل اور ہوا کی حقیقت

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''ہوا ربّ العزت تبارک وتعالیٰ کی ایک پُرانی مخلوق ہے کہ پانی سے بنائی گئی اور اس کے لیے علم الٰہی میں ایک خزانہ ہے جس پر دروازہ لگا ہوا ہے۔ اور وہ بند ہے اور فرشتہ اس پر موکل ہے۔ جتنی ہوا اس میں سے رب العزت بھیجنا چاہتا ہے فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اس میں سے بمقدار حکم ایک بہت خفیف حصہ روانہ کرتا ہے۔ جب قوم عاد پر اللہ تعالیٰ نے ہوا کا طوفان بھیجنا چاہا جو سات راتیں اور آٹھ دن متواتر ان پر رہا، ان سب کو ہلاک کر دیا۔ اس وقت اس فرشتہ کو حکم ہوا تھا کہ عاد پر ہوا بھیج۔ اس نے عرض کی اتنا سوراخ کھولوں جتنا بیل کا نتھنا۔ فرمایا تو چاہتا ہے کہ ساری زمین کو الٹ دے بلکہ چھلے برابر کھول۔ اور یوں ہوا ہر وقت زمین اور آسمانوں سب میں بھری ہے اور انسان اور اکثر حیوانات کی اس پر زندگی ہے۔ اور بادل بخارات سے بنتے ہیں، جب رطوبت میں حرارت عمل کرتی ہے بھاپ پیدا ہوتی ہے، حق سبحانہ، ہوا بھیجتا ہے کہ وہ اس کو جمع کرتی ہے پھر تہہ بہ تہہ اس کے بادل بناتی ہے پھر جہاں حکم ہوتا ہے اسے لے جاتی ہے اور بحکم الٰہی حرارت کے عمل سے وہ پگھل کر پانی ہو کر گرتی ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔''[۲]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۱۲۔ ۳۱۳

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۱۰۰

باب چہارم

آواز کے بارے میں
مولانا احمد رضا خان کی خدمات

مولانا احمد رضا خان بیسویں صدی کے علمی دنیا میں وہ واحد مسلم مفکر و محقق ہیں جنہوں نے علوم جدیدہ یعنی سائنس کے تقریباً ہر شعبہ پر اپنی خداداد صلاحیت سے جامع بحث فرمائی ہے جس پر عالم اسلام بالخصوص حجاز مقدس کے اسکالرز کو بھی ناز رہا ہے اور ایشیا کے عظیم سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔ [۱]

علم الطبیعیات کی شاخ صوتیات (Sound) سے متعلق مولانا احمد رضا خان نے ''اَلْمَلْفُوْظ'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' کی جلد ۲۳ میں ایک رسالہ ''اَلْکَشْفُ شَافِیَا حُکْمِ فونو جرافیا (۱۳۲۸ھ)'' میں بحث فرمائی جو آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا۔ وہ سوال جس کا جواب مولانا احمد رضا خان نے علم الطبیعیات کی روشنی میں دیا ہے، یہ ہے۔

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فونوگراف سے قرآن مجید سننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اس کام کی نوکری کر کے یا اجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعار حمد و نعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورت کے ناچ گانے یا مزامیر (Music) کی آواز اس سے سننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اس سے باہر سننا یا کیا؟ بَیِّنُوْا تَوَجَّرُوْا۔'' [۲]

مولانا احمد رضا خان سے مندرجہ بالا سوال دریافت کیا گیا تو آپ نے نہ صرف اس کا شرعی جواب دیا بلکہ اس کے متعلق پہلے سائنسی گفتگو فرمائی کیونکہ موقوف علیہ کے سمجھنے کے بعد موقوف کی تفہیم ہو سکتی ہے ولھذا مولانا احمد رضا خان اس کے جواب میں ایک پورا تحقیقی رسالہ بنام ''اَلْکَشْفُ شَافِیَا حُکْمِ فُوْنُوْ جَرَافِیَا (۱۳۲۸ھ)'' تحریر فرما دیا۔

اَلْکَشْفِ شَافِیَا حُکْمِ فُوْنُوْ جَرَافِیَا (۱۳۲۸ھ) کا تجزیہ

جس میں آواز (Sound)، اس کی پیدائش (Production)، اس کے سننے، سفر کرنے، پیدا ہونے کے بعد باقی رہنے، اور کان میں دوبارہ پیدا ہونے پر تحقیقی اور مدلل بحث کی۔ یہ رسالہ چند دعووں، مقدموں، وجوہ اور تفاصیل پر مبنی ہے۔

مولانا احمد رضا خان نے اس رسالہ میں سب سے پہلے فوٹوگراف اور فونوگراف کا فرق واضح کیا پھر مندرجہ بالا مسئلہ کے پیش نظر دو دعوے قائم کئے

''ایک یہ کہ فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہ اسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے جس کی صورت اس میں بھری ہے قاری ہو خواہ متکلم خواہ آلہ طرب وغیرہا، دوسرے یہ کہ بذریعہ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سنا جائے گا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔'' [۳]

۱۔ محمد مالک، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور علم صوت، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء، ص ۵

۲۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۱

۳۔ ایضاً، ج ۲۳ ص ۴۱۴

پھران دونوں دعوؤں کے تحت دومقدمے ذکر کئے مقدمہ اولیٰ میں مندرجہ ذیل امور کی تحقیق فرمائی۔

(۱) آواز کیا ہے؟ — **1. What is Sound ?**

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ — **2. How it produced ?**

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے؟ — **3. How it heard ?**

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے؟

4. After its production, whether it remains or disappears ?

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے

5.Whether it exists out side the ear or originates within the ear?

(۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کس چیز کی؟

6.What is its relation to Soniferous whether it is intsinsic or extrinsic?

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

7. Whether it continues to exist or not after its appearance?

مندرجہ بالا امور کی تحقیق پہلے اجمالا، پھر تفصیلا چند امور میں فرماتے ہوئے فونوگراف پر بحث کی اور اس میں آواز کے وجود کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی۔

پھر مقدمہ ثانیہ کے تحت وجود شے کے چار مرتبے بیان کئے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

''(۱) وُجُوْد فِی الْاَعْیَان — **(Existence in eyes)**

جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وُجُوْد فِی الْاَذْهَان — **(Existence in the mind)**

کہ صورت زید جو اس کے لئے مرآت ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وُجُوْد فِی الْعِبَارَة — **(Existence in the print)**

کہ زبان سے نام زید لیا گیا،

(۴) وُجُود فِی الْکِتَابَة کہ نام زید لکھا گیا'' [۱] — **(Existence in book)**

مولانا احمد رضا خان مختلف دلائل و براہین سے ثابت کرتے ہیں کہ ہمارے علماء کے نزدیک وجود شئی کے یہ چاروں مرتبے حق ہیں اور درست ہیں برخلاف فلاسفہ اور متکلمین کے۔ اس لئے کہ قرآنی آیات اوراق میں مرقوم، عبارت میں ملفوظ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۳۹

،سینوں میں محفوظ ہیں۔فونوگراف میں جو آیات بھری جائیں گی قرآن ہیں اوراس سے جوادا ہوگا قرآن ہی ہوگا۔

مولانا احمد رضا خان خود فرماتے ہیں۔

''ہمارے آئمہ سلف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجالی شہود ہیں''۲

بالآخر نتیجہ نکال کر یوں فرماتے ہیں

''جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم میں مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قرأت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھی اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جوادا ہوا قرآن ہی تھا۔یوہیں اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا''۱

پھر آپ اعتراض قائم کرتے ہیں کہ فونوگراف میں وہی قاری کی آواز ہے تو پھر سجدہ سہو واجب کیوں نہیں ہے پھر خود ہی اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے آپ باز صدائے گشت کی تحقیق کرتے ہیں پھر آخر میں شرعی حکم بیان کرتے ہوئے رسالہ کا اختتام کرتے ہیں۔

☆ مولانا احمد رضا خان نے اس رسالہ میں فلاسفہ کا ردّ کر کے اللہ تعالیٰ کی برتری(Supremacy) کو قائم رکھا ہے۔

☆ آپ نے اس رسالہ میں بعض متقدمین، سکالرز اور فلاسفرز (Physicists) کے نظریات کا ردّ اور تعاقب کیا ہے اور بعض مفکرین و محققین کے نظریات کی تائید فرمائی ہے۔

☆ آپ نے اس رسالہ میں مجتہدانہ وفقیہانہ انداز کے ساتھ ساتھ سائنسی انداز بھی اپنایا۔

اب ہم ان اصطلاحات کو مزید تفصیل کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں جو مولانا احمد رضا خان نے اس رسالہ میں بیان فرمائیں۔

....

۱۔احمد رضا،امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ص ۴۴۰

۲۔ایضاً، ج ۲۳ص ۴۴۶

فصل اول

آواز کی ہیئت

(Nature of Sound)

(i) آواز کیا ہے۔ (What is Sound)

آواز کی تعریف Defination of sound

Sound is a longitudinal wave (P-wave) created by compression and expansion of gas molecules in the propagation medium (such as air). Any action which compresses or expand a gas creates sound waves but, like all P-waves they cannot propagate in a vacuum. The study of sound is called sonics, and the study of sound waves is called acoustics.[۱]

According to Sceince Dictionary

A type of longitudinal wave that originates as the vibration of a medium (such as a person's vocal cords or a guitar string) and travels through gases, liquids, and elastic solids as variations of pressure and density. The loudness of a sound perceived by the ear depends on the amplitude of the sound wave and is measured in decibels, while its pitch depends on its frequency, measured in hertz.[۲]

مولانا احمد رضا خان آواز کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے **قرع** کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا کہ **قلع** کہلاتا ہے جس ملائے لطیف **مثل** ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل وتکیف لاتا ہے اسی شکل وکیفیت مخصوصہ کا نام آواز ہے''[۳]

ایک جسم کا دوسرے سے **قوت** کے ساتھ ملنے کو **قرع** کہتے ہیں

ایک جسم کا دوسرے سے **قوت** کے ساتھ جدا ہونے کو **قلع** کہتے ہیں

ملاء میڈیم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتی ہے۔

....

1. Eric W. Weisstein s' world of physics,"*Sound* "from http://scienceworld. wolfram.com/physics/Sound.html Acessed on May 25,2012.

2. Sceince Dictionary,"Sound",from:http://dictionary.reference.com/ browse/sound Accessed on June 2 , 2012.

۳۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۴۱۴

دوسری جگہ آواز کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

''آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم وتر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے،،[۱]

پھر مولانا احمد رضا خان قدیم ماہر الطبیعیات کی آواز کی بیان کردہ تعریفات ذکر کر کے ان کے ساتھ اپنی بیان کردہ تعریف کا موازنہ کرتے ہیں۔

''اَلصَّوْتُ كَيْفِيَّةٌ قَائِمَةٌ بِالْهَوَاءِ يحْمِلُهَا الْهَوَاءَ اِلَى الصَّمَاخِ''[۲]

آواز ایک ایسی کیفیت (حالت) ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہوتی ہے پھر ہوا ہی اسے اٹھا کر (یعنی اوپر سوا کر کے) کانوں کے پردے تک پہنچا دیتی ہے۔

پھر مقاصد اور اس کی شرح کے حوالہ سے فرماتے ہیں

''كَيْفِيَّةٌ تُحْدِثُ فِي الْهَوَاءِ بِسَبَبِ تَمَوُّجِه''[۳]

"آواز" ایک ایسی کیفیت ہے کہ جو ہوا میں اس کی موج پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

اوپر مذکورہ تعریفات میں سے پہلی میں مطلق میڈیم کا ذکر ہے اور دوسری تعریف مولانا احمد رضا خان کی بیان کردہ تعریف کے موافق ہے جبکہ قدماء کی تعریفات میں صرف ایک ملاء فاضل (Medium) یعنی ہوا (Air) کا ذکر ہے، مولانا احمد رضا خان نے اپنی بیان کردہ تعریف میں میڈیم پانی کا اضافہ کر دیا چنانچہ آپ قدماء کی تعریفات کے متعلق فرماتے ہیں۔

''یہ نظریہ اکثر ہے ورنہ ملائے آب میں بھی آواز سنی جاتی ہے۔''[۴]

تجربہ سے وضاحت

آپ آواز کی تعریف میں آب کی قید کے اضافہ کا صرف دعویٰ ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ اس پر تجربہ بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

'' دو شخص چند گز کے فاصلہ سے تالاب میں غوطہ لگائیں اور ان میں ایک دو اینٹیں لے کر بجائے تو دوسرے کو ان کا کھٹکا مسموع ہوتا ہے اور اس آواز کا حامل پانی ہی ہے اور کان تک موصل اسی کا تموج کہ پانی کے اندر ہوا نہیں ہوتی ہاں پانی اتنا تر و لطیف نہیں جس قدر ہوا ہے لہذا اس کا تشکل و تادیہ دونوں بہ نسبت ملاء ہوا کے ضعیف ہوتے ہیں۔"[۵]

آواز پیدا ہونے کا سبب اور قدیم سائنسدانوں کا محاسبہ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۶

۲۔ عضد الدین، عبد الرحمٰن بن احمد، کتاب المواقف، بیروت: دار الجیل، ۱۹۹۷ء، ج ۲ ص ۸

۳۔ تفتازانی، سعد الدین، شرح المقاصد، لاہور: دار المعارف النعمانیہ، ۱۹۸۱ء، ج ۱ ص ۲۱۶

۴۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۴۱۶

۵۔ ایضاً۔

کیا آواز کا سبب قریب موجوں کا پیدا ہونا ہے یا موجوں کو پیدا کرنے والے قرع اور قلع ہیں کیونکہ قلع اور قرع موجوں کو پید کرتا ہے اور موجوں سے آواز پیدا ہوتی ہے مولانا احمد رضا خان آواز کے سبب کے متعلق متقدمین کے نظریات بیان کرتے ہیں

☆ سَبَبِ الصَّوْتِ الْقَرِیْبِ تَمَوُّجُ الْهَوَاءِ۔[1]

آواز کا سبب قریب اس میں موج پیدا ہونا ہے۔

☆ تُحَدِّثُ بِالتَّمَوُّجِ الْمَعْلُوْلَ لَلْقَرْعِ وَالْقَلْعِ۔[2]

آواز ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے جو ''قرع'' اور ''قلع'' کے لئے معلول اور وہ دونوں اس کے حدوث کے لئے علت ہیں۔

☆ اَلْقَرْعُ وَالْقَلْعِ سَبَبُ التَّمَوُّجِ الَّذِیْ هُوَ سَبَبُ قَرِیْبٍ لِلصَّوْتِ۔[3]

"قرع "اور" قلع "موج کا سبب ہیں اور وہ آواز کا سبب قریب ہے۔

قدماء آواز کا سبب قریب موجوں کو گردانتے ہیں جو قرع اور قلع سے پیدا ہوتی ہیں جبکہ جدید تعریفات میں موجوں کو ہی آواز قرار دیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان قدیم ماہرین طبیعیات (Physicists) کا رد فرماتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ آواز کا سبب قریب قلع اور قرع ہیں نہ کہ موجیں، آپ رقم طراز ہوتے ہیں۔

''فقیر نے اس (آواز کے ظاہری وعادی سبب قریب) میں قدماء کا خلاف کیا ہے عَمَلًا بِالْمُتَیَقِّنْ تَجَافِیًا عَنِ الْجَزَاف (یقینی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور بے تکی اور بے اصولی باتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے۔ت) وہ قلع وقرع کو سبب بعید اور تموج کو سبب قریب بتاتے ہیں یعنی قرع سے ہوا میں تموج ہوا اور تموج سے وہ شکل وکیفیت کہ مسمی بہ آواز ہے پیدا ہوتی ہے۔''[4]

معلوم ہوا کہ موجیں بذات خود آواز نہیں ہیں بلکہ تموج سے ایک شکل اور کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کو آواز کہتے ہیں آواز کے بارے میں شرح مواقف اور شرح مقاصد میں جو بے تکی باتیں موجود ہیں یہ ہمارے علماء اسلام کی نہیں ہیں بلکہ فلاسفہ کی ہیں آپ لکھتے ہیں

''یہ اقوال خود ہمارے علماء کے نہیں بلکہ فلاسفہ کے ہیں''[5]

۱۔ جرجانی، علامہ، شرح المواقف، ایران، قم، ۱۹۹۵ء، ج ۵ ص ۵۸۔۲۵۷

۲۔ تفتازانی، سعد الدین، شرح المقاصد، ج ا ص ۲۱۶

۳۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۷

۴۔ راغب اصفہانی، علامہ، مُطَالِعُ الْاَنْظَارِ شَرْحُ طَوَالِعِ الْاَنْوَار، منقولہ: فتاوی رضویہ، از: احمد رضا، ج ۲۳ ص ۴۱۷

۵۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۷

آواز کا حقیقی سبب اوراسلامی نظریہ (Real cause of Producing Sound & Islamic Theory)

عام سائنسدانوں اورمولانا احمد رضا خان میں فرق یہ ہے کہ عام سائنسدان جب بھی کوئی قانون ایجاد کرتے ہیں یا دریافت کرتے ہیں اس کو حرف آخر سمجھ لیتے ہیں جبکہ آپ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی عقائد کو بیان کرتے ہیں تا کہ اس قانون کی وجہ سے ایمان میں کسی قسم کی کمزوری واقع نہ ہو آپ جہاں علم الطبیعیات کے اصول بیان کرتے ہیں وہاں اسلامی عقائد کو بھی بیان کرتے ہیں آپ آواز کے حقیقی سبب کے بارے میں لکھتے ہیں

''اس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادہ الٰہی ہے۔ دوسری چیز اصلا نہ موثر نہ موقوف علیہ، اور آواز کا ظاہری وعادی سبب قریب قلع وقرع ہے۔،، ۱

پھر اپنے قول کی تائید میں شرح مقاصد کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

''آواز ہمارے نزدیک محض تخلیق خداوندی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس میں تموج ہوا اور قرع، قلع کی کوئی مستقل تاثیر نہیں اور یہ حدوث باقی تمام حوادثات کی طرح ہے۔ اور بسا اوقات فلاسفہ کے افکار باطلہ کو تو پیش کر دیا جاتا ہے لیکن ان کے بطلان کو نہیں بیان کیا جاتا مگر جبکہ اضافہ بیان کی ضرورت ہو آواز ان کے نزدیک ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا میں اس کے تموج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع "اور" قلع " کا معلول ہے۔،، ۲

پھر آپ اسلامی عقیدے کو بڑی وضاحت سے بیان کرتے ہیں

''الحاصل ہر شے کا سبب حقیقی ارادہ الٰہی عزوجل ہے بے اس کے ارادے کے کچھ نہیں ممکن اور وہ ارادہ فرمائے تو اصلا کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع وقلع ہے۔ ۳

سائنسدان اور سائنسی نظریات کی حیثیت

مولانا احمد رضا خان سائنسدانوں کی خطا کاریوں پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''فلاسفہ خطا کاری وغلط شعاری کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اس کیفیت کے حدوث کو قلع وقرع بس ہیں تموج کی حاجت نہیں۔'' ۴

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۶

۲۔ تفتازانی، سعد الدین، شرح المقاصد، ج ۱ ص ۲۱۶

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۵

۴۔ ایضاً، ج ۲۳، ص ۴۱۸

آواز کا ظاہری وعادی سبب قریب Cause of Producing Sound

آواز کے پیدا کرنے حقیقی سبب تو ارادہ الٰہی ہے لیکن عادت میں آواز کا سبب موجیں نہیں ہیں بلکہ قلع اور قرع ہے آپ لکھتے ہیں۔

''آواز کا ظاہری وعادی سبب قریب قلع وقرع ہے۔''[۱]

اور دوسری جگہ آواز کے متعلق یوں لکھتے ہیں

''فلاسفہ خطا کاری اور غلط کا کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اس کیفیت کے حدوث کو قلع اور قرع بس ہیں تموج کی حاجت نہیں۔''[۲]

۱۔احمد رضا،امام،فتاویٰ رضویہ،ج ۲۳ص ۴۱۷

۲۔ایضاً،ج ۲۳،ص ۴۱۸

(ii) آواز کیسے پیدا ہوتی ہے۔

(How sound is produced)

آواز توانائی کی ایک قسم ہے جو مرتعش جسم پیدا کرتا ہے جب بھی آواز پیدا ہوتی ہے متکلم جسم کے ارتعاش کو دیکھا یا محسوس کیا جا سکتا ہے مثلاً اگر دھات کے برتن کو کسی ٹھوس شے سے ضرب لگائیں تو آواز پیدا ہوتی ہے اور برتن کے ارتعاشات کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

وضاحت

دھات کے برتن کو کسی ٹھوس شے سے ضرب لگائی تو اس کو ضرب لگانا قرع ہوا اور ردعمل کے طور پر قوت کے ساتھ دونوں نے ایک دوسرے کو دفع کیا تو قلع واقع ہوئی یہ کام جس ملائے فاضل (Medium) میں واقع ہوا تو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل اور تکیف پیدا ہوا۔ اسی خاص شکل اور کیفیت کا نام آواز ہے۔ جیسا کہ مولانا احمد رضا نے آواز کی تعریف بیان کی ہے۔

''آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم وتر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے،،[۱]

جبکہ جدید طبیعیات (Modern Physics) میں لہروں یا تموج (Wave) کے بننے کا ہی نام آواز ہے انسانی منہ میں آواز بولنے کے وقت زبان وگلوئے متکلم کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس بات کی وضاحت مولانا احمد رضا خان یوں فرماتے ہیں

''اسی صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان وگلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت سے ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکال حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیت مخصوصہ اس صورت خاصہ کلام پر بنتی ہے جسے قدرت کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کی۔''[۲]

میڈیم کی حاجت (Need of Medium)

آواز پہنچنے کے لئے ملاء فاضل میں تموُّج (یعنی لہروں کا تلاطم) چاہیئے[۳] یعنی آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے میڈیم کا ہونا ضروری ہے یہ میڈیم ہوا بھی ہوسکتی ہے اور پانی بھی، کیونکہ خلا میں موجیں پیدا نہیں ہوسکتی

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۶

۲۔ ایضاً، ج ۲۳ ص ۴۱۵

۳۔ مصطفےٰ رضا خان، مولانا، الملفوظ، ص ۱۸۰

لہذا خلا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آواز منتقل نہیں ہو سکتی ہے۔

مثال سے وضاحت (Explanation with Example)

مولانا احمد رضا خان قاعدہ کی مثال سے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں

''ایک کمرہ صرف آئینوں کا فرض کیجئے جس میں کہیں روزن نہ ہو، اس کے اندر کی آواز باہر نہ آئے گی اور باہر کی اندر نہ جائے گی اگر چہ اندر باہر وہ شخص متصل (معنی قریب) کھڑے ہوکر ایک دوسرے کو بآواز بلند پکاریں مگر یہ استدلال بھی کافی نہیں آواز پہنچنے کے لئے ملاء فاصل میں تموّج (یعنی لہروں کا تلاطم) چاہیئے مسام کی کیا حاجت، ہاں جہاں تموّج نہ ہو بذریعہ مسام پہنچے گی، آئینے میں نہ تموج نہ مسام لھذا نہ پہنچے گی۔ پختہ وخام عمارات میں تموج نہیں منافذ ومسام ہیں ان سے پہنچتی ہے۔ آب وہوا خود اپنے تموج سے پہنچاتے ہیں اور یہ ہی اصل ذریعہ صوت (یعنی آواز پہنچنے کا ذریعہ) ہے۔''[۱]

ہوا لطیف میڈیم ہے یا پانی (Air is Rerer or Water)

ہوا میں پانی کی نسبت تموج زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے ہوا میں آواز پانی کی نسبت زیادہ پہنچتی ہے مولانا احمد رضا اس بات کی یوں وضاحت فرماتے ہیں

''ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی سے اَلطف (یعنی زیادہ لطیف) ہے، وہ زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم۔ تالاب میں دو شخص دونوں کناروں پر غوطہ لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مارے، دوسرے کو آواز پہنچے گی مگر نہ اتنی کہ ہوا میں۔''[۲]

آواز کا پھیلاؤ (Propagation of Sound)

آواز لہروں کی صورت میں سفر کرتی ہے جیسے جیسے آواز پیدا کرنے والے جسم سے دور ہوتی جاتی ہے اس میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے لہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آواز پیدا کرنے والے جسم نے اپنے مجاور میڈیم کو قرع کیا پھر مقروع میڈیم نے آگے والے متصل میڈیم کو قرع کیا پھر مقروع ثانی نے ثالث کو اور ثالث نے رابع کو اس طرح سلسلہ آگے چلتا گیا اور آواز منتقل ہوتی گئی بالآخر آواز کی قوت کمزور ہوتی گئی اس طرح موجوں کا یہ سلسلہ مخروط کی شکل اختیار کر گیا چنانچہ مولانا احمد رضا خان اس کو یوں بیان کرتے ہیں۔

''اگر چہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے ولہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کہ موجب قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدم قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تموج ایک مخروطی

۱۔ مصطفٰے رضا خان، مولانا، الملفوظ، ص ۱۸۰

۲۔ ایضاً، ص ۱۸۰

شکل پر ہوتا ہے جس کا قاعدہ اس متحرک ومحرک اول کی طرف ہے اور راس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین یہ مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی، نہیں نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے''[۳]

۳۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۵

(iii) آواز کیسے سننے میں آتی ہے۔ How Sound is Heard

آواز کے سفر کے لیے تموج ضروری ہے

قرع وقلع سے ہوائے اول میں آواز پیدا ہونے کے فوراً بعد سنائی نہیں دیتی ہے بلکہ ہوائے اول اپنا ٹھپہ ہوائے ثانی میں، ہوائے ثانی ہوائے ثالث میں، ہوائے ثالث رابع میں اوراس طرح آگے سلسلہ چلتا جا تا ہے۔ مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

''لہذا قرع اول سے کہ ہوائے اول متحرک ومتشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کوقرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یوں ہی ہوا کے حصے بروجہ تموج ایک دوسرے کوقرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے''۱

میڈیم کا نرم وتر ہونا۔

آواز کے ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنے کے لئے ایسے میڈیم کی ضرورت ہوتی ہے جونرم اور تر ہو جو میڈیم جتنا زیادہ نرم اور تر ہوگا آواز اس میں اتنی ہی زیادہ قوت والی ہوگی، اس بات مولانا احمد رضا خان اس بات مثال دے کر بیان کرتے ہیں

''ظاہر ہے کہ ایسے نرم وتر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وہ اپنے متصل وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت ورطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے''۲

کان میں آواز کس طرح پیدا ہوتی ہے

آواز پیدا کنندہ کی وہ آواز جو ہوائے اول میں پیدا ہوئی سامع کو سنائی نہیں دیتی بلکہ اس کو سامع تک پہچانے کے لئے سلسلہ تموج پیدا فرمایا، مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداء وہ قرع وقلع واقع ہوا جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلہ تموج قائم فرمایا۔''۳

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۱۵

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

آواز کی موج نے کان کے سوراخ میں بچھے ہوئے پٹھے کو قرع کیا کیونکہ پٹھے میں بوجہ جوف سے ہوا بھری ہوتی ہے تو جوف کی ہوا نے وہ ہی اشکال و کیفیات اختیار کی جس کا نام آواز تھا اس طرح انسان کے دماغ میں موجود آواز سننے والے خلیات نے آواز کو پہچان لیا۔آپ اس بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

''یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھچا ہے یہ موجی سلسلہ اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض **بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی** ادراک سمعی حاصل ہوا''[۱]

اس بات کی آپ مزید وضاحت فرماتے ہیں

اس کے سننے کا وہ تموج وتجدد قرع وطبع تا ہوائے جوف سمع ہے متحرک اول کے قرع سے ملاء مجاور میں جو شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہوئی تو وہی الفاظ وکلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش دی اس کی جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ اس میں بنا تھا اس میں اتر گیا یونہی آواز کی کا پیاں ہوتی چلی گئیں''[۲]

ہم کیوں سنتے ہیں **(Why are we hear)**

انسان کسی آواز کو اسی وقت سن سکتا ہے جب اس کے کان بالکل قرع کرنے والی آواز کی شکل کے متشکل ہو جائیں آپ لکھتے ہیں

''سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔''[۳]

ہم کون کون سی آوازیں سن سکتے ہیں

آواز پیدا ہونے کے بعد پھیلتی جاتی ہے اور مخروط شکل بناتی ہے پس جو کوئی اس مخروطی شکل ہو گا وہ ہی آواز سن سکے گا آواز سننے کے لئے اس مخروطی جال میں ہونا مولانا احمد رضا خان شرط قرار دیتے ہیں آپ لکھتے ہیں

''بخلاف مخروط ظل کہ صرف جہت مقابل جرم مضٰی مخروط شعاع بصر کہ تنہا سمت مواجہہ میں بنتا ہے ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا سب اس آواز وکلام کو سنیں گے اور جو کان ان مخروطیوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے کہ وہاں قرع وقلع واقع نہ ہوا اور ٹھپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزار

۱۔احمد رضا،امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳ص ۴۱۵

۲۔ایضاً۔

۳۔ایضاً، ج ۲۳،ص ۴۲۷

آوازیں تھیں کہ ان ہزار اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی اگرچہ عندالتحقیق اس کی وحدت نوعی ہے نہ کہ شخصی''[1]

۱۔ایضاً، ج ۲۳،ص ۴۱۶

فصل دوم

آواز کی خصوصیات

(Chracteristics

of

Sound)

(i)تموجِ آواز (Wave of Sound)

تموج (Wave)

’’تموج سے مراد ایک ایسی حالت ہے جو پانی کے تموج سے مشابہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت ٹکراؤ اور سکون بعد سکون کے پیدا ہوتی ہے۔،،[۱،۲]

تموج اضطراب ہے

کسی شے کا اس کے اجزاء میں تقسیم ہوجانا اضطراب کہلاتا ہے تو موج بھی مضطرب ہوتی ہے کیونکہ ہوائے اول پہلے مضروب ہوتی ہے دوسرے کے لئے ضارب ہوتی ہے پھر دوسری اول کے لئے مضروب اور ثالث کے لئے ضارب ،اسطرح سلسلہ آگے چلتا جاتا ہے اور اضطراب واقع ہوجاتا ہے مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

’’"تموج "(یعنی ہوا میں موج پیدا ہونا) اضطراب ہے۔اور اضطراب اجزائے شے کے درمیان انقسام ہے یعنی اس کا اجزائے شے کے درمیان منقسم ہوجانا ہے اور وہ اس طرح کہ کچھ اجزاء بلند ہوجائیں تو پھر تیرا جوش سست اور ماند پڑے گا۔یا وہ بلندی اور پستی کے علاوہ کسی دوسری سمت کی طرف آئیں اور جائیں جیسا کہ آمدورفت کی حرکت میں ہوا کرتا ہے اور ان دونوں میں درحقیقت انقسام (تضارب) ہوگا۔اس لئے کہ جز ضارب،اولا مضروب ہوگا وبرعکس یا پہلا جزء دوسرے کو اور وہ تیسرے کو اور اسی طرح آخر تک،پس پانی اور ہوا کے تموج میں یہی واقع ہے لیکن جو بھی ہو تو اس کے تموج میں لگاتار حرکات ضروری ہیں۔اور شکل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیا ہے۔البتہ موج والی چیز منتقل اور مضطرب ہوگئی۔‘‘[۳]

تموج کیسے پیدا ہوتا ہے How is wave of sound produced

جب کسی چیز کو قرع کیا جاتا ہے تو ہوا اپنی طاقت اور رطوبت کے باعث دب (Compress) ہوجاتی ہے پھر کھل (Decompress) ہوجاتی ہے۔پہلی بار دبنا تموج نہیں ہے بلکہ آگے متصل ہوا کو حرکت دینا تموج ہوگا مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

"اولاً قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی طاقت ورطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل وکیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموج نہیں بلکہ اس کے سبب اس کی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دے گی یہاں یہ صورت تموج کی ہے۔،،[۴]

۱۔تفتازانی،سعدالدین،شرح المقاصد،ج ا ص ۲۱۶

۲۔احمد رضا،امام،فتاویٰ رضویہ،ج ۲۳ ص ۴۱۸

۳۔ایضاً،ج ۲۳،ص ۴۱۹

۴۔ایضاً،ج ۲۳،ص ۴۱۸

تموج قارع میں ہوتا ہے یا مقروع میں۔

ہوائے اول کو جب آواز پیدا کنندہ نے قرع کیا اس میں تموج نہیں ہوگا بلکہ اس وقت تموج ہوگا جب ہوائے اول دوسرے کو قرع کرے گی مولانا احمد رضا خان اس بارے دعوی کرتے ہیں۔

''اقول :(میں کہتا ہوں) اولا مقروع اول بحیثیت مقروع اول ہونے کے اس میں کوئی تموج نہیں ہاں البتہ اس میں تموج پیدا ہو جائے گا جبکہ وہ قارع ہوگا۔ اور آواز اس میں موجود ہوگی اس لئے کہ وہ مقروع ہے نہ اس لئے کہ وہ قارع ہے۔''[۱]

کیا ہوا تموج کو قبول کرسکتی ہے۔ (What is Air accept waves)

ہوا میں اگر دبنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو موجی سلسلہ آگے نہ بڑھ سکتا اور آواز منتقل نہ ہوسکتی لھذا ہوا کی ایک خاصیت (Compress) ہونا بھی ہے۔ مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''ظاہر ہے کہ مقروع اول میں جو تکیف و تشکل ہوا اس کے لئے صرف اسی کا انفعال درکار تھا بعد کے موجی سلسلہ کو اس میں کیا دخل۔ اگر فرض کریں کہ مقروع اول کے بعد ہوا نہ ہوتی یا وہ قرع کا اثر نہ قبول کرتی تو خود اس میں تشکل کیوں نہ آتا حالانکہ اس نے دب کر قرع کا اثر قبول کرلیا''[۲]

تموج انتقالی نہیں ہوتا۔

جس طرح پانی میں کوئی وزنی شے پھینکنے سے سلسلہ تموج پیدا ہوتا ہے اس تموج میں پانی کے اجزاء ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے بالکل اسی ہوا کے اجزاء کے ساتھ عمل ہوتا ہے آپ لکھتے ہیں

''بعینہ ایک ہوا کا "تموج" حرکت انتقالی نہیں اس لئے کہ بار بار دباؤ اور سکون بعد سکون ہے لہذا یہ اس حالت کے بالکل مشابہ ہے کہ جب کسی تالاب کے درمیان پتھر پھینکا جائے تو پانی میں موج (اور لہریں) پیدا ہو جاتی ہیں۔''[۳]

سلسلہ تموج کا سبب، قرع یا تشکل

قارع نے ہوائے اول کو قرع کیا، ہوائے اول نے ثانی کو، ہوائے ثانی نے ثالث کو اس طرح سلسلہ چل نکلا تو بظاہر قارع ہوائے اول میں تموج کا سبب بنا، ہوائے اول ثانی میں تموج کا سبب بنا، ثانی ثالث میں اسی آگے تک تو مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ سب تموج کا سبب قارع اول ہی ہے آپ لکھتے ہیں۔

''ہاں بظاہر تموج اس لئے درکار ہے کہ مقروع اول سے اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۲۱

۲۔ ایضاً، ج ۲۳ ص ۴۱۸-۴۱۹

۳۔ شریف جرجانی، علامہ، شرح المواقف، ج ۵ ص ۲۵۸

متصل دوسرے جز کو قرع کرے گا اور وہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع ومتشکل ہوگا اس کی حرکت سے چوتھا اِلَّامَاشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اور حقیقۃً قرع ہی تموج کا سبب ہے اور تشکل کا بھی ،قرعات متوالیہ نے تموج مذکور پیدا کیا اور ہر قرع نے اپنے مقروع میں تشکل ،تموج کو دخل کہیں بھی نہ ہوا۔''[۱]

تموج ختم آواز کا اختتام

تموج کے ختم ہونے پر آواز بھی ختم ہوجاتی ہے لہذا آواز کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوجائے تو آواز منقطع ہو سکتی ہے آپ لکھتے ہیں

''انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔''[۲]

دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں

''وثانیا ازیں بعد آواز ختم ہوجاتی ہے۔اس لئے کہ تموج منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ قرع منقطع ہوگیا کیونکہ آخری اجزاء میں قرع عَلٰی وَجْہِ التَّمَوُّج پہنچتا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو''[۳]

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ ،ج ۲۳ص ۴۱۹

۲۔ایضاً ،ج ۲۳ص ۴۲۸

۳۔ایضاً ،ج ۲۳،ص ۴۲۱

(ii) حدوث کے بعد آواز کی بقا وفنا *Whether it continues to exist or not after its appearance?*

کیا آواز پیدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے ۔

مولانا احمد رضا خان نے ۱۹۱۰ء میں دعوی کیا کہ متکلم اس دنیا میں رہے یا نہ رہے اس کی آواز باقی رہتی ہے۔فنا نہیں ہوتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آواز پیدا ہونے کے بعد اپنی بقا میں آواز کنندہ کی محتاج نہیں ہوتی۔لہذا آواز کنندہ مر بھی جا ئے تو اس کی آواز باقی رہتی ہے،آپ لکھتے ہیں۔

''ذریعہ حدوث قلع وقرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں،کیا نہ دیکھا کہ کاتب مر جاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یوہیں یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔''[۱]

آواز ملائے متکیف کی صفت ہے

آواز بولنے والے کی صفت نہیں ہوتی بلکہ جس میڈیم بولا جاتا ہے اس کی صفت ہوتی ہے جیسے ہوا میں بولا گیا تو ہوا میں اس کی آواز موجوں کی صورت میں موجود ہوگی،آپ لکھتے ہیں۔

''وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ''[۲]

دلیل کے طور پر مواقف کی عبارت لاتے ہیں

''اَلصَّوْتُ كَيْفِيَةٌ قَائِمَةٌ بِالْهَوَاءِ''[۳]

آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے۔

آواز کی بندے کی طرف اضافت کرنے کی وجہ

آواز کی اضافت چونکہ متکلم کی طرف کی جاتی ہے حالانکہ آواز متکلم کی قرع اور قلع سے پیدا ہوتی ہے لھذا قرع اور قلع کی طرف کرنی چاہیئے تھی اس کی وجہ مولانا احمد رضا خان یوں بیان فرماتے ہیں

''آواز کنندہ کی حرکت قرعی وقلعی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔''[۴]

۱۔احمد رضا،امام،فتاویٰ رضویہ،ج ۲۳ص ۴۲۷

۲۔ایضاً۔

۳۔سید شریف جرجانی،علامہ،شرح المواقف، ج۵ص۲۶۰

۴۔احمد رضا،امام،فتاویٰ رضویہ،ج ۲۳ص ۴۲۸

کیا ہوا ہر وقت اصوات سے متکیف رہتی ہے

اللہ تعالیٰ نے ہوا میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ متکلم کے بولنے پر اس کی صوت سے متکیف ہوجاتی ہے اور یہ بھی خصوصیت رکھی کہ وہ اصوات وکلمات سے متکیف ہونے کے بعد فوراً خالی بھی ہوجائے۔ مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

''حکیم جلت حکمتہ نے جوف سامعہ کی ہوا میں جس طرح یہ قوت رکھی کہ ان کیفیات سے متکیف ہوکر نفس کے حضور ادائے اصوات والفاظ کرے یو ہیں یہ حالت رکھی کہ ادا کر کے معاً اس کیفیت سے خالی ہوکر پھر لوح سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات وکلمات کے لئے مستعد رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہوکر مانع فہم کلام ہوتیں جس طرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوا بات سمجھ میں نہیں آتی۔''[۱]

تشکل برقرار رہنے کی صورت میں تموج جدید سے سماع جدید ہوگا

آواز کے تموج کے ختم ہونے کے بعد آواز کو سنا جاسکتا ہے یا نہیں؟ آواز کے تموج کے ختم ہونے بعد آواز کو نہیں سنا جاسکتا، ہاں اگر آواز کا تشکل باقی ہوتو دوبارہ اس تشکل سے تموج کو پیدا کر کے سنا جاسکتے ہے آپ لکھتے ہیں

''دوبارہ اور تموج حادث ہوتو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔''[۲]

پھر اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں

''وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلا ہوائے دہن متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔''[۳]

مزید وضاحت کرتے ہیں

''جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے **کَمَا لَایَخفٰی**''[۴]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۲۸

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

(iii) آواز کا وجود کان میں یا باہر

(Existance of Sound, within the ear or outside the ear)

آواز کان کے باہر بھی موجود ہوتی ہے۔

آواز کنندہ کے بولنے سے آواز ملاء (Medium) کی صفت بن جاتی ہے کیونکہ ملاء میں سے گزر کر آتی ہے اور سامع کے کان تک پہنچتی ہے۔اس کا اظہار یوں کرتے ہیں

''ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے''[۱]

ہوامیں بھی آواز محفوظ رہتی ہے جس انکشاف آپ یوں کرتے ہیں

''حق یہ ہے کہ آواز اول مقروع کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسے بولتے وقت منہ کی ہوا۔ پھر ہمیشہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کان میں آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کان سے باہر بھی کچھ دیر تک رہتی ہے کہ جس کو اللہ تعالی بلند وبالا اور جلیل القدر کے علاوہ حقیقی طور پر کوئی نہیں جانتا۔''[۲]

۱۔احمد رضا،امام، فتاوی رضویہ ،ج ۲۳ص ۴۲۷

۲۔ایضاً۔

فصل سوم

آواز کے اثرات

(Effects of Sound)

(i) صدائے بازگشت

مولانا احمد رضا خان نے ثابت کیا کہ فونو سے سننے والی آواز مکلّف عاقل ذی ہوش کی ہوتی ہے اس کی مثال وحکایت نہیں ہوتی۔ پھر اس پر سجدہ تلاوت واجب نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس کی تحقیق میں آپ نے صدا کی تحقیق کی۔

صدا کی تعریف

''گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں۔''[1]

پھر مسلم ماہرین علم الطبیعیات کی صدا کی تعریفات کو بطور حوالہ پیش کیا۔

''اَلصُّدٰی مَایُعَارِضُ الصَّوْتَ فِی الْاَمَاکِنِ الْخَالِیَۃِ''[2]

صدی (آواز بازگشت) وہ ہے جو بلند مقامات میں آواز سے ٹکرائے اور اس کے مقابل پیدا ہو جائے۔

''الصُدٰی صَوْتٌ یَحْصُلُ مِنْ اِنْصِرَافِ هَوَاءٍ مُتَمَوِّجٍ عَنْ جَبَلٍ اَوْ جِسْمٍ اَمْلَسٍ''[3]

الصدی آواز بازگشت ایک ایسی آواز ہے جو کسی پہاڑ یا ملائم (چکنا) جسم سے موج والی ہوا کے لوٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔

علماء کا صدا کے پیدا ہونے کے بارے میں اختلاف

''اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ ہوا اسی تموج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہو کر تموج تازہ اس کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف ومقاصد اور ان کی شروح میں ثانی کو ظاہر بتایا پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموج نیا ہے یہی ظاہر ہے شرح مواقف وطوالع وبعض شروح طوالع سے، بعض تصریح کرتی ہیں ہوا ہی دوسری اس کیفیت سے متکیف ہو کر آتی ہے یہ نص مواقف ومقاصد شرح میں ہے۔ مطالع الانظار کی عبارت پھر متحمل ہے۔''[4]

ان تمام ابحاث کو ذکر کرنے کے بعد مولانا احمد رضا خان اپنا مؤقف بیان فرماتے ہیں

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۴۸

۲۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، علامہ، بحر الرائق، بیروت: مصر: مطبعۃ العلمیہ، ۱۳۱۱ھ، ج ۲، ص ۱۱۹

۳۔ بیضاوی، قاضی، طوالع الانوار، مشمولہ: فتاویٰ رضویہ، احمد رضا، امام، ص ۴۵۰

۴۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۴۸

''بر تقدیر ثانی ظاہر وہی معنی ثانی ہے کہ راجع ہوائے ثانی ہے۔''[۱]

یعنی جب آواز بلند مقامات سے ٹکرا کر واپس آتی ہے تو اس کا پہلا تموج زائل ہو جاتا ہے اور نئے تموج کے ساتھ لوٹتی ہے لیکن آواز وہی ہوتی ہے اسی قول ثانی کی تائید میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''اولاً صدمہ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اور اس کا تموج دور کر دیا تو دوبارہ اس میں تموج کہاں سے آیا وہ تصادم تو اس کا مسکن ٹھہرا نہ کہ محرک۔ ثانیاً اثر قرع دو تھے۔ تحرک وتشکل۔ جو صدمہ تحرک سے روک دے گا تشکل کب رہنے دے گا جو نقش بر آب سے بھی نہایت جلد مٹنے والا ہے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پانی کو جنبش دینے سے جو شکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی معاً جاتی رہتی ہے اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے پلٹے گی بھی اشکال حرفیہ کہاں سے لائے گی کہ وہ تحریک غیر ناطق سے ناممکن ہیں تو اس قول ثانی کی صحیح وصاف تعبیر وہی ہے جو مواقف ومقاصد میں فرمائی یعنی مثلا مقاومت جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اس کا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل وتحرک آیا آواز کا ٹھپا اس میں سے اس میں اتر گیا اور یہ رک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل۔''[۲]

قول اوّل کا ردّ

جو لوگ کہتے ہیں کہ آواز پہلے ہی تموج کے ساتھ لوٹتی ہے نہ کہ نئے تموج کے ساتھ ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''ثم اقول : شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمت اجسام میں وہی پیش نظر ہے قوت محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اس طاقت کو پورا کر کے رک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقاوم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹھوکر کھا کر بقیہ طاقت تحریک کے قدر پیچھے لوٹتا ہے یوں اس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اس حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو۔ ہوا سا لطیف جسم پہاڑ کے صدمہ سے ٹکر کھا کر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے بہر حال کچھ سہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے خواہ پہلی ہی ہوا اسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے آواز کی کاپی دوسری میں اتر گئی اور وہ لائی''[۳]

''شک نہیں کہ سماع صدا سماع معاد ہے۔ اور فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لئے ہوئی ہے''[۴]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۵۱

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً، ج ۲۳، ص ۴۵۲

۴۔ ایضاً، ج ۲۳، ص ۴۵۱

(ii) فونوگراف کی طبیعیاتی خصوصیات

(Physical Properties of Phonograph)

The phonograph, record player, or gramophone, is a device introduced in 1877 that has had continued common use for reproducing (playing) sound recordings; although when first developed, the phonograph was used to both record and reproduce sounds. The recordings played on such a device generally consist of wavy lines that are either scratched, engraved, or grooved onto a rotating cylinder or disc. As the cylinder or disc rotates, a stylus or needle traces the wavy lines and vibrates to reproduce the recorded sound waves. [1]

فونوگراف کی اہمیت

آواز کنندہ کی آواز جس طرح میڈیم میں متکیف ہوجاتی ہے اس طرح زائل بھی ہوجاتی ہے ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ نہ تھا جس سے آواز کو مقید کیا جاسکے، تو مشیت الٰہی سے ایک آلہ ایجاد ہوا جس کے بارے میں مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

''جس طرح لطافت ورطوبت باعث سہولت انفعال ہے یوہیں مورث سرعت زوال ہے اسی لئے نقش برآب مثل مشہور ہے تو ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیت الٰہی ایسا آلہ نکلا جس میں مسالے سے بِـاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالیٰ یہ قوت پیدا ہوئی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی ان اشکال حرفیہ وصوتیہ سے متشکل ہو اور اپنے یبس وصلابت کے سبب ایک زمانہ تک انھیں محفوظ رکھے۔[2]

فونوگراف کی خصوصیات

مولانا احمد رضا خان فونوگراف کی خصوصیات کو یوں قلمبند کرتے ہیں۔

''تموج ہوا ختم ہوا اور آواز محفوظ ومخزون ہے انتہائے تموج سے سننے میں نہیں آتی اس کے لئے دوبارہ تموج ہوا کی

---

1. Rutgers University,"Tinfoil Phonograph"from:http://edison.rutgers.edu/tinfoil.htm Acessed on July 14,2012.

۲۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۴۲۹

محتاج ہے کہ ہمارے سننے یہی کا ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کہ غنی مطلق ہے اب بھی اسے سن رہا ہے اس آلہ یعنی پلیٹوں پر ارتسام اشکال معلوم ومشاہد ہے ولہذا اچھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہوجاتے ہیں جس طرح کاغذ سے خط کے نقش چھل جاتے ہیں اوران سے خالی کر کے دوسرے الفاظ بھر سکتے ہیں جس طرح لکھی ہوئی تختی دھوکر دوبارہ لکھ سکتے ہیں۔[۱]

کیا فونوگراف سے تجدد سماع ہوتا ہے یا تجدد صوت؟

جب تک فونوگراف کی پلیٹوں میں اشکال حرفیہ باقی ہوتے ہیں تحریک آلہ سے آواز کو دوبارہ سنا جاسکتا ہے آپ لکھتے ہیں

''جب تک ان چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں ان اشکال مرسومہ پر گزرتی اپنے رطوبت ولطافت کے باعث بدستوران کیفیات سے متکیف اورقوت تحریک کے باعث متموج ہوکراسی طرح کان تک پہنچتی اور یہاں کی ہواان اشکال کو لے کر بعینہٖ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد وتموج کے سبب تجدد سماع ہوا نہ کہ تجدد صوت''[۲]

فونو ہواہائے متوسطہ کے قائم مقام

فونو کی چوڑیاں صرف ہواہائے متوسطہ میں سے ایک ہوا کے قائم مقام ہیں فرض کیجئے کہ طبلہ سے گوش سامع تک بیچ میں سو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر ہاتھ مارنے سے پہلی ہوا اوراس سے دوسری اس سے تیسری یہاں تک کہ سویں (۱۰۰) ہوانے اشکال صوت طبلہ سے متشکل ہوکر ہوائے جوف گوش کو متشکل کیا اور سماع واقع ہوا یہاں یوں سمجھئے کہ اس نواخت سے یکے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہوکر ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ ویکم کی جگہ ہوا اب اس سے ہوائے پنجاہ دوم پھر سوم پھر چہارم متشکل ہوکر سویں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا تو یقیناً دونوں صورتوں میں وہی صوت طبلہ ہے کہ بتجدد امثال سو۱۰۰ واسطوں سے کان تک پہنچتی اگر چہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں اور دوسری میں بیچ کا ایک واسطہ یہ آلہ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ پڑنا دونوں کا مبداء ہے تو کیا وجہ کہ ان سو واسطوں سے جو سنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہوا اوران سو واسطوں کے بعد جو سنا گیا وہ اس کا غیر ہو اس کی تصویر اس کی مثال ہو یہ محض تحکم بے معنی ہے۔[۳]

گراموفون اور فوٹوگراف میں فرق

فوٹوگراف کی تصویر اپنی اصل کی مثال وشبیہ ہوتی ہے جبکہ گراموفون سے نکلنے والی بعینہٖ آواز کنندہ کی ہوتی ہے،

۱۔احمد رضا،امام، فتاویٰ رضویہ، ج۲۳،ص۴۲۹

۲۔ایضاً۔

۳۔ایضاً، ج۲۳ص۴۲۹۔۴۳۰

مثال اورشبیہ نہیں ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان گراموفون اور فوٹوگراف میں فرق واضح کرتے ہیں

''فوٹوگراف کی تصویر اپنی ذی الصورہ سے مباین اور اسکی محض ایک مثال وشبیہ ہوتی ہے بخلاف اس آلہ کے کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن عظیم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سنا جائے وہ حقیقتاً اسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا نہ یہ کہ مسموع اس کی آواز کی کوئی حکایت وتصویر ہو اور یہ جو ادا ہوا قرآن مجید میں نہ ہو اس کی مثال ونظیر ہو، یوہیں اگر آلات طرف وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے نہ کہ اس کا نشان وپرداز۔''[1]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۴۱۲

(iii)الٹراساؤنڈمشین کا فارمولا

(Formuala of Ultra Sound Machine)

بالاصوت/الٹراسونک (Ultrasound)

الٹراسونک حد سماعت سے زیادہ تعدد والی طولی امواج ہیں ایسی امواج سنگ مردہ (Crystal of Quartz) میں برقی رو کے ذریعے ارتعاشات پیدا کر کے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

الٹراساؤنڈمشین

الٹراساؤنڈمشین میڈیکل تشخیص اور تھیراپی کے لئے استعمال ہوتی ہے جو ہائی فریکوئنسی کی الٹراساؤنڈ لہریں جسم کے حصے کی طرف بھیجتی ہے اور ایکس رے کی خطرناک شعاعوں کو استعمال کئے بغیر عضو کی تصویر بنا تا ہے۔

الٹرا کا معنی ہوتا ہے نارمل سے اوپر، جب بھی الٹراساؤنڈ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ آواز ہوتی ہے جس کی فریکوئنسی نارمل آواز کی فریکوئنسی تقریباً ۲۰ سے ۲۰۰۰۰ ہرٹز سے زائدہ ہوتی ہے یعنی جس فریکوئنسی کی آواز انسانی کان سن سکتا ہے الٹراساؤنڈ کی فریکوئنسی اس سے زیادہ ہوتی ہے

In physics, the term "ultrasound" applies to all sound waves with a frequency above the audible range of normal human hearing, about 20 kHz. The frequencies used in diagnostic ultrasound are typically between 2 and 18 MHz.[1]

History of Ultrasound

The roots of sonography can be traced as far back as the ancient Greeks, according to Baker. Pythagoras, famous for his theorem about right-angled triangles, invented the Sonometer, which was used to study musical sounds. Boethius (c. 480-c. 525) was the first to compare sound waves to waves produced by dropping a pebble

---

1. Novelline, Robert (1997)."*Squire's Fundamentals of Radiology"*, Harvard University Press. pp. 34–35.

into calm water۔[۱]

In 1880, Pierre Curie and Jacques Curie from France discovered the piezo-electric effect. Ultrasound was then found to be possiblygenerated and received in megahertz. Sonar detection systems were first created for underwater explorations and navigation. The invention of the Diode and Triode in the 1900s also boosted developments in ultrasound.[۲]

الٹراساؤنڈ مشین کے حصے

الٹراساؤنڈ مشین درج ذیل اجزاء پر مشتمل ہے۔

ا۔ٹرانڈیوسر پروب

آواز کی موجوں کو بھیجتا ہے اور وصول کرتا ہے

۲۔سی۔پی۔یو

الٹراساؤنڈ مشین کے تمام اجزاء کو کنٹرول کرتا ہے۔

۳۔ٹرانڈیوسر پلس کنٹرول

نبض کے حیطہ دورانیہ اور فریکوئنسی کو کنٹرول کرتا ہے

۴۔ڈسپلے

سی پی یو کے ذریعے پروسیس ہونے والے ڈیٹا کو تصویر کے ذریعے ظاہر کرتا ہے

۵۔کی بورڈ

ڈیٹا کو داخل کرتا ہے اور ڈسپلے سے پیمائش کو وصل کرتا ہے۔ہارڈ ڈسک میں سٹور کرتا ہے۔

۶۔پرنٹر

ظاہر ہونے والے ڈیٹا کو کاغذ پر پرنٹ کر دیتا ہے۔

---

1. Beth W. Orenstein,"*Ultrasound History*",*p*(9) P- 28
2. *ibid*

How is Ultrasound machine work?

Ultrasound or ultrasonography is a medical imaging technique that uses high frequency sound waves and their echoes. The technique is similar to the echolocation used by bats, whales and dolphins, as well as SONAR used by submarines. In ultrasound, the following events happen:

☆ The ultrasound machine transmits high-frequency (1 to 5 megahertz) sound pulses into your body using a probe.

☆ The sound waves travel into your body and hit a boundary between tissues (e.g. between fluid and soft tissue, soft tissue and bone).

☆ Some of the sound waves get reflected back to the probe, while some travel on further until they reach another boundary and get reflected.

☆ The reflected waves are picked up by the probe and relayed to the machine.

☆ The machine calculates the distance from the probe to the tissue or organ (boundaries) using the speed of sound in tissue (5,005 ft/s or1,540 m/s) and the time of the each echo's return (usually on the order of millionths of a second).

☆ The machine displays the distances and intensities of the echoes on the screen, forming a two dimensional image like the one shown below.

Transducer Probe

The transducer probe is the main part of the ultrasound machine. The transducer probe makes the sound waves and receives the echoes. It is, so to speak, the mouth and ears of the ultrasound machine. The

transducer probe generates and receives sound waves using a principle called the piezoelectric (pressure electricity) effect, which was discovered by Pierre and Jacques Curie in 1880. In the probe, there are one or more quartz crystals called **piezoelectric crystals**. When an electric current is applied to these crystals, they change shape rapidly. The rapid shape changes, or vibrations, of the crystals produce sound waves that travel outward. Conversely, when sound or pressure waves hit the crystals, they emit electrical currents. Therefore, the same crystals can be used to send and receive sound waves. The probe also has a sound absorbing substance to eliminate back reflections from the probe itself, and an acoustic lens to help focus the emitted sound waves.[۲]

مولانا احمد رضا خان نے مندرجہ ذیل رسالہ میں اللہ تعالیٰ کے علوم کے بارے میں زبردست تحقیق فرمائی۔

☆ اَلصَّمْصَامُ عَلٰی مُشَکِّکٍ فِی آیَتِ عُلُوْمِ الْاَرْحَامِ

اس رسالہ میں الٹراساؤنڈ مشین کا فارمولا ۱۹۱۰ء میں اس وقت پیش کیا جب الٹراساؤنڈ مشین برّصغیر پاک و ہند میں مشہور نہیں ہوئی تھی، آپ خود رقمطراز ہوتے ہیں۔

''اب آلہ محدثہ کی طرف چلیئے، فقیر اس پر مطلع نہ ہوا، نہ کسی سے اس کا حال سنا، ظاہر ایسی صورت میسر نہیں کہ جنین رحم میں بحال وَ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰث تین اندھیریوں میں رہے اور بذریعہ آلہ مشہود ہوجائے اس کا جسم بالتفصیل آنکھوں سے نظر آئے کہ علوق فم رحم سخت منضم ہوجاتا ہے''[۳]

الٹراساؤنڈ مشین کا فارمولا اور مولانا احمد رضا خان

مولانا احمد رضا خان نے الٹراساؤنڈ مشین کا جو فارمولا پیش کیا مندرجہ ذیل ہے۔

''اور عجائب صنعت الٰہی جلّت حکمتہ سے یہ بھی محتمل ہے کہ ایسی تدابیر القاء فرمائی ہو جن سے جنین مشاہدہ ہی ہوجاتا ہو مثلاً بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں میں بقدر حاجت کچھ توسیع وتفریح دے کر روشنی پہنچا کر کچھ شیشے ایسی اوضاع پر

---

1. Craig Freudenrich,"*How Ultrasound Works*",from:http://electronics. howstuffworks.com/ultrasound.htm.Acessed on May 5,2012.

2. Ibid

۳۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۷۵

لگائیں کہ باہم تادیۂ عکوس کرتے ہوئے زجاج عقرب لے آئیں یا زجاجات متخالفۃ الملا ایسی وضعیں پائیں کہ اشعۂ بصریہ کو حسب قاعدۂ معروضہ علم مناظر انعطاف دیتے ہوئے جنین تک دیتے لے جائیں''[۱]

مندرجہ بالا قاعدہ کی تائیدا پنے مشاہدہ سے کرتے ہیں

''جس طرح آفتاب کا کنارہ ہنوز افق سے دور اور مقابلۂ نظر سے محجوب ومستور ہوتا ہے بوجہ اختلاف ملا وغلظت عالم النسیم ہمیں محاذات بصر سے پہلے ہی نظر آجاتا اور طلوع مرئی کہ وہی ملحوظ فی الشرع ہے پیشتر ہوتا ہے یوں ہی جانب غروب بعد زوال محاذات ووقوع حجاب میں کچھ دیر تک دکھائی دیتا اور غروب مرئی معتبر فی الشرع غروب حقیقی کے بعد ہوتا ہے،

ولہٰذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے جب کبھی موامرات زیجیہ سے محاسبہ کیا اور اسے مشاہدہ بصری سے ملایا ہے ہمیشہ نہار عرفی کو نہار نجومی پر اس سے بھی زائد پایا ہے جو طرفین طلوع وغروب میں تفاوت افقین حسی وحقیقی بحسب ارتفاع قامت معتدلہ انسانی وتفاضل نیم قطر فاصل میان حاجت ومرکز کا مقتضٰی ہے نیز اسی لئے فقیر کا مشاہدہ ہے کہ قرص شمس تمام وکمال بالائے افق مشہور ہونے پر بھی ظلمت شب مطلع ومغرب میں نظر آتی ہے حالانکہ مخروط ظلی وشمس میں ہرگز نیم دور سے کم فصل نہیں اور اختلاف منظر آفتاب غایت قلت میں ہے کہ مقدار عسر قطر تک بھی نہیں پہنچتا۔ خیر کچھ بھی ہو ہم یہی صورت فرض کرتے ہیں کہ مجرد کسی امارت خارجہ کی بنا پر قیاس ہی نہیں بلکہ بذریعہ آلہ اعضائے جنیں باچناں وچنیں حجابات وکمیں مشہود ہوجاتے ہیں۔''[۲]

الٹراساؤنڈ مشین کے استعمالات ***Uses of Ultrasound Machine***

میڈیکل میں کثیر استعمال ہے جیسے

۱۔ بلڈ سرکولیشن پرابلم کو معلوم کرنے کیلئے

۲۔ کینسر زدہ ٹیومر کی تفتیش کرنے کیلئے

۳۔ پلیسنٹا کی پوزیشن معلوم کرنے کے لیے[۲]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۴۷۵

۲۔ ایضاً۔

2. Valma J Robertson, Kerry G Baker (2001). "*A Review of Therapeutic Ultrasound*". (7): p-1342.

باب پنجم

مولانا احمد رضا خان کی متفرق طبیعی خدمات

بحیثیت ایک وسیع علم ہونے کے علم الطبیعیات کا اطلاق تمام شعبہ ہائے زندگی میں استعمال ہوتا ہے۔ جہاں تک اوزان و پیمائش کا تعلق ہے تو علم الطبیعیات میں مختلف مقداروں کا وزن اور پیمائش کرنے کے لئے مختلف سسٹم مقرر کئے ہوئے ہیں ان کی بدولت اسلامی ماحول میں صدقہ فطر، شیخ فانی کی طرف سے نہ رکھے گئے روزہ کا فدیہ، میت کی طرف سے نہ پڑھی گئی نمازوں کا فدیہ، روزہ کا کفارہ اور زکوۃ وغیرہ معلوم کئے جاتے ہیں اور شرعی مسافت، کنویں کی پیمائش معلوم کی جاتی ہے۔

اوزان و پیمائش میں ریاضیاتی طبیعیات(Mathematical Physics) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔لمبائی میں میٹر، گز وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔قوت، پریشر اور وزن کی اپنی اپنی اکائیاں مقرر ہیں پھر زمین، سورج، مختلف سیاروں ،ستاروں کی کمیت، ان کے درمیان فاصلے، ان کی زمین سے دوری وغیرہ معلوم کرنا سب ریاضیاتی طبیعیات کی بدولت ممکن ہیں۔

جہاں تک آبی طبیعیات کا تعلق ہے اس میں پانی اور دیگر مائعات کی ماہیئت، طبعی خواص اور ان کی اقسام بیان کی جاتی ہیں جیسے مائعات کی نفوذ پذیری کیا ہے، مائعات آپس میں کس خصوصیت کی بناء پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ مائعات کا رنگ کیا ہوتا ہے۔آپس میں ملنے کی صورت میں کس مائع کا رنگ غالب ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

علم الطبیعیات کی بدولت ہم موسموں کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں کہ موسم کب کیسا ہوگا گرمی کس وقت ہوگی سردی کس وقت ہوگی بارش کس وقت ہوگی مطلع کس وقت صاف ہوگا اور اسی کی بدولت نمازوں کے اوقات آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ فجر کا وقت کب شروع ہوگا اور کب کب ختم ہوگا آج کا ظہر کا وقت کیا ہوگا۔ ماضی اور مستقبل میں نمازوں کے اوقات کیسے معلوم کئے جاتے ہیں اسی کی بدولت دنیا میں کسی مقام پر کھڑے ہو کر قبلہ کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ آیا قبلہ شمال میں ہے یا جنوب میں، مشرق میں ہے یا مغرب میں، الغرض علم الطبیعیات زندگی کے ہر شعبے میں معاون و مددگار ہے تو مولانا احمد رضا خان بھی علم الطبیعیات کے ہر میدان جیسے اوزان و پیمائش، آبی طبیعیات، توقیت وتقویم وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

فصل اول

اوزان و پیمائش

(Weights and Measurements)

روزمرہ زندگی میں پیائش کو بہت اہمیت حاصل ہے سورج نکلنے پر یا ڈوبنے پر یا موسم بدلنے پر ہم وقت کا اندازہ کر سکتے ہیں کسی چیز کی لمبائی ہم انگلیوں کی موٹائی، اپنی بالشت، اپنے بازوؤں یا قدموں کے درمیانی فاصلہ کے ذریعہ سے ناپ سکتے ہیں کسی چیز کی کمیت کا اندازہ اس کو اٹھا کر کیا جا سکتا ہے۔لیکن اس طرح سے کیا ہوا علم مستند نہیں ہوتا کیونکہ مختلف لوگوں کے بازو، بالشت اور قدم مختلف ہوتے ہیں اس طرح حاصل شدہ نتائج بھی مختلف ہوتے ہیں۔

علم الطبیعیات میں مشاہدات اور تجربات کے دوران طبعی مقداروں کی درست پیائش کرنی پڑتی ہے۔اس لئے ان مشاہدات کے صحیح نتائج حاصل کرنے کے لئے معیاری اکائیوں کا نظام رائج کرنا ضروری ہے۔کیونکہ علم الطبیعیات میں مختلف مقداروں کو بیان کرنے کے لئے مناسب اکائیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔مثلاً لمبائی کو ماپنے کیلئے اکائی میٹر استعمال ہوتی ہے اسی طرح کمیت کو ماپنے کیلئے اکائی کلوگرام استعمال ہوتی ہے۔اور یہ اکائیاں دو قسم کی ہوتی ہیں

ا۔ بنیادی اکائیاں

وہ اکائی جو بنیادی اکائیوں کیلئے استعمال ہوتی ہیں طبیعیات میں لمبائی، کمیت اور وقت بنیادی اکائیاں ہیں۔

۲۔ ماخوذ اکائیاں

وہ اکائیاں جو بنیادی اکائیوں سے اخذ کی جا سکتی ہیں ماخوذ اکائیاں کہلاتی ہیں۔مثلاً حجم، اسراع، دباؤ، قوت وغیرہ یہ اکائیاں بنیادی اکائیوں کو آپس میں ضرب یا تقسیم کر کے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

بنیادی اور ماخوذ اکائیوں کا سیٹ سسٹم یا نظام کہلاتا ہے۔آج کل اکائیوں کے مختلف سسٹم رائج ہیں۔جیسے

ا۔M.K.S: اس میں بنیادی اکائیاں میٹر، کلوگرم اور سیکنڈ ہیں۔

۲۔C.G.S: اس میں بنیادی اکائیاں سینٹی میٹر، گرم اور سیکنڈ ہیں۔

۳۔برٹش انجینیئرنگ سسٹم: اس میں بنیادی اکائیاں فٹ، پاؤنڈ اور سیکنڈ ہیں۔

مولانا احمد رضا خان کے دور میں یہ سسٹم موجود نہیں تھے بلکہ اس وقت سیر، ذراع، دقیقہ وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔ جبکہ اسلامی نظام میں صاع، ذراع، دقیقہ اور درہم و دینار چلتے تھے۔مولانا احمد رضا خان ان کو بڑی احتیاط سے استعمال فرماتے اور چھوٹی سے چھوٹی اکائی نکالنے میں مہارت سے کام لیتے۔فتاوٰی رضویہ میں ایسی بے شمار (Calculations) موجود ہیں

(i) اوزان (Weights)

مولانا احمد رضا خان علم الطبیعیات کی شاخ اوزان و پیمائش میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔آپ اپنے زمانے میں رائج (Weigts System) کے بارے میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔آپ مختلف نظاموں میں باہمی تعلق کو خوب مدنظر رکھتے تھے۔اسلامی نظام اور اس وقت کے سسٹم کے آپس کے تعلق کو یوں بیان فرمایا۔

صاع، رطل، استار اور مثقال میں نسبت

صاع، رطل، استار اور مثقال کی شریعت مطہرہ میں اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ

۱۔صدقہ فطر یا فطرانہ

۲۔شیخ فانی کی طرف سے نہ رکھے گئے روزہ کا فدیہ

۳۔میت کی طرف سے نہ پڑھی گئی نمازوں کا فدیہ

۴۔روزہ کا کفارہ

۵۔زکوۃ

۶۔دیت

۷۔مہر

ان سب میں مندرجہ بالا اوزان کی ضرورت پڑتی ہے۔مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

’’صاع چار مُد ہے اور مد دو ۲ رطل، اور رطل بیس استار، اور استار ساڑھے چار مثقال، اور مثقال ساڑھے چار ماشے، اور تولہ بارہ ۱۲ ماشے، اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے، تو صاع دوسوستر ۲۷۰ تولے، اور روپیوں سے دوسواٹھاسی ۲۸۸ روپے بھر، تو اسی ۸۰ روپے کے سیر سے ۳ سیر ۹ چھٹانک اور ۳/۵ چھٹانک، یا یوں کہئے کہ ساڑھے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک اور ۱۰/۱ چھٹانک۔‘‘[۱]

مندرجہ بالا سسٹم کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۲۷۰ تولے = ۳۲۴۰ ماشے = ۷۲۰ مثقال = ایک سوساٹھ استار = آٹھ رطل = چار مد = ایک صاع

چار مد = ایک صاع

دو رطل = ایک مد

بیس استار = ایک رطل

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۰ ص ۲۹۶

ساڑھے چار مثقال = ایک استار

ساڑھے چار ماشے = ایک مثقال

ایک تولہ = بارہ ماشے

سوا گیارہ ماشے = انگریزی روپیہ

۲۷۰ تولے = ایک صاع

۲۸۸ روپے = ایک صاع

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک صاع میں ۲۷۰ تولے ہوتے ہیں اور ۲۸۸ روپے ایک صاع کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ سسٹم اسلامی اوزان میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فطرہ، روزہ، نماز کے فدیہ میں، مہر، دیت اور مختلف کفارات وغیرہ میں۔

فطرہ کی مقدار صاع کی صورت میں

مولانا احمد رضا خان کے زمانہ میں برصغیر میں موجودہ دور کے اعشاری نظام جیسا تول کا کوئی نظام رائج نہ تھا۔ مختلف علاقوں میں سیر بھی مختلف تھے مثلاً بریلی کا سیر ۹۳ تولے ۹ ماشے، رامپور کا سیر ۹۰ تولے اور دہلی اور لکھنؤ کا سیر ۷۵ تولے تھا۔ آپ سے مندرجہ ذیل سوال پوچھا گیا۔

''وزن فطرہ بحساب سیر لکھنؤ کتنا دینا چاہئے؟ نصف صاع بوزن سیر لکھنؤ کتنا ہوتا ہے؟''[۱]

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

''گیہوں کا صاع دوسوستر ۲۷۰ تولے ہے کہ انگریزی روپے سے دوسواٹھاسی ۲۸۸ روپے بھر ہوئے۔ نصف صاع کے ایک سو چوالیس ۱۴۴ روپے بھر گیہوں۔ لکھنؤ کا سیر اسی ۸۰ روپے بھر کا ہے تو اس سے دو سیر ہوئے، سیر کا ۱/۵ یعنی پونے دو سیر سے چار روپے بھر اوپر، لیکن زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جَو کے صاع سے گیہوں دئے جائیں جَو کے صاع میں گیہوں تین سو اکاون ۳۵۱ روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر ۱۷۵ روپے آٹھ آنے بھر ہوا لکھنؤ کا سوا دو سیر اٹھنی بھر کم۔''[۲]

صاع شعیری کے پیمانہ کی دریافت

مولانا احمد رضا خان علامہ شامی کے اس احتیاط کہ گیہوں کا صدقہ جو کے صاع سے ادا کیا جائے کو پسند فرمایا اور اسی کے اعتبار سے نصف صاع گندم کے وزن کی تحقیق فرمائی۔ ظاہر ہے کہ جس پیمانے میں ۲۷۰ تولے آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تو تول میں گیہوں زیادہ چڑھیں گے۔

آپ نے جو اور گندم کی کثافتوں کا موازنہ کیا تو جو نسبت حاصل ہوئی وہ ۲۸۸:۳۵۱ یعنی ۳۲:۳۹ تھی۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۰ ص ۲۹۵

۲۔ ایضاً۔

صاع کی اس تحقیق میں اپنے تجربے (Experiment) پر آپ یوں رقمطراز ہیں۔

''اس بناپر بنظرِ احتیاط وزیادتِ نفعِ فقراء میں نے ۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۷ھ کوایک سو چوالیس روپیہ بھر جو وزن کئے کہ نصف صاع ہُوئے اورانھیں ایک پیالے میں بھرا۔حُسنِ اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیمانہ کا ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جَواس میں پوری سطح مستوی تک آ گئے من دون تکویم ولاتقـ میر (بغیر ابھاراور گہرائی کے۔ت) تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری ہُوا، پھر میں نے اُسی کاسہ میں گیہوں بھرکر تولے تو بریلی کے سیر سے اء ثاراور ایک اٹھنی بھر ہُوئے یعنی ایک سو چھتّر روپے آٹھ آنہ بھر، تو یہ وزنِ گندم ہوا، اوراس کا دو چند ۳۵۱ روپیہ بھر وزن جو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''[۱]

دس درہم کتنے ماشے چاندی ہوتی ہے۔

۲ تولے ساڑھے سات ماشے چاندی=۱۰ درہم

کم سے کم مہر دس ۱۰ ہی درہم ہے یعنی دو ۲ تولے ساڑھے سات ماشے چاندی اُس تولے سے جس کے حساب میں انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے۔[۲]

دس درہم وزن کے اعتبار سے

وزن کے اعتبار سے دس ۱۰ درہم کے دو ۲ روپے ایک اٹھنی ایک چونی اور ۳/ ۵-۹ پائی ہُوئے یعنی کچھ کم دو ۲ روپے تیرہ ۱۳ آنے، اگر روپے اٹھنی چونی دے تو اسی قدر دینا ہوگا۔[۳]

دینارشرعی کی مقدار

ایک دینارشرعی=ایک مثقال سونا=۴.۵ ماشے سونا

دینارشرعی ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے، دینارشرعی دس درہم تھا کہ یہاں کے دوروپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں ہوا۔[۴]

ہاں اگر اسے مطلق رکھتا تو درہم شرعی کا احتمال ہوتا جس کا وزن ۳ ماشے ایک رتی ۱/ ۵ رتی کا ہے۔[۵]

چاندی کی انگوٹھی شرعی وزن

مہر کے لئے چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی جسے مہر کی ضرورت ہوتی ہو بے شبہہ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۰ ص ۲۹۷

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً، ج ۱۱ ص ۲۴۸

۵۔ ایضاً، ج ۱۲ ص ۲۶۴

مسنون ۔[۱]

تحقیق حق مہر بنتِ رسول ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک اوقیہ = ۱۰.۵ تولے چاندی = ۱۲۲.۴۷۲ گرام (بلحاظ وزن)

مولانا احمد رضا خان خمیس کے حوالے سے بنتِ رسول ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر یوں بیان فرمایا۔

''خمیس میں ایک روایت ہے کہ منگنی کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر دیا اور مہر چار سواسّی ۴۸۰ درہم تھا، اور خمیس میں یہ بھی کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے زرہ فروخت کی بارہ اوقیہ کے عوض میں۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یہ حضرت فاطمہ رضی االلہ تعالیٰ عنہا کا مہر حضرت علی رضی االلہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھا۔''[۲] [۳]

بنتِ رسول ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر بیان فرمانے کے بعد مولانا احمد رضا خان یوں بحث فرماتے ہیں۔

''فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ت) یہ بنتا نہیں جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا کہ وہ زرہ چار سواسّی ۴۸۰ درہم میں فروخت ہوئی تھی جب کہ ۱۹ مثقال سونا اس زمانہ مبارک کے بھاؤ سے صرف ایک سونوے ۱۹۰ درہم کا بنتا ہے، کیونکہ ایک دینار مثقال کا اور ہر دینار دس ۱۰ درہم کا تھا، ہاں ہوسکتا ہے کہ یہ اندازہ بعد کے زمانے میں مدینہ منورہ کے کسی بھاؤ کا ہو، واالله تعالیٰ اعلم۔ اور یونہی ان کی وہ تاویل جس میں وہ درہم اور مثقال کے وزنوں کو جمع کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ دس ۱۰ درہم سات ۷ مثقال میں کچھ کسریں ہوں جن کا اعتبار نہ کیا گیا ہو.

فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ت) یہ بھی قابلِ توجہ نہیں کیونکہ اس طرح چار ۴ مثقال چاندی پانچ سوا کہتر ۵۷۱ درہم اور کچھ کسر ہوتے ہیں اور چار سواسّی ۴۸۰ درہم تین سو چھتیس ۳۳۶ مثقال ہیں تو پہلے میں کسر نصف سے زائد ہوئی جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور دوسرے میں نہایت ہی کم ہے تو اس کو قابل لحاظ نہیں کہا جا سکتا، اس کے علاوہ دراہم میں زیادتی کو ساقط کرنے اور صرف اس ۸۰ پر اکتفا کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں ہے بلکہ اگر ایسا ہوتا تو پُورا پانچ سو ۵۰۰ کہنا چاہئے تھا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، غور کرو، ہوسکتا ہے انکے کلام کی کوئی دوسری وجہ بن سکے۔[۴]

مہر حضرت فاطمہ اور ازواج مطہّرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُن

مہر حضرت بتول زہرا چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئی، اور مہر اکثر ازواج مطہرات

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۲ ص ۱۴۸

۲۔ دیار بکری، حسین بن محمد، تاریخُ الخمیس، بیروت: موسس شعبان، ۱۹۶۵ء، ج ا ص ۳۶۲

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۲ ص ۱۴۸-۱۴۹

۴۔ ایضاً، ج ۱۲ ص ۱۵۱

پانسودرم کہ یہاں کے ایک سوچالیس روپے ہوئے اور مہر حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا وَعَنْھُنَّ جَمِیْعًا میں دو روایتیں ہیں چار ہزار درہم کہ گیارہ سوبیس روپے ہوئے یا چار ہزار دینار کہ گیارہ ہزار دوسو روپے۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ۔''[1]

نماز کا فدیہ نکالنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنیٰ مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اس کے ذمہ تھیں سال کے دن تین سو پچپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سوتیس ہوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گیہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپیہ بھر کا ہے پونے دوسیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہوا اور ۱۲۷۸۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا، یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گیہوں ہوئے اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اس قدر فقیر کو دے کر مالک کر دیں قبضہ دلا دیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں ہبہ کر دے یہ پھر دوبارہ نیت کفارہ اسے دے کر قبضہ دلا دیں وہ پھر انھیں ہبہ کر دے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ الٹ پھیر اس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہوگا دور کے لئے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور یوں ہی الٹ پھیر کریں کہ روپے سے دور آسان ہوگا، اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں۔[2]

زمانہ رسالت ﷺ میں تولہ سونے کی قیمت

یہاں کا روپیہ ۱۱ ماشہ ۲ سُرخ ہے تو درہم اس کا ۲۵/ ۷ ہے کہ مجنس کرنے سے درہم ایک سو چھبیس روپیہ ۴۵۰ ہوا تو درہم روپے کا ۱۲۶/۴۵۰ یعنی ۲۵/ ۷ ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہے کہ معہ ۷ روپے برابر معہ ۲۵ درہم کے یا ایک روپیہ برابر ۷/۴-۳ درم کے، ولہذا نصاب فضّہ کہ دوسو درم ۲۰۰ ہے اس درم ہ اس روپے سے ۵۶ آتی ہے صما ۵۰/ درکے مالعہ ۱۴۰ ہوئے اور چار سو ۴۰۰ مثقال کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے، دس ۱۰ درہم اقل مقدارِ مہر ہے عا ۵/۳-۹/۱۲ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنہ اور پانچواں حصّہ پیسے کا، چار ہزار درم کے یہاں کہ سکّہ سے ایک ہزار ایک سو بیس ۱۱۲۰ روپے ہُوئے، اور ہر دینار دس ۱۰ درہم کا ہے، لہذا چار ہزار دینار کے گیارہ ہزار دوسو روپے۔ اس حساب سے ظاہر ہُوا کہ زمانہ اقدس رسالت میں سونے کی قیمت ساڑھے سات روپے تولہ سے بھی کم تھی کہ جب دینار یعنی ساڑھے چار ماشہ سونا دس ۱۰ درم یعنی دو ۲ روپے بارہ ۱۲ آنے ۵/۳-۹ پائی کا تھا تو بحساب اربعہ ایک تولہ سونا معہ ۵/۳-۵/ ۷ پائی کا ہوا۔[3]

....

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۱ ص ۲۴۸

۲۔ ایضاً، ج ۱۲ ص ۱۶۵

۳۔ ایضاً، ج ۱۲ ص ۱۳۷

(ii) پیمائش (Measurements)

مولانا احمد رضا خان سے مندرجہ ذیل سوالات کیے گئے:

(۱) منزل کتنے فرسنگ کی ہوتی ہے؟

(۲) کے (کتنے) منزل پر قصر ہوگا؟

(۳) طے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے؟

(۴) یہاں سے بیسلپور ۱۸ کوس براہ سواری گاڑی اور براہ ریل گاڑی چھتیس ۳۶ کوس ہوجاتی ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا؟[۱]

تو مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں

منزل

(۱) عرف میں منزل بارہ ۱۲ کوس ہے اوران بلاد میں ہر کوس ۵/ ۸ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس، اور تین میل کا ایک فرسنگ، تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی۔

(۲) تین منزل پر قصر ہے۔

(۳) جس راستے سے جائے اس کا اعتبار ہے۔

(۴) ریل میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں۔

سطح

سطح ایک پھیلی ہوئی، طول وعرض میں منقسم چیز ہے تو سطحوں کے منقسم ہونے سے ان میں حلول کرنے والی نجاست بھی منقسم ہوجاتی ہے۔[۲]

ایک قدم ذراع کا دوثلث ہوتا ہے

جیسا کہ اہل مساحت اوراہل ہیئت کا قول ہے کہ ایک قدم ذراع کا دوثلث ہوتا ہے، جہاں وہ کہتے ہیں کہ زمین سے ناظر کی بلندی اتنے قدم پر ہو، یا وہ کہتے ہیں کہ خط افق سے اتنا قدم اوراتنا دقیقہ بلند ہو۔ ان مسائل کے ضابطے

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۸ ص ۲۵۴

۲۔ ایضاً، ج ۸ ص ۲۵۵

اور تفریعیں بھی ہم اپنی فن توقیت کی تصانیف میں بخوبی بیان کر چکے ہیں۔[۱]

منزل کتنے کوس کی ہوتی ہے

منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے۔

ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں اقصر ایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے زوال تک سات ساعت کے قریب ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد، وَاللّٰہُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وعلمهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔[۲]

گز شرعی بہ حساب نمبری گز مروجہ لکھنؤ

نمبری گز کہ تین فٹ کا ہے، ہر فٹ بارہ ۱۲ انچ، گز شرعی جسے ذراع کرباس کہتے ہیں، اس کا نصف یعنی آٹھ گرہ کے برابر ہے کہ وہ چوبیس انگل ہے اور ہر گرہ تین انگل۔[۳]

ایک ہاتھ مربع کی مساحت مختلف پیمانوں

کسی بھی کنویں کی مساحت شرعی معلوم کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خان نے ایک آسان قاعدہ بیان کر دیا ہے اس قاعدہ کے ذریعے ہم آسانی سے کنویں کی مساحت معلوم کر سکتے ہیں۔آپ نے ایک ہاتھ مربع کی مساحت کو مختلف پیمانوں جیسے نمبری گز، انچ، فٹ، انگل اور گرہ میں بیان کر دیا پھر بیان کردہ مقداروں کو ۱۰۰ سے ضرب دی جائے تو کنویں کی شرعی مساحت نکل آتی ہے، آپ لکھتے ہیں:

''شرعی گز میں وہ انگل معتبر ہیں جن کے چوبیس اٹھارہ انچ کے برابر ہیں ایک ہاتھ مربع کی مساحت مختلف پیمانوں سے اس جدول میں ہے

نمبری گز	انچ	فٹ	انگل	گرہ
۴/۱گز	۳۲۴انچ	۲فٹ	۵۷۶انگل	۶۴گرہ

۱۔احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۲ص ۲۶۷

۲۔ایضاً، ج ۱۰ص ۲۹۵

۳۔ایضاً، ج ۲۸ص ۳۲۱-۳۲۰

اب جتنے ہاتھ کا رقبہ لیا جائے اُن سب پیانوں سے اس کی مقدار یہیں سے ظاہر ہوگی مثلاً دہ دردہ کیلئے ان مقادیر کو ۱۰۰ میں ضرب کرو تو گز ۲۵ ہوئے اور فٹ سوا دو سو علیٰ ہذا القیاس، یہاں سے حساب مذکور سوال کی غلطی کا اندازہ ہوسکتا ہے وہ دہ دردہ حوض اس صحیح پیمانے سے ۳۲۴۰۰ انچ ہوگا اور جو ہاتھ سترہ انچ ہے اس سے سو ہاتھ صرف اٹھائیس ہزار نو سو (۲۸۹۰۰) انچ ہوگا ساڑھے تین ہزار انچ کا فرق پڑے گا جس کے چار ہزار چھ سو چھیاسٹھ انگل اور دو تہائی ہوئے نہ کہ صرف اٹھاون، اور جو ہاتھ ۷۱۰ انچ ہے اس سے سو ہاتھ تیس ہزار پانچ سو پچیس انچ ہوگا پونے انیس سو انچ کم جس کے ڈھائی ہزار انگل ہوئے نہ کہ فقط چھتیس وقس علیہ۔‘‘[۱]

۱۔ احمد رضا، مولانا، فتاویٰ رضویہ، ج ۲ ص ۲۷۴-۲۷۵

(iii) ریاضیاتی طبیعیات (Mathematical Physics)

علم الطبیعیات کی وہ شاخ جس میں ریاضی کے فارمولے استعمال کر کے علم الطبیعیات کے مسائل حل کئے جاتے ہیں

"The application of mathematics to problems in physics and the development of mathematical methods suitable for such applications and for the formulation of physical theories."[1].

ریاضیاتی فزکس کا استعمال علم الطبیعیات کی تمام شاخوں میں ہوتا ہے جیسے

☆ hydrodynamics,

☆celestial mechanics,

☆elasticity theory,

☆acoustics,

☆thermodynamics,

☆electricity,

☆magnetism, and

☆aerodynamics.

مولانا احمد رضا خان ماہر طبیعیات کے ساتھ ساتھ ماہر ریاضی دان بھی تھے آپ نے ریاضی کی کئی شاخوں پر کام کیا۔حتی کہ آپ کے زمانہ کے مشہور ریاضی دان ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی ریاضی کے مشکل ترین مسائل آپ سے حل کرواتے تھے اور آپ کی ریاضی میں مہارت کے معترف تھے۔[۲] آپ نے ریاضی میں مندرجہ ذیل علمی شہکار چھوڑے۔

ہندسہ

۱ .اَشْکَالُ الْاَ قُلِیْدسُ لِنکسِ اَشْکَالِ الْاَقْلِیْدس

اقلیدس کے بعض اشکال پر اعتراض ۱۳۰۶ھ عربی

۲ .اَعَالِی الْعَطَایَا فِی الْاَضْلَاع وَالزَّوَایَا

....

1.American Institute of Physics,"Mathimatical Physics"U.S.A from:http://jmp.aip.org/jmp/staff.jsp.Acessed on May 5,2012.

۲. ظفر الدین بہاری،مولانا،حیات اعلیٰ حضرت، ج۱ص۶۴

مثلث مسطح اور کروی وغیرہ کا بیان	١٣١٩ھ	فارسی	مجلس رضا، لاہور
٣. اَلْمَعْنٰی الْمجلی لِلْمغْنِی وَالظِّلّی	١٣٢٧	//	قلمی
۴. حا شیہ اُصُولُ الْھِنْدسَہ		عربی	قلمی
۵. تَحْرِیْرُ الْاَقْلِیدس[١]		//	//

حساب

١. اَلْجُمَلُ الدَّائِرَہ فِی خُطُوْطِ الدَّائِرَہ		فارسی	قلمی
٢. اَلْکَلامُ الْفَہِیْمُ فِیْ سَلَاسِلِ الْجَمْعِ وَالتَّقْسِیْم	١٣١٩ھ	عربی	//
٣. مَسْئُوْلِیَاتُ السِّھَامِ		فارسی	//
۴. حاشیہ خزَانَۃُالْعِلْم[٢]		//	//

ریاضی

١. جَدَاوَلُ الرِّیَاضِی	//	عربی	قلمی
٢. زَاوِیَۃُاِخْتَلَافِ الْمَنْظَر		فارسی	//
٣. عَزْمُ الْبَازِیْ فِی جَوِّالرِّیَاضِی مختلف علوم ریاضی میں نفیس تحریر	//	//	
۴. کُسُوْرِ اِعْشَارِیَہ	١٣٢٩ھ	//	//
۵. اَلْکَسْرُ الْعَشْرِی		عربی	//
٦. معدن علومی در سنین ھجری، عیسوی ورومی[٣]		اردو	//

علم مثلث

١. تلخیص علم مثلث کروی	١٣٣٢ھ	فارسی	مجلس رضا، لاہور
٢. رسالہ در علم مثلث کروی	١٣٢٩ھ	//	//
٣. وجوہ زوایا مثلث کروی		//	//

....

١۔ عبدالمبین نعمانی، مولانا، المصنّفات الرّضویۃ، ص ۴٢

٢۔ ایضاً، ص ۴٣

٣۔ ایضاً۔

۴. رسالہ علم مثلث کروی[۴] // //

نوٹ: یہ چاروں رسائل اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا کے نام سے یکجا مرکزی مجلس رضا سے ۱۴۰۴ھ میں پہلی بار شائع ہوئے ہیں۔

لوگارثم

۱. رسالہ در علم لوگارثم ۱۳۲۵ھ اردو //

۲. ستین ولوگارثم[۱] ۱۳۲۳ھ غیر مطبوعہ

جبر ومقابلہ

۱. حَلُّ الْمَعَادِلَاتِ لِقَوِیِّ الْمُکَعَّبَات فارسی غیر مطبوعہ

جبر ومقابلہ کے درجہ سوم پر نظر

۲. رسالہ جبر و مقابلہ // //

۳. حاشیہ اَلْقَوَاعِدُالْجَلِیْلَہ فِی الْاَعْمَالِ الْجَبْرِیہ[۲] عربی //

ارثماطیقی

۱. کتابُ الارِثْمَاطِیْقی فارسی //

۲. اَلْبَدُوْرُفِی اَوْجِ الْمَجْذُوْر // //

۳. اَلْمَوْهَبَاتِ فِی الْمُرَبَّعات[۳] عربی //

مندرجہ بالا رسائل کے علاوہ فتاوٰی رضویہ میں ریاضیاتی طبیعیات کے نمیریکلز موجود ہیں، اب مولانا احمد رضا خان کی ریاضیاتی طبیعیات میں خدمت کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہو۔

زمین کی مساحت میں مولانا احمد رضا خان کی تحقیق

زمین کی پیائش ریاضی کے قوانین کو استعمال کر کے کی جاتی ہے مختلف ادوار میں مختلف ریاضی دانوں نے مختلف کلیئے ایجاد کئے کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ بتائی۔ اصول علم ہیئت میں دو کھرب ساٹھ ارب اکسٹھ کروڑ تیس لاکھ بتائی گئی ہے مولانا احمد رضا خان نے بھی جدید اصولوں کو مدنظر رکھ کے زمین کی پیائش کی تو اس قدر آئی جو اصول علم ہیئت میں بیان کی گئی

۴۔ عبدالمبین نعمانی، مولانا، المصنفات الرّضویہ، ص ۴۳

۱۔ ایضاً، ص ۴۲

۲۔ ایضاً، ص ۴۴

۳۔ ایضاً۔

اورآپ نے زمین کی پیائش کے دوطریقے بیان کئے ان میں جوآسان ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔آپ لکھتے ہیں۔

''ص (عہ) صفحہ ۲۶۶ میں اس سے بھی زائد بتائی دو کھرب ساٹھ ارب اکسٹھ کروڑ تیس لاکھ میل مگر ہم نے مقررات جدیدہ پر حساب کیا تو اُسی قدر آئی ہم نے اپنے رسالہ اَلْھَنِئی النَمِیُر (ف) میں ذکر کیا ہے کہ لوقطر +۰٫۴۹۷۱۴۹۹= لومحیط، اور اصول الہندسہ مقالہ ۷ شکل ۱۰ میں ہے کہ سطح قطر و محیط دائرہ عظیمہ سطح کرہ، اور اسی کی شکل ۱۴ میں ہے کہ ۶/سطح کرہ x قطر = مساحت جرم کرہ لہذا لوگارثم مذکور سے ۶ کا لوگارثم ۰٫۷۷۸۱۵۱۳ کم کر کے سہ چند لوگارثم قطر میں شامل کیا ۳ لوقطر + ۱٫۷۱۸۹۹۸۶ = لومساحت کرہ ہوا، تفتیش تازہ ترین زمین کا قطر معدل ۷۹۱۳٫۰۸۶ میل ہے۔لو ۳٫۸۹۸۳۴۵۹ x ۳ = ۱۱٫۶۹۵۰۳۷۷ + ۱٫۷۱۸۹۹۸۶ آ = ۱۱٫۴۱۴۰۳۶۳ عدد ۲۵۹۴۳۹۶۶۰۰۰۰ و ھو المطلوب

(عہ)

نوٹ: ہمارا یہ طریقہ مختصر ہے۔''[1]

پس مولانا احمد رضا نے جو زمین کی ہے وہ ۲۵۹۴۳۹۶۶۰۰۰۰ میل ہے

سورج کا قطر

اصول علم الھیأۃ اور حدائق نجوم کے حوالے سے سورج کا قطر ذکر کیا۔پھر بتایا کہ ہمارے نزدیک سورج کا قطر ۸۶۶۶۵۵۴٫۲ میل ہے،آپ لکھتے ہیں۔

''اصول علم الھیأۃ میں قمر کو زمین کا ۱/۴۹ لکھا اور بالتوفیق ۰٫۰۲۰۳۴ حدائق النجوم ۰٫۰۲۰۳۶ میں شمس اس کے نزدیک زمین کے ۱۲۴۵۱۳۰ مثل ہے اسے ۰٫۰۲۰۳۴ پر تقسیم کیے سے آفتاب ۶۱۲۱۵۸۴۳ قمر کی مثل ہوا اور ہمارے حساب سے کہ قطر شمس ۸۶۶۶۵۵۴٫۲ میل ہے اور قطر قمر ہنس نے ۲۱۶۱ میل بتایا کمافی اصول الھیأۃ تو شمس ۶۴۴۷۹۶۶۷ قمر کے برابر ہوا بہرحال چھ کروڑ چاند کے بموجب سب سے لاکھوں کی قدر ہے۔''[2]

جاذبیت کے باطل ہونے پر ریاضیاتی دلیل

مولانا احمد رضا خان کا کہنا ہے کہ جاذبیت کے باطل ہے اور اسکے بطلان پر پہلی دلیل سورج ہے۔آپ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ریاضیاتی طبیعیات کو استعمال کیا اور بڑی تفصیل سے بیان کیا،آپ رقمطراز ہیں۔

''جاذبیت کے بطلان پر پہلا شاہد عدل آفتاب ہے اس کے مدار میں جسے وہ مدار زمین سمجھتے ہیں ایک نقطہ مرکز زمین سے غایت بعد پر ہے جسے ہم اوج کہتے ہیں اور دوسرا نہایت قرب پر جسے حضیض ان کا مشاہدہ ہر سال ہوتا ہے تقریباً سوم جولائی کو آفتاب زمین سے اپنے کمال بعُد پر ہوتا ہے اور سوم جنوری کو نہایت قرب پر یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے تفتیش جدیدہ میں شمس کا بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے ۴۵ ثانیے

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۲۷ص ۲۸۱

۲۔ایضاً،ج ۲۷ ۲۳۷-۲۳۸

یعنی ۵۲۱۲ء۲ ہے تو بعد ابعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بعد اقرب ۹۱۳۴۱۹۷۴ میل تفاوت ۳۱۱۶۰۵۲ میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے فوکز اسفل میں شمس ہے جیسا کہ ہیأت جدیدہ کا زعم ہے تو اول ان کی سمجھ کے لائق یہی سوال ہے کہ زمین اتنے قوی عظیم شدیدہ ممتد ید ہزار ہا سال کے متواتر جذب سے کھینچ کیوں نہ گئی۔ ہیأت جدیدہ میں آفتاب ۱۲ لاکھ ۳۵ ہزار ۱۳۰ زمینوں کے برابر اور بعض نے دس لاکھ بعض نے چودہ لاکھ دس ہزار لکھا اور ہم نے مقررات جدیدہ پر بربنائے اصل کروی حساب کیا تو تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر آیا۔

بہر حال وہ جرم کہ اس کے ۱۲ لاکھ حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں اس کی کیا مقاومت کر سکتا ہے تو گرد دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اس میں مل جانا کیا ۱۲ لاکھ اشخاص مل کر ایک کو کھینچیں اور وہ دوری چاہے تو بارہ لاکھ سے کھنچ نہ سکے گا بلکہ ان کے گرد گھومے گا اور کامل علمی رَد یہ ہے کہ کسی قوت کا قوی پڑ کر ضعیف ہو جانا محتاجِ علت ہے اگر چہ اسی قدر کہ زوال علت قوت جب کہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آ کر ۳۱ لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئی حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر آ کر اس کی قوت سست پڑے اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر اتنی ہی دور ہو جائے شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب (چارہ) زیادہ ملتا ہے قوت تیز ہوتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے اسے کھینچ کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑ جائے اور ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف انقسام پائے اس پر یہ مہمل عذر پیش ہوتا ہے کہ نقطہ حضیض پر نافریت بہت بڑھ جاتی ہے وہ زمین کو آفتاب کے نیچے سے چھڑا کر پھر دور لے جاتی ہے۔"[۱]

نیوٹن کی ریاضی دانی کا مولانا احمد رضا خان کی ریاضی دانی سے موازنہ

نیوٹن نے لکھا اگر زمین کو اتنا دباتے کہ مسام بالکل نہ رہتے تو انکی مساحت ایک انچ مکعب سے زیادہ نہ ہوتی جب یہ عظیم کرہ جس کی مساحت دو کھرب انسٹھ ارب تینتالیس کروڑ چھیانوے لاکھ ساٹھ ہزار میل ہے دب کر ایک انچ رہ جاتا تو ہوا کہ اس سے کثافت میں ہزاروں درجے کم ہے کیا ایک تل بھر پھیل کر کروڑوں مکانوں کو نہ بھر سکے گی۔"[۲]

نیوٹن کا ردّ صریح

مولانا احمد رضا خان نے نیوٹن کے قاعدہ کو ذکر فرما کر اہل انصاف کو فیصلہ کرنے کی دعوت دی ہے کہ نیوٹن نے کس قدر خارج از عقل بحث کی ہے پھر نہ صرف نیوٹن کی غلطی پر متنبہ کیا بلکہ اس کا پانچ طریقوں کے ذریعے رد کیا۔ جو کہ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۳۰۴

۲۔ ایضاً، ج ۲۷ ص ۲۸۱

مندرجہ ذیل ہیں۔

''تنبیہ لطیف

اقول :اہل انصاف دیکھیں سردار ہیأت جدیدہ نیوٹن نے کیسی صریح خارج از عقل بات کہی کرہ زمین اگر دب کر ایک انچ مکعب رہ جائے تو۔

اولاً: یہ سارا کُرہ کہ کھربوں میل میں پھیلا ہوا ہے صرف ایک لاکھ دس ہزار پانچ سو بانوے (۱۱۰۵۹۲)، ذروں کا مجموعہ ہو، ہر ذرہ بال کی نوک کے برابر اس لیے کہ گز ۴۸ اڑتالیس انگل ہے، ہر انگل ۶ جَو، ہر جو دم اسپ ترکی کے ۶ بال، تو گز ۱۷۲۸ بال کی نوک ہے اسے ۳۶ پر تقسیم کیے سے انچ میں ۴۸ بال ہوئے تو زمین کہ صرف ایک انچ مکعب کے لائق ہے ۱۱۰۵۹۲ ذروں کا ہی مجموعہ ہوئی یہ کیسا کھلا باطل ہے، اتنے ذرے تو اب ایک انچ مکعب مٹی میں ہوں گے باقی کھربوں میل کا پھیلاؤ کدھر گیا، یوں نہ ظاہر ہوتا ایک خط میں دیکھ لیجئے جب کرہ زمین ایک انچ ہوتا اس کا قطر تقریباً سوا انچ ہوتا یعنی ۲۴۰۷۰۰۹ء۱ جس میں بال کی نوک کے برابر ذرے صرف ۵۵۳۶۴۵ء۵۹ ہوسکتے پورے ساٹھ سمجھئے، بس یہ کائنات قطر زمین کی ہوتی اور اب ایک انچ طول کی خاک میں گن لیجئے اتنے ذرے فی الحال موجود ہیں تو باقی ہزار میل کا خط کہاں سے بنا۔

ثانیاً: جب قطر میں ۶۰ ہی ذرے ہوئے اور وہ ہے ۱۲۰ درجے اور زمین کا درجہ قطریہ ۶۶ میل کے قریب ہے یعنی ۲۳۹۴ء۶۵ میل کے نصف قطر معدل ۵۴۳ء۳۹۵۶ میل ہے تو سبب اُس سمٹنے کے بعد پھیل کر حالت موجودہ پر آتی ہر ذرہ دوسرے سے ۱۳۲ میل کے فاصلے پر ہوتا تو زمین محسوس ہی نہ ہوسکتی۔

ثالثاً: اگر بفرض غلط یہ منزلوں کے فاصلے پر ایک ایک ذرہ دوسرے سے جدا نظر بھی آتا تو کوئی مجنون ہی اسے جسم واحد گمان کرتا۔

رابعاً: زمین پر انسان حیوان کا بسنا چلنا درکنار، کوئی مکان تعمیر ہونا محال ہوتا کہ ہر ذرے کے بیچ میں ۱۳۲ میل کا خلا ہے۔

خامساً: اگر لوگ ہوا میں معلق بستے بھی تو امریکہ کے ہندوستان سے دکھائی دیتے اور ہندوستان کے امریکہ سے، اور شمس وقمر کو کواکب کا طلوع غروب سب باطل ہوتا کہ منزلوں کے خلا میں متفرق ذرے کیا حاجب ہوتے۔ یہ سب حالتیں زمین کی حالت موجودہ میں لازم ہیں کہ یہ وہی حالت تو ہے جو سمٹ کر پھیلنے کے بعد ہوتی۔ سمٹنے سے اجزاء کم وبیش نہیں ہوجاتے تو اب بھی قطرِ زمین وہی ۶۰ ذرے بھر ہے اور سارے کُرے میں کل جمع ۱۱۰۵۹۲ ذرّے اگر کہے اجزائے دیمقراطیسیہ بال کی نوک سے چھوٹے ہیں تو وہ قطر میں ۶۰ نہیں بہت ہیں۔

اقول :ایسے کتنے بہت ہیں ایسے کتنے چھوٹے ہیں ذہنی تقسیم میں کلام نہیں جس پر کہیں روک نہیں، ایک خشخاش کے دانہ پر دائرہ عظیمہ لے کر اس کے ۳۶۰ درجے، ہر درجے کے ۶۰ دقیقے، ہر دقیقے کے ۶۰ ثانیے یوں ہی عاشرے اور عاشرے کے عاشرے تک جتنے چاہیے حساب کر لیجئے کیا یہ جس میں متمایز ہوسکتے ہیں۔ یہ فلک شمس جسے تم مدار زمین کہتے ہو جس کا

محیط دائرہ ۵۸ کروڑ میل سے زائد ہے۔ ہم فصل اول میں ثابت کریں گے کہ اس کا عاشرہ ایک بال کی نوک کے سوا لاکھ حصوں سے ایک حصہ ہے۔ تقسیم حسی میں کلام ہے جس کا انتفا اجزاء دیمقراطیسیہ میں لیا گیا ہے اور شک نہیں کہ بال کی نوک کا پچاسواں حصہ بھی حساً جدا نہیں ہوسکتا تو جز دیمقراطیسی زیادہ سے زیادہ ایک ذرے میں پچاس رکھ لیجئے۔ نہ سہی ہر بال کی نوک میں ۱۳۲ فرض کیجئے اب تو کوئی گلہ نہ رہا اور کاسے میں آش بدستور، جب ہر ذرہ دوسرے سے ۱۳۲ میل کے فاصلے پر تھا اب ہر جز دوسرے سے میل میل بھر کے فاصلے پر ہوا، اب کیا اس کا قطر بال کی ۶۰ نوک سے بڑھ جاتا ہے، ایک نوک کے حصے کتنے ہی ٹھہرا لو اب کیا زمین محسوس ہوسکتی۔ اب کیا جسم واحد سمجھی جاتی، اب کیا اس پر کھڑا ہونا یا مکان ممکن ہوجاتا اب کیا ادھر کی آبادی ادھر نظر نہ آتی۔ اب کیا چاند سورج یا کوئی تارا غروب کرسکتا، ہر دو جز میں ایک میل کا فاصلہ کیا کم ہے، ملاحظہ ہو یہ ہیں ان کی تحقیقاتِ جدیدہ اور یہ ہیں ان کے اتباع کی خوش اعتقادیاں کہ متبوع کیسی ہی بے عقلی کا ہذیان لکھ جائے یہ امنّا کہنے کو موجود۔''[۱]

مولانا احمد رضا خان کی ریاضیاتی طبیعیات (Mathematical Physics) میں مہارت کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۷ ص ۲۸۲

فصل دوم

آبی طبیعیات

(*Hydrophysics*)

In Physics, **fluid dynamics** is a sub-discipline of fluid mechanics that deals with fluid flow—the natural science of fluids (liquids and gases) in motion. It has several subdisciplines itself, including aerodynamics (the study of air and other gases in motion) and hydrodynamics (the study of liquids in motion).[1]

مائعیاتی طبیعیات کا اطلاق بہت وسیع ہے جیسے

☆ Including calculating forces and moments on aircraft,

☆ Determining the mass flow rate of petroleum through pipelines,

☆ Predicting weather patterns,

☆ Understanding nebulae in interstellar space,

☆ Reportedly modeling fission weapon detonation,

☆ Some of its principles are even used in traffic engineering, where traffic is treated as a continuous fluid.

مائعیاتی طبیعیات کے تحت پانی کی نیچر، اقسام، رنگ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے علم الطبیعیات کی شاخ مائعیاتی طبیعیات پر مندرجہ ذیل رسالے لکھے۔

☆ ''اَلدِّقَّۃُ وَالتِّبْیَانُ لِعِلْمِ الرِّقَّۃِوَالسَّیْلَان ۱۳۳۴ ھ

☆ ''اَلنُّوْرُ وَالنُّوْرِقُ لِاَسْفَارِ الْمَاءِ الْمُطْلَق

اس رسالہ میں دو ضمنی رسائل اور بھی موجود ہیں۔

☆ ''عَطَاءُ النَّبِیُّ لِاَفَاضَۃِ اَحْکَامِ مَاءِ الصَّبِیِّ''

☆ ''اَلدِّقَّۃُوَالتِّبْیَانِ لِعِلْمِ السَّیْلَانِ''

اول الذکر رسالہ میں بالخصوص ماء مطلق ومقید، رقت وسیلان اور ماء مستعمل کی ابحاث قابل دید ہیں جن کے مطالعہ سے مولانا احمد رضا خان کے وسعت مطالعہ، دقت نظر، اصابت فکر اور مہارت علمی کا واضح پتہ چلتا ہے۔ مؤخر الذکر قدیم وجدید معلومات کا ایسا مجموعہ جو ماء مطلق کی مکمل وضاحت کرتا ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا رسالے فتاوٰی رضویہ کی جلد دوم اور سوم میں موجود ہیں۔

1. English Wikipedia,"*fluid_dynamics*:"from:htt//en.wikipedia.org/wiki/Fluid_dynamics, Acecessed on July 25 2012.

(i) پانی کی ماہیئت (Water of Nature)

مولانا احمد رضا خان نے پانی کی طبیعت اور ماہیئت کے بارے میں مختلف ابحاث، پانی کے طبعی خواص اور دوسرے مائعات کے بارے میں زبردست تحقیق کی۔ یہاں تین بحثوں کو مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

بحث اول معنیٰ طبیعت کے بارے میں

بحث دوم طبع آب کی تعیین میں

بحث سوم معنی رقّت وسیلان کی تحقیق اور اُن کے فرق کے بارے میں

بحث اوّل معنی طبیعت۔

مولانا احمد رضا خان نے پانی کی ماہیئت کی تحقیقات میں دوسرے ماہرین طبیعیات کے نظریات کے ساتھ موازنہ بھی کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے، آپ لکھتے ہیں:

طبع آب سے مراد اس کا وہ وصف ہے کہ لازم ذات ومقتضائے ماہیت ہو جس کا ذات سے تخلف ممتنع ہو۔

سید طحطاوی اور سید شامی نے فرمایا پانی کی طبیعت یعنی اس کا وہ وصف جس پر اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا ہے۔[1]

آپ مندرجہ بالا پانی کی طبیعت بیان کر کے لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ یہ تعریف رنگ، ذائقہ اور بُو پر مشتمل ہے حالانکہ کسی نے ان چیزوں کو پانی کی طبیعت میں شمار نہیں کیا اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ایسے پانی سے وضو جائز نہ ہو جو بدبودار ہو چکا ہو یا زیادہ دیر پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہو چکا ہو کیونکہ اس وجہ سے وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج ہو چکا ہے حالانکہ یہ بات معتبر اجماع کے خلاف ہے۔ اور اس چند محالات لازم آئیں گے۔''[2]

پھر لکھتے ہیں:

''ان محالات میں سے ایک یہ کہ لازم آئے گا کہ گرم یا ٹھنڈا پانی، خواہ ہوا سے سرد ہو، سے وضو جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ پانی اپنی اصلی طبیعت سے خارج ہو چکا ہے کیونکہ اس وصف پر باقی نہ رہا جس پر اس کو پیدا کیا گیا تھا یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ پانی کی پیدائش گرم تھی یا سرد تھی یا معتدل تھی جو بھی قرار دی جائے تو دوسری دو صورتوں میں وضو جائز نہ ہوا الاّ یہ کہ یوں کہا جائے کہ پانی کی طبیعت صرف تین وصف رنگ، بُو اور ذائقہ ہیں اور کوئی وصف گرم، سرد وغیرہ معتبر نہیں ہے کیونکہ پانی کے یہی تین وصف متعارف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے اوصاف کا جب ذکر ہوتا ہے تو یہی

۱۔ شامی، امین ابن عابدین، رَدُّالمُختَار، بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۲ء، ج ا ص ۱۹۷

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۴۲

تینوں اوصاف متعارف ہوتے ہیں۔''[۱]

بحث دوم: طبع آب کی تعیین،

مولانا احمد رضا خان پانی کی طبیعت کو بیان کرنے کے بعد بتاتے ہیں کہ پانی کی طبیعت سے مراد کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں

''عامہ علماء نے اسے رقت وسیلان سے تفسیر کیا اور یہی صحیح ہے۔۔۔۔طبعِ آب رقت وسیلان ہے۔''[۲]

مولانا احمد رضا خان اپنے قول کی تائید میں مختلف ماہرین کے اقوال پیش کرتے ہیں

''عبدالحلیم نے صرف رقت کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے۔''[۳]

تاویل

''ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ رقت سیلان کو مستلزم ہے،اور بعض حضرات نے صرف سیلان کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے ۔میں کہتا ہوں کہ اس قول کو پانی کے معینہ سیلان پر محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ سیلان رقّت کو مستلزم ہے اس پر غنیّۃ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت جلد بہنا ہے۔''[۴]

قول مخالف

مولانا احمد رضا خان یوں رقمطراز ہوتے ہیں

''یہ تمام مسالک ایک ہی چیز کی طرف راجع ہیں مگر یہاں ان کے مخالف بھی قول ہے جیسا دُر اور دُرر میں ہے کہ پانی کی طبیعت سیلان،سیرابی،اور اگانا ہے''[۵]

مخالفین میں کون کون ہیں

۱۔الوانی نے اس لئے صرف انبات کو لیا ہے اور سیرابی کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ انبات کو سیرابی لازم ہے اور سیرابی کو انبات لازم نہیں ہے کیونکہ شربت سیراب تو کرتے ہیں لیکن انبات نہیں کرتے۔

۲۔جوہرہ میں ہے کہ پانی کی طبیعت رقّت،سیلان اور پیاس بجھانا ہے۔

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۳ ص ۴۲

۲۔ایضاً،ج ۳ ص ۴۲

۳۔ایضاً،ج ۳ ص ۴۳

۴۔ایضاً۔

۵۔ایضاً۔

۳۔خزانۃ المفتیین میں الاختیار شرح المختار سے منقول ہے کہ پانی کی طبیعت سیال تر کرنا اور پیاس بجھانا ہے۔

۴۔مراقی الفلاح میں ہے کہ پانی کی طبیعت رقت، سیلان، سیراب کرنا اور اگانا ہے۔[۱]

ردّ مخالف

سید طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ انہوں نے شرح میں صرف رقّت اور سیلان کو ہی ذکر کیا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے اس لئے کہ آخری دونوں یعنی سیراب کرنا اور انبات (اگانا) سمندر کے نمکین پانی میں نہیں پائے جاتے۔[۲]

قول مخالف پر تعجب اور ردّ

مولانا احمد رضا خان نے قول مخالف کا یوں رد فرمایا۔

۱۔اقول: تعجب ہے کہ بنایہ نے صرف سیرابی پر اکتفا کیا ہے جہاں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت سیراب کرنا ہے کیونکہ اس سے پیاس بجھتی ہے اور انہوں نے کہا کہ بعض نے پانی کو قوتِ سرایت کہا ہے۔

۲۔میں کہتا ہوں کہ یہ تو پانی کی رقت اور سیلان کا معاملہ ہے، اس کو کمزور بنانا اور ایسی چیز کو طبیعت بتانا جس کا یہاں کوئی تعلق نہیں ہے تعجب انگیز بات ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض نے پانی کی طبیعت غیر متلون (بے رنگ) ہونا بتایا ہے۔

۳۔میں کہتا ہوں کہ یہ بات مشاہدہ اور شہرت دونوں کے خلاف ہے اور کتب میں پانی کے رنگ کا بار بار ذکر ہے امام طحاوی نے صحیح مرسل کے طور پر راشد بن سعد سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی کو ناپاک کرنے والی کوئی چیز نہیں ماسوائے اس کے جو اس کے ذائقہ، بو اور رنگ پر غالب ہو جائے۔[۳]

حدیث پاک سے دلیل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی کو ناپاک کرنے والی کوئی چیز نہیں ماسوائے اس کے جو اس کے ذائقہ، بو اور رنگ پر غالب ہو جائے۔[۴] [۵]

ایک اور مخالف قول

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۴۴

۲۔ایضاً، ج ۳ ص ۴۵

۳۔ایضاً، ج ۳ ص ۴۴

۴۔طحاوی، ابو جعفر، شرح معانی الآثار، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ص ۱۶

۵۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۴۵

''بعض نے کہا کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اس میں اُبلنے کی صلاحیت باقی ہو۔

اس کوطبیعت سے خارج کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس میں ابلنے کا اثر باقی نہ رہے۔ کمزور ترین نسخے میں ایسے ہی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اُبالنے میں وہ بلند وپست ہوسکے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی رقت وسیلان کا اثر ہے واللہ اعلم

الوانی، ابوالسعود، ط اورش نے جواب یہ دیا کہ اس کی طبیعت میں انبات ہے مگر اس کا عدمِ انبات کسی عارض کی وجہ سے ہے، جیسے گرم پانی میں ہوتا ہے۔

اس کو خادمی نے رد کیا کہ گرم پانی کی طرح سمندری پانی اپنی طبیعت سے زائل نہیں ہوا ہے کسی عارض کی وجہ سے، بلکہ اگر اس کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تب بھی اس میں عدمِ انبات ہے

میں کہتا ہوں یہ بات مدلل ہے کہ اصل عارض کا نہ ہونا ہے اگر چہ اس پر استدلال اللہ تعالیٰ کے قول **وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَحْجُوْرًا** سے تام نہیں ہوتا۔[۱] [۲]

کیونکہ مرج کے معنی ملانے اور چھوڑنے کے ہیں، اور یہ لازم نہیں کہ یہ صورت ان کی ابتداءِ تخلیق میں ہو، بلکہ ان میں سے کسی ایک کو عارض کی وجہ سے متغیر ہونے کے باعث ہو واللہ تعالیٰ اعلم، تو اگر خادمی اسی پر اکتفا کر لیتے تو یہ اس دعویٰ کا رد ہو جاتا کہ یہ تینوں چیزیں پانی کی طبیعت ہیں، لیکن انہوں نے اس سے قبل نقض کا ارادہ کیا وضو کے ناجائز ہونے کے بارہ میں متن کے قاعدہ پر، لیکن معاملہ اُلٹ ہو گیا، اس لئے کہ انہوں نے تردید کی اور تفریق کی، پس فرمایا اگر تینوں کا من حیث المجموع کا ارادہ کیا جائے تو اس کا رد سمندر کے پانی سے کیا جائے گا، کہ اس میں نہ اگانا ہے اور نہ زرخیزی، اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی وغیرہ سے رد ہوگا کہ اس میں سیراب کرنا ہے لیکن اس سے وضو جائز نہیں۔[۳]

مولانا احمد رضا خان مختلف اعتراضات قائم کر کے ان کے جوابات دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''پھر میں کہتا ہوں کہ جو لوگ پانی کی طبیعت میں رقت اور سیلان پر دو چیزوں کی زیادتی کا قول کرتے ہیں وہ فی نفسہ پانی کی طبیعت کا ارادہ کرتے ہیں نہ کہ اُس طبیعت کا کہ اگر وہ نہ ہو تو وضو جائز نہ ہو، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب وہ فروع کے بیان پر آتے ہیں تو معاملہ کو رقت وسیلان پر ہی مبنی کرتے ہیں، اور ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ اگر پانی میں اُگانی اور سیراب کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا، اس سے معاملہ صاف ہو گیا **وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ**[۴]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۴۶

۲۔ فرقان: ۵۳

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۴۶

۴۔ ایضاً۔

بحث سوم معنی رقّت وسیلان کی تحقیق اور اُن کا فرق

علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں کہا (جامد میں غلبہ کا تحقق پانی کو اُس کی رقّت سے خارج کرنے پر ہے) پس وہ کپڑے میں سے نچوڑا نہ جاسکے گا (اور اس کا سیلان) سے اخراج یہ کہ وہ اعضاء پر پانی کی طرح بہہ نہ سکے گا ۔

میں اوّلاً کہتا ہوں کہ سیلان کی نسبت کپڑے سے نچوڑا جانا تحقق کے اعتبار سے اخص ہے تو وہی نچوڑا جاسکتا ہے جو بہتا ہو، اور ہر بہنے والی چیز کا نچوڑا جانا لازم نہیں، جیسے تیل، گھی، دودھ اور شہد، یہ سب بہنے والی چیزیں ہیں کیونکہ یہ مائع ہیں اور مائع کا مطلب ہی بہنے والی چیز ہے یا مائع سیلان سے اخص ہے،

قاموس میں ہے

مَاعَ الشَّیْءُ یَمِیْعُ۔ ''زمین پر کسی چیز کا پھیل کر بہنا'' ۔[۱]

تاج العروس میں ہے

جیسے پانی اور خون ۔ [۲]

اور قاموس میں ہے

سَالَ یَسِیْلُ سَیْلًا وَسَیْلَانًا، ''جاری ہوا'' ۔[۳]

اوران میں سے کسی چیز کو نچوڑا نہیں جاتا ہے اور اسی لئے نجاست حقیقیہ کو اِن سے پاک کرنا جائز نہیں۔'' [۴]

اب مولانا احمد رضا خان کے پانی کی رقت اور سیلان کے بارے میں چند کلیات کو بطور استشہاد بیان کیا جاتا ہے۔

پانی کے سیلان کا دیگر مائعات سے موازنہ

صاف پانی جس میں کوئی چیز ملی نہ ہو اور وہ اپنی اصلی صفت سے متغیر نہ ہوا ہو اور یہ مائعات اس کی طرح نہیں بہتے کیونکہ پانی زیادہ پتلا ہے، بہرحال وہ چیز جو پانی کی طرح بہے تو ضروری ہے کہ وہ پانی کی طرح نچڑے تو اگر ہر نچڑنے والی چیز پانی کی طرح بہتی ہو تو رقت اور یہ سیلان مساوی ہو جائیں گی ورنہ تو رقت اعم ہوگی اور ہر صورت میں کوئی محذور لازم نہ آئے گا، کیونکہ جب رقت منتفی ہوگی تو سیلان منتفی ہوگا، نتیجہ یہ کہ سیلان کا ذکر مستدرک ہوگا، بر تقدیر اُس کے خاص ہونے کے اور تساوی کی شکل میں تو متساوین کے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں ۔[۵]

۱۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، **القاموس المحیط**، مصر: مصطفٰی البابی، ج۳ص۸۹

۲۔ زبیدی، سید مرتضی، **تاج العروس فی جواھر القاموس** 'بیروت: داراحیاء التراث العربی' ج۵ص۵۱۶

۳۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، **القاموس المحیط**، ج۴ص۴۱۰

۴۔ احمد رضا، امام، **فتاوٰی رضویہ**، ج۳ص۵۰

۵۔ ایضاً، ج۳ص۵۲

مَیں کہتا ہوں کہ اس سیلان کو پانی والے سیلان پر محمول کیا جائیگا جس کو رقت لازم ہے۔ میں کہتا ہوں دونوں مختلف ہیں، سیلاب کے پانی کی رقت میں نچڑنے کی وہ صلاحیت نہیں جو خالص پانی کی رقت میں ہے سیلاب کے پانی کی رقت دودھ کی رقت جیسی ہے۔[۱]

مادے کے اجزاء کے درمیان اتصال

وَاَنَا اَقُوْلُ: وَبِاللّٰہِ التَّوفِیْقُ وَبِہٖ الْوُصُوْلُ اِلٰی ذَرْیِ التَّحْقِیْق (میں کہتا ہوں اوراللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جا سکتا ہے۔ت) اہل سنت حفظہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے۔[۲]

فقیر نے بحمد للہ تعالیٰ اپنے فتاوٰی کلامیہ میں اسے قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علماء متکلمین کی نظر اب تک نہ گئی تھی فِیْمَا اَعْلَمُ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اِذْلَمْ اَقِفُ عَلَیْہِ فِی کَلَامِہِمْ (اس میں جو میں جانتا ہوں اور اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس معاملہ میں ان کے کلام میں واقفیت حاصل نہ کر سکا۔ت) مگر اتصال حسی ضرور ہے جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ النمیق الانقی میں بیان کیا ہے۔[۳]

تمام احکامِ دین و دنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں، یہ اتصال دو قسم ہے: قوی و ضعیف۔

۱۔اتصال قوی

قوی یہ کہ جب تک خارج سے کوئی سبب نہ پیدا ہو انفکاک نہیں ہوتا، ایسی ہی شی کا نام جامد ہے۔ پھر یہ خود قوت وضعف میں بریان پاپڑ سے لے کر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہے مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بخود اس کے اجزا بکھر جائیں یا بہ کر اُتر جائیں۔[۴]

۲۔اتصال ضعیف

ضعیف یہ کہ محض مجاورت کے سوا اجزا میں عام بستگی و گرفتگی نہ ہو دل پیدا کرنے والا تراکم کہ اجزا یکے بالائے دیگرے ہیں جگہ نپانے کی باعث ہو گنجائش ملتے ہی اجزا اُتر کر پھیلنے لگیں ایسی ہی شی کا نام مائع و سائل ہے۔[۵]

سیلان کس طرح پیدا ہوتا ہے۔

۱۔احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج۳ ص۵۲

۲۔ایضاً، ج۳ ص۵۴

۳۔ایضاً، ج۳ ص۵۵

۴۔ایضاً۔

۵۔ایضاً۔

اجزاء میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی و گرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہی جو حرکت ثقیل اشیاء میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارے جسم کو معاً متحرک کرتی تھی کہ اجزا اول سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزاء حرکت میں پچھلوں کا انتظار کریں گے ان کے آگے بڑھتے ہی ان کے متصل جو اجزاء تھے جگہ پائیں گے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہ کر جنبش کریں گے یوں ہی یہ سلسلہ اخیر اجزاء تک پہنچے گا تو اس جسم کی حرکت حرکتِ واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور ازانجا کہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اُن سے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزا میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام سیلان ہے۔[۱]

کسی مادے کی رقت اور غلظت میں فرق

پھر جس طرح جامدات قوت وضعف میں اُس درجہ مختلف تھے یوں ہی ان مائعات میں یہ اختلاف ہے کہ جہاں بوجہ مانع انفکاک حسی کے محتاج ہوں بعض بہت باریک ذروں پر منقسم ہو سکیں گے اور بعض زیادہ حجم کے اجزاء پر کہ ایک نوع تماسک سے خالی نہیں اگر چہ جامدات کی طرح عام تماسک نہیں۔ چھاننے میں اختلاف مائعات کی یہی وجہ ظاہر ہے کہ کپڑا یا چھلنی جس چیز میں چھانیے اُس میں کچھ تو منافذ و مسام ہوں گے کہ اجزائے مائع کو نکلنے کی جگہ دیں گے اور کچھ کپڑے یا لوہے وغیرہ کے تار ہوں گے کہ اپنے محاذی اجزاء کو روکیں گے ناچار مائع اپنے اجزاء کی تفریق کا محتاج ہوگا پھر جو جس قدر باریک اجزا پر منقسم ہو سکے گا اُتنے ہی تنگ منفذ سے نفوذ کر جائے گا اور دوسرا اس پر قادر نہ ہوگا یہی سبب ہے کہ بعض مائعات چھانی میں سنگین کپڑے سے نفوذ کر جاتے ہیں کہ اُس کپڑے کی باریک مسام سے بھی زیادہ باریک اجزاء پر متفرق ہو سکتے ہیں اور بعض باریک کپڑے سے نکل سکیں گے جو زیادہ گھنا نہ بُنا ہو بعض چھلنی کی وسیع منفذ چاہیں گے وعلیٰ ہذا القیاس اسی منشاء اختلاف کا نام مائع کی رقت و غلظت ہے ورنہ جامدات میں بھی رقیق و غلیظ ہوتے ہیں پتلے کپڑے کو ثوبِ رقیق کہتے ہیں۔[۲]

مائعات کی اقسام

مائعات دو قسم ہیں،

ایک وہ جن کے اجزا میں اصلاً تماسک نہیں جیسے نتھرا پانی،

دوسری جن میں نوع تماسک ہے جیسے شہد۔

یہاں سے جس طرح اُن کی رقت و غلظت کا فرق پیدا ہوتا ہے کہ اوّل اپنے اتصال حسی کہ بہت باریک اجزاء پر تقسیم کر سکتا ہے بخلاف ثانی یوں ہی اُن کے سیلان میں بھی تفاوت آئے گا اول جب جگہ پائے گا بالکل منبسط ہو جائے گا اول اصلا نہ رہے گا کہ اجزاء جو عدمِ وسعت کے سبب زیر و بالا متراکم تھے وسعت پا کر سب پھیل جائیں گے کہ ہر جز طالب مرکز ہے

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۵۵

۲۔ ایضاً۔

اگر اجزائے بالا بالا ہی رہیں بہ نسبت اجزائے زیریں مرکز سے دور ہوں گے جگہ پا کر بلا مانع دور رہنا مقتضائے طبیعت سے خروج ہے کہ عادۃً ممکن نہیں خِلافًا لِجھلِ الْفَلَاسَفَةِ الَّذِیْنَ یَحِیْلُوْنَهٗ عَقْلًا لِاَنَّ الْفَاعِلَ عِنْدَھُمْ مُوْجِب وعِنْدَنَا مُخْتَار تَعٰلَی اللّٰهُ مِمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عَلُوًّا کَبِیْرًا وَسُبْحٰنَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْن (اس میں جاہل فلاسفہ کا اختلاف ہے، جو اس کو عقلاً محال قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک فاعل موجب ہے اور ہمارے نزدیک مختار ہے۔ت) بخلاف ثانی کہ اجزا میں ایک نوع تماسک کے سبب سب نہ پھیل سکیں گے ختم سیلان پر بھی مبدائے منتہی تک ایک اُبھرا ہوا جرم نظر آئیگا جیسا کہ مرئی ومشاہد ہے کہ اگر پختہ زمین یا تختہ یا سینی یا لوہے کی چادر پر شہد بہایئے بہاؤ کنے پر بھی یہاں سے وہاں تک اُس سطح سے اونچا شہد کا ایک دَل قائم رہے گا جسے خشک ہونے کے بعد چھیل سکتے ہیں بے اس کے کہ زمین کا کچھ حصّہ چھلے لیکن اگر پانی بہایئے اور پُورا بہہ جانے سے کوئی روک نہ ہو تو ختم سیلان کے وقت اُس سطح پر اول تا آخر ایک تری کے سوا پانی کا کوئی دَل نہ رہے گا ہمارے ائمہ اسی قسم اول کا نام رقیق اور ثانی کا کثیف رکھتے ہیں۔[1]

حقیقت سیلان کا فلسفہ اور جامد و سائل کا فرق

اور یہ کہ اگر اُوپر سے نشیب میں مثلاً گیہوں کے دانے اور کوئی تختہ اور پانی گرائیں سب اپنی حرکت بالطبع سے متحرک ہو کر نیچے اُتر جائیں گے مگر ان میں پانی ہی کی حرکت کو سیلان کہیں گے نہ ان دو کی۔ اس کی وجہ کہ اول اجسام منفصلہ کی حرکات عدیدہ ہیں اور دوم جسم واحد کی حرکت واحدہ اور سوم جسم واحد متصل حسّی کے اجزائے متجاورہ کی متوالی حرکات طبیعہ پے در پے کہ انفکاک حسّی نہ ہونے دیں اسی کا نام سیلان ہے۔[2]

پانی کی طبیعت اور اس کے لوازام

میں کہتا ہوں رقت پانی کی طبیعت ہے اور طبع اجزا کو لازم ہے تو ملزوم کا غلبہ لازم کے غلبہ کو مستلزم ہے تو طبع (رقت) کی مغلوبیت، اجزاء کی مغلوبیت پر دلالت کرے گی، اس تفسیر میں مجھے یہ سمجھ آئی ہے، غور کرو اس میں اعتراض ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کو تفسیر کی بجائے تقیید قرار دیا جائے، یعنی یوں کہا جائے کہ غلبہ میں اعتبار تو اجزاء کا ہوگا مگر اجزاء کی ذات کا لحاظ نہیں بلکہ ان کی طبیعت کے لحاظ سے غلبہ معتبر ہوگا۔ اگر تو اعتراض کرے کہ تم نے اجزاء کی طبیعت کہہ کر طبیعت و اجزاء کی طرف منسوب کیا، کل کی طرف کیوں منسوب نہیں کیا؟ تو میں جواب دیتا ہوں کہ چونکہ گاڑھا اور غلیظ ہونا اجزاء کی طرف منسوب ہے لہٰذا اس کی ضد (رقیق ہونا) بھی اجزاء کی طرف منسوب ہوگا (جبکہ رقت ہی پانی کی طبیعت ہے)۔[3]

امتزاج کیلئے مائع کا مائع سے ملنا ضروری ہے۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۶۲

۲۔ ایضاً، ج ۳ ص ۸۷

۳۔ ایضاً، ج ۳ ص ۱۱۵

امتزاج کیلئے مائع کا مائع سے ملنا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ جامد مائع میں نہیں مل سکتا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ جامد کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ذائقہ اور رنگ کی تبدیلی امتزاج کے بعد پائی جاتی ہے جبکہ جامد چیز کا مائع چیز کے ساتھ امتزاج نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ جامد چیز میں بہاؤ پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کے اجزاء دوسرے کے اجزاء میں گرتے ہیں، مثلاً شکر جب پانی میں ملائی جائے تو اس کا امتزاج ختم ہو جاتا ہے صرف کچھ معمولی اجزاء جدا رہتے ہیں، اسی طرح رنگ کا مادہ بھی پانی میں گھل جاتا ہے لیکن اگر آپ کالا، سرخ، سبز اور زرد پتھر پانی میں رکھ دیں تو اس کی رنگت میں پانی متاثر نہ ہوگا تو واضح ہوگیا کہ امتزاج کیلئے مائع کا مائع سے ملنا ضروری ہوتا ہے اگر چہ وہ اصلاً جامد ہی ہو، ہوسکتا ہے کہ جامد میں گفتگو کے دوران اس کو مائع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہی راز ہو، اس کو یاد رکھیں یہ نفیس بحث ہے[1]

پانی کے طبعی اوصاف

پانی کے طبعی اوصاف پر طویل بحث کرنے کے بعد مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''الحاصل جب رنگ اور ذائقہ کو تبدیل کرنے والی چیز پانی میں ملے گی تو پہلے رنگ دوسرے نمبر پر ذائقہ کو معیارِ غلبہ قرار دیا جائیگا ایسی صورت میں غلبہ کا معیار اجزاء کی مقدار کو نہیں بنایا جائے گا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رنگ اور ذائقہ میں مخالف چیز اگر مقدار کے لحاظ سے پانی کے مساوی یا زیادہ ہو جائے تب بھی غلبہ نہیں مانا جائیگا کیونکہ یہ واضح طور پر غلط ہے اس لئے کہ اجزاء کے غلبہ سے پانی مغلوب ہو کر اپنی طبع سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ پانی نہیں رہتا بلکہ وہ ایک مرکّب چیز بن جاتا ہے بلکہ ابھی اس معیار کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ غلبہ کی پہچان ابھی اس سے کم درجہ کی تبدیلی سے ہوسکتی ہے، رنگ کے لحاظ سے مخالف چیز کی موجودگی میں ذائقہ کے معتبر نہ ہونے کا بھی یہی مقصد ہے (یعنی تبدیلی کی پہچان کے لئے پہلے معیار کی موجودگی میں دوسرے نمبر کے معیار کی ضرورت نہیں، لیکن بعد کے نمبر والے معیار کے پائے جانے پر نچلے معیار کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے)۔''[2]

اعلیٰ درجے کا پانی کونسا ہوتا ہے۔

مدینہ طیبہ کے پانی پر بحث کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدّام کرام حاضرینِ بارگاہ کے لئے زَورَقوں (یعنی پیالوں) میں پانی بھر کر رکھتے ہیں، گرمی کے موسم میں اس شہرِ کریم کی ٹھنڈی نسیمیں (یعنی صبح کی ٹھنڈی خوشگوار ہوائیں) اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں: ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں اگر خنکی (یعنی ٹھنڈ) نہ ہو تو اس کا اُترنا

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۱۵۳

۲۔ ایضاً، ۲۳۰

بالکل معلوم نہ ہو، دوسری صفت شیرینی (یعنی مٹھاس)وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کہیں نہ پایا۔ تیسری خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔''[۱]

پانی میں مَسام ہیں یا نہیں؟

آپ پانی کے مساموں کے بارے میں لکھتے ہیں:

نہیں کہ پانی میں بالطبع خلا بھرنے کی قوت رکھی گئی ہے۔ ضرور ہے کہ جو مسام فرض کیے جائیں وہ پانی کہ ان سے اوپر ہے ان کی طرف اُترے گا اور اُنہیں بھرے گا اور مسام ہونے پر فلسفہ جدیدہ کی یہ دلیل کہ شکر ڈالنے سے پانی میں حل ہو جاتی ہے اور اس کا حجم نہیں بڑھتا مقبول نہیں۔ جب زیادت قدرِ احساس کو پہنچے گی ضرور حجم بڑھتا ہوا محسوس ہو گا مگر ایک اِستدلال اس پر یہ خیال میں آتا ہے کہ حوض کے کنارے ایک شخص کھڑا ہے، دوسرا غوطے لگائے اور باہر والا شخص آواز پکارے اگر مسام ہیں تو ضرور سنے گا اور سنتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مسام ہیں۔[۲]

۱۔ احمد رضا، امام، الملفوظ، مرتبہ، مصطفیٰ رضا خان، ص ۸۶

۲۔ ایضاً، ۱۸۰

(ii)پانی کی اقسام (Water of Kinds)

اگر چہ تمام ارباب فن نے پانی کے متعلق اپنی اپنی تحقیقات پیش کی مگر مولانا احمد رضا خان اپنی تحقیقات میں انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا کمال ملاحظہ ہو کہ اپنے رسالہ ''اَلنُّوْرُ وَالنُّوْرِقُ لِاَسْفَارِ الْمَاءِ الْمُطْلَقِ (آب مطلق کا حکم روشن کرنے کیلئے نور اور رونق)'' میں پانی کی طبیعیاتی خصوصیات(Physical Properties) کی بناء پر اس کو کل ۳۵۰ قسموں میں تقسیم کیا۔ یہ بیان صرف اعداد میں نہیں بلکہ ہر ایک قسم کا نام اور اس کا شرعی حکم بھی بیان فرمایا ہے اور مختلف جہات سے اس پر بحث بھی کی ہے۔

آیئے مولانا کے اس رسالہ کا تجزیہ کرتے ہیں

یہ رسالہ ''اَلنُّوْرُ وَالنُّوْرِقُ لِاَسْفَارِ الْمَاءِ الْمُطْلَق (آب مطلق کا حکم روشن کرنے کیلئے نور اور رونق)'' قدیم و جدید معلومات کا ایسا مجموعہ جو ماء مطلق کی مکمل وضاحت کرتا ہے۔ اس رسالہ میں دو ضمنی رسائل اور بھی موجود ہیں۔

۱۔ عَطَاءُ النَّبِیُّ لِاَفَاضَۃِ اَحْکَامِ مَاءِ الصَّبِیِّ

۲۔ اَلدِّقَّۃُ وَالتِّبْیَانِ لِعِلْمِ السَّیْلَانِ

اس رسالہ کا پس منظر یہ ہے کہ سن ۱۳۳۴ھ میں مولانا احمد رضا خان کے پاس ایک استفتاء آیا جس کا متن درج ذیل ہے۔

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مطلق کہ وضو و غسل کیلئے درکار ہے اُس کی کیا تعریف ہے آبِ مقید کسے کہتے ہیں بینوا توجروا''[۱]

اس سوال کے بارے میں مولانا احمد رضا خود فرماتے ہیں

''یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اس کا جواب بہت طول چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآرا ہے۔''[۲]

مولانا احمد رضا خان نے اسے پانچ فصلوں اور چند فوائد میں تقسیم کیا ہے خود ہی فرماتے ہیں۔

''پھر فقیر بتوفیق القدیر اول جزئیات منصوصہ ذکر کرے پھر (۲) تعریفِ مطلق و مقید کہ اصالۃً ضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لئے معیار پھر (۳) ضوابط جزئیہ متون پھر (۴) ضوابط کلیہ متاخرین پھر (۵) جزئیات جدیدہ کے احکام وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا''[۳]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲ ص ۴۵۱

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

مولانا احمد رضا خان نے پانی کو بڑی دو قسموں میں تقسیم کیا۔

۱۔ جزئیات منصوصہ

۲۔ جزئیات جدیدہ

فصل اول میں جزئیات منصوصہ کے تحت پانی کی ۳۰۷ قسمیں جبکہ فصل پنجم میں جزئیات جدیدہ کے تحت پانی کی ۴۳ قسموں کا بیان فرمایا۔ اس طرح پانی کی کل ۳۵۰ اقسام کا بیان ہوا۔

پانی کی ۳۰۷ قسمیں

فصل اول میں جزئیات منصوصہ کو پھر تین اقسام میں منقسم فرمایا۔

۱۔ قسم اول

وہ پانی جن سے وضو صحیح ہے۔ ان کی تعداد ۱۶۰ ہے۔

قسم اول کی پھر دو اقسام فرمائی۔

۱۔ ایک وہ پانی جس میں اس کا غیر خلط نہ ہو۔ ان کی تعداد ۴۸ ہے۔ بطور استشہاد چند کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ مینہ، دریا، نہر، چشمے، جھرنے، جھیل، بڑے تالاب، کنویں کے پانی

۲۔ سمندر کا پانی

۳ و ۴۔ پالا اولے جب پگھل کر پانی ہو جائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہے کہ کُرہ زمہریر کی سردی سے یخ بستہ ہو گیا۔

۵۔ یوں ہی کل کا برف جب پگھل جائے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا۔

۶۔ شبنم

۷۔ زلال

۸۔ گرم پانی

۹۔ اُپلوں سے گرم کیا ہُوا

۱۰۔ دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے۔

۲۔ ایک وہ پانی جس میں اس کا غیر خلط ہو۔ ان کی تعداد ۱۱۲ ہے۔

یوں قسم اول میں کل ایک ساٹھ قسمیں ہوئی۔[۱]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲ ص ۴۵۲-۴۷۰

۲۔قسم دوم

وہ پانی جس سے وضو صحیح نہیں ہوتا۔ان کی تعداد ۱۲۰ ہے۔چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱۶۱۔آبِ نجس۔

۱۶۲۔مستعمل کہ ہمارے رسالہ **اَلطَّرْسُ الْمَعْدِلُ** میں جس کا بیان مفصّل۔

۱۶۳تا۱۶۵۔گلاب کیوڑا بید مشک۔

۱۶۶۔عرق گاؤزبان وعرق بادیان وعرق عنب الثعلب وغیرہا۔

۱۶۷و۱۶۸۔آب کاسنی آب مکوہ اگرچہ مروق ہوں کہ اجزائے کثیفہ جدا ہو کہ زیادہ رقیق ولطیف ہو جاتے ہیں۔

۱۶۹۔وہ پانی کہ زعفران سے نکالا جائے۔

۱۷۰تا۱۷۹۔خربوزہ،تربوز،ککڑی،کھیرے،سیب،بہی،انار،کدو وغیرہا میووں پھلوں کا عرق کہ اُن سے نکلتا یا نچوڑ کر نکالا جاتا ہے،یوں ہی گنّے کا رس اور بالخصوص وہ پانی کہ کچے ناریل کے اندر ہوتا ہے جو پگھل کر پانی نہ ہوا بلکہ ابتداء پانی ہی تھا۔

۱۸۰۔اُس سے بھی زیادہ قابلِ تنبیہ وہ پانی ہے کہ سُنا گیا خطِ استواءٔ کے قریب بعض وسیع ریگستانوں میں جہاں دُور دُور تک پانی نہیں ملتا ریتے کے نیچے ایک تربوز نکلتا ہے جس میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ سوار اور اس کے گھوڑے کو سیراب کر دے رحمت نے بے آب جنگل میں حیاتِ انسان کا یہ سامان فرمایا ہو۔[۱]

المخالطات

۲۱۴۔یخنی کہ پانی میں گوشت کا آبجوش نکالتے ہیں۔

۲۱۵۔ہر قسم کا شوربا

۲۱۶و۲۱۷۔جس پانی میں چنے یا باقلا پکایا اگر پانی میں ان کے اتنے اجزاء مل گئے کہ ٹھنڈا ہو کر پانی گاڑھا ہو جائے گا۔[۲]

المقابلات

وہ پانی جن کی صورت جواز جائزات میں گزری یہ صورتیں ان کے مقابل ہیں۔

۲۲۳۔اس میں اگر اس قدر مٹی کوڑے وغیرہ کا خلط ہے کہ پانی کیچڑ کی طرح گاڑھا ہو گیا۔

۲۲۴تا۲۵۱۔کاہی آٹا پتّے پھل بیلیں شنجرف یا کسم کی زردیاں کچ چونا ریشم کے کیڑے مینڈک وغیرہ غیر

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج۲ص۵۹۶-۵۹۷

۲۔ایضاً،ج۲ص۶۲۱

دموی جانور کے اجزا چنے باقلا وغیرہ اناج کے ریزے تارکول روٹی کے ذرّے صابون اُشنان ریحان بابونہ خطمی برگ کنار کچے خواہ یہ چھ نظافت کیلئے پانی میں پکائے ہوئے ہوں۔[1]

جامدات

۲۶۷ تا ۲۷۵۔ نبیذ میں چھوہارے یا کشمش خواہ کوئی میوہ شربت میں شکر بتاسے مصری خواہ کوئی خشک شیرینی خیساندہ میں دوا رنگ میں کسم کیسر بڑیا روشنائی میں کسیس ماز وخواہ اور اجزاء جب اتنے ڈالیں کہ پانی اپنی رقت پر نہ رہے۔[2]

مائعات

۲۷۶ تا ۲۷۸۔ زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر پانی میں مل کر اُس کی رنگت کے ساتھ مزہ یا بُو بھی بدل دے۔[3]

۳۔ قسم سوم

جن سے صحتِ وضو میں حکم منقول ومقتضائے ضابطہ امام زیلعی کا خلاف ہے

صنف اول خشک اشیاء

۲۸۶ و ۲۸۷۔ چھوہارے کے سوا کشمش انجیر وغیرہ کوئی میوہ بالا جماع الا ماعن الامام الاوزاعی ان ثبت عنہ (مگر وہ جو امام اوزاعی سے مروی ہے اگر ان سے ثابت ہو۔ ت) اور مذہب صحیح معتمد مفتی بہ مرجوع الیہ میں چھوہارے بھی جبکہ تا دیر تر کرنے سے پانی میں اُس میوہ کی کیفیت اس قدر آ جائے کہ اب اُسے پانی نہ کہیں نبیذ کہیں اس سے وضو نہیں ہوسکتا۔[4]

پانی کی ۱۴۷ قسمیں

فصل خامس میں جزئیات جدیدہ کے تحت ۱۴۷ پانی کی اقسام کو ذکر فرمایا۔

۳۰۸۔ آب مقطر یعنی قرع انبیق میں ٹپکایا ہوا پانی کہ اجزائے ارضیہ وغیرہا کثافتوں سے صاف کرنے کیلئے سادہ پانی رکھ کر آنچ کریں کہ بخارات اُٹھ کر اوپر کے پانی کی سردی پا کر پھر پانی ہو کر ٹپک جائیں یہ پانی کہ محض پانی کی بھاپ سے حاصل ہُوا اس کا صریح جزئیہ اپنی کتب میں نظر فقیر سے نہ گزرا۔

۳۰۹۔ کبھی حمام کی چھت اور دیواروں سے پانی ٹپکتا ہے۔

۳۱۰۔ آب غطا پانی گرم کیا بھاپ اُٹھ کر سر پوش پر اندر کی جانب پانی کے کچھ قطرے بنے ہوئے ملتے ہیں۔

۳۱۲۔ اصطبل وغیرہ محل نجاسات سے بخارات اُٹھ کر ٹپکے پاک تو مطلقاً ہیں جب تک ان میں اثرِ نجاست ظاہر نہ ہو۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲ ص ۶۲۳

۲۔ ایضاً، ۶۲۶

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

۳۱۳۔سونٹھ کا پانی جنجر یٹ۔

۳۱۴۔میٹھا پانی لیمینیٹڈ ان کا آب مطلق تو نہ ہونا صاف ظاہر۔

۳۱۵۔کھاری پانی سوڈا واٹر بھی قابلِ طہارت نہیں اگرچہ اُس میں کوئی جُز نہ ڈالا صرف گیس کی ہوا سے بنایا ہو۔

۳۱۶و۳۱۷۔آب افیون و بھنگ اگرچہ رقیق رہیں۔

۳۳۳۔نیز صحرائے حبش میں جہاں پانی نہیں ملتا اہلِ قافلہ زمین میں گڑھا کھودتے اور بعض درختوں کی شاخوں سے اُسے چھپادیتے ہیں کچھ دیر بعد اُس غار کے اندر سے بخارات اُٹھ کر اُن شاخوں سے لپٹتے اور پانی ہو کر ٹپک جاتے ہیں جس سے گڑھے میں اتنا پانی جمع ہوجاتا ہے کہ قافلے کو کفایت کرتا ہے **فسبحٰن الرحمٰن الرحیم الرزاق ذی القوۃ المتین** (مہربان رحم کرنے والا، رزق دینے والا، مضبوط قوت والا پاک ہے۔ت)

۳۴۵ تا ۳۵۰۔سونے، چاندی، تانبے، رانگ، لوہے، سیسے کے پانی کہ **ماءُ الذھب، ماءُ الفضّہ، ماءُ النُّحاس، ماءُ الرصاص، ماءُ الحدید، ماءُ الاسرب** اور سب کو **ماءُ المعدن** کہتے ہیں، اس کے تین معنی ہیں:

ایک یہ کہ انہیں آگ میں سُرخ کرکے پانی میں بجھائیں جیسے زرتاب، آہن تاب وغیرہ کہتے ہیں۔

دوم: ان کا گداختہ جسے محلول زر وغیرہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ جنس آب ہی سے نہیں۔

سوم: وہ پانی کہ ان کی معاون میں ملتا ہے۔

اقول: ان کا تکوّن پارے اور گندھک سے ہوتا ہے اور ان کا دخان و بخار سے اور اس کا اجزائے مائیہ و ہوائیہ سے اگر یہ وہ پانی ہے جس کے بعض سے بخار بنا کہ دھوئیں سے مل کر زیبق ہوا اور وہ کبریت سے مل کر معدن یا اُس بخار کا حصّہ ہے کہ سردی پاکر پانی ہوگیا تو آبِ مطلق ہے اور اگر یہ وہ مادہ زیبق ہے جس کی مائیت میں کبریتی دخان ملا اور پارا بننے کیلئے مہیا کیا اور ہنوز قلّتِ یبوست نے شکلِ آب پر رکھا تو آبِ مقید ہے یا پانی ہی نہ رہا **وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَم**۔[1]

---

[1] احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۱۴-۲۲۲

(iii)پانی کی رنگت (Colour of water)

مولانا احمد رضا خان پانی کی رنگت کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کر کے مختلف ماہرین کے نظریات کا رد کیا۔

ا۔ پانی بے رنگ ہے۔

الفاضل احمد بن تر کی المالکی نے جواہر زکیہ میں لکھا ہے۔

پانی ایسا لطیف بہنے والا جوہر ہے جس کا اپنا کوئی رنگ نہیں بلکہ برتن کے رنگ سے رنگدار دکھائی دیتا ہے۔[1]

الفاضل احمد بن تر کی المالکی کا ردّ

مولانا احمد رضا خان نے اس نظریہ پر متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی ہے شرعاً اور عقلاً دونوں پہلوؤں سے اس کا رد فرمایا ہے۔ ذیل میں آپ کی تحقیقی گفتگو ذکر کی جاتی ہے

ا۔ میں کہتا ہوں کہ ان پر لازم تھا کہ وہ یوں تعریف کرتے کہ اس میں ملنے والی چیز سے رنگدار ہوتا ہے کیونکہ آخری جملہ بیان کا محتاج رہتا ہے اسی لئے اس کے محشی سفطی مالکی نے کہا ہے کہ شفاف ہونے کی وجہ سے برتن کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہے جب سبز برتن میں ڈالیں اور سبزی پانی کو نہیں لگتی بلکہ وہ رقت کی بنا پر برتن کے رنگ کیلئے حاجب نہیں بنتا۔[2]

۲۔ میں کہتا ہوں کہ شرح مواقف میں علم بالحس کی بحث میں موجود ہے کہ برف شفاف اجزاء سے مرکب ہے اس کا کوئی رنگ نہیں ہے بلکہ وہ پانی کے باریک اجزا ہیں۔ پانی کے رنگ کی نفی میں یہ عبارت ظاہر ہے۔ اگر تو کہے کہ ہوسکتا ہے کہ اجزاء باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو۔[3]

۳۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے ہرگز نہیں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ ہیں حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے زیادہ باریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر کو اُٹھتے ہیں اور باریک اگر علیحدہ ہوتو وہ نظر نہیں آتا تو اس کا رنگ کیسے نظر آئیگا اور چھوٹے اجزاء جب جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو ان کا رنگ بھی نظر آئیگا جیسا کہ بخارات اور دھوئیں میں بلکہ ذرات میں ایسا ہے۔[4]

مولانا احمد رضا خان کا ردّ کہ پانی رنگ دار ہے۔

ا۔ احمد بن تر کی، مالکی، جواہر زکیہ مشمولہ: فتاوٰی رضویہ، احمد رضا، امام، ج ۳ ص ۲۳۵

۲۔ سفسطی، مالکی، حاشیہ سفطی علی مقدمہ عشماویہ مشمولہ: احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۳۶

۳۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۳۶

۴۔ ایضاً۔

آپ پانی کے اندر کسی رنگ کے نہ ہونے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اور صحیح یہ کہ وہ ذی لون ہے، یہی امام فخر رازی وغیرہ کا مختار ہے''۱

وجہ اول

پھر اس پر چند وجوہ وشواہد پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جو کلام فقہا مسائل آب کثیر و آب مطلق وغیرہما میں ذکر لون متواتر ہے ۔۲ یعنی پانی کی بحث میں فقہاء کرام نے پانی کے لئے رنگ متواتر مقامات پر ذکر کیا۔ اگر اس کا کوئی رنگ نہ ہوتا تو کیونکر رنگ کا لفظ بار بار ذکر فرماتے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی نہ کوئی رنگ ضرور ہے۔ ۳

وجہ دوم

ابن ماجہ نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اَنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَایُنَجِّسُه اِلَّا مَاغَلَبَ عَلٰی رِیْحِهٖ وَطَعْمِهٖ وَلَوْنِه ۔۴

بیشک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں بناتی مگر وہ چیز جو پانی کی بُو اور ذائقہ اور رنگ پر غالب ہو جائے۔

اقول: اور اصل حقیقت ہے فلا ترد الریح (تو ریح کا ورود نہ ہوگا۔ت)

ان احادیث سے مولانا احمد رضا خان نے یہ ثابت کیا کہ حضور ﷺ نے پانی کے لئے لون کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا معنٰی رنگ ہوتا ہے اور بلا کسی وجہ کے الفاظ کے حقیقی معنٰی چھوڑ کر مجازی معنٰی نہیں لیے جاتے اس لئے یہاں لون سے پانی کے لئے حقیقتاً رنگ ہونا واضح ہے۔

وجہ سوم

معہذا مقرر ہو چکا کہ ابصار عادی دنیاوی کیلئے مرئی کا ذی لون (Coloured) ہونا شرط ہے بلکہ مرئی نہیں مگر لون وضیا، تو پانی بے لون کیونکر ہو سکتا ہے ولہذا ابن کمال پاشا نے اُس کے حقیقۃً ذی لون ہونے پر جزم کیا۔۵

یہ تیسری وجہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک طے شدہ ہے کہ دنیا کی کسی چیز کو دیکھنے کے لئے عادۃً اس کا رنگ دار ہونا شرط ہے۔ جن چیزوں کا کوئی رنگ نہ ہو ان کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ اگر پانی کا کوئی رنگ نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ اسے بھی دیکھا

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۳۶

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً ج ۳ ص ۲۳۷

۴۔ القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، مصر: داراحیائے الکتب العربیہ، ۱۹۵۲ء، ج ۱ ص ۱۷۴

۵۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۳۷

نہ جا سکے حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع ہے۔اس لئے یہ امر مسلم ہے کہ پانی بے رنگ نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی نہ کوئی رنگ ضرور ہے۔

۲۔ پانی سفید ہونے کا نظریہ **(Water is White)**

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ بعض کا نظریہ ہے کہ

پانی سپید ہے

فاضل یوسف بن سعید اسمٰعیل مالکی نے حاشیہ عشماویہ میں یہی اختیار کیا اور اس پر تین دلیلیں لائے۔

اول: مشاہدہ۔

دوم: حدیث کہ پانی کو دودھ سے زیادہ سپید فرمایا۔

سوم: برف جم کر کیسا سپید نظر آتا ہے۔

جیسا کہ فاضل یوسف بن سعید اسمٰعیل مالکی نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ پانی کا رنگ جو پانی میں پایا جاتا ہے وہ کیا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ جو رنگ نظر آتا ہے وہ سفید ہے اور اس کی شہادت اس ایک حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں پانی کی صفت میں کہا گیا ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس حقیقت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ پانی جم کر جب برف کی صورت زمین پر گرتا ہے تو اس کا رنگ انتہائی سفید نظر آتا ہے[1]۔

فاضل یوسف بن سعید اسمٰعیل مالکی کا ردّ

علامہ مالکی نے اپنے نظریے کی تائید میں تین دلیلیں پیش کی مولانا احمد رضا خان نے ان دلائل پر جس محققانہ انداز میں کلام فرمایا اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ واقعی بہت بڑے ماہر علم الطبیعیات تھے۔

دلیل اول کے جوابات

علامہ مالکی نے پانی کے سفید ہونے پر پہلی دلیل یہ دی تھی کہ مشاہدے اور دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا رنگ سفید ہے مولانا احمد رضا خان نے اس دلیل پر چار معروضات پیش کی اور لطف یہ کہ چاروں کا تعلق مشاہدے سے ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اقول: ۱۔ اوّلاً بلکہ مشاہدہ شاہد کہ وہ سپید نہیں ولہذا آبی اُس رنگ کو کہتے ہیں کہ نیلگونی کی طرف مائل ہو۔

۲۔ ثانیاً سپید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے جب تک خشک نہ ہو اس کا رنگ سیاہی مائل رہے گا، یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے۔

۳۔ ثالثاً دودھ جس میں پانی زیادہ ملا ہو سپید نہیں رہتا نیلاہٹ لے آتا ہے۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳ ص ۲۳۷

۴۔رابعاً بحر اسود و اخضر واحمر مشہور، اوراسی طرح ان کے رنگ مشہور ہیں اسود تو سیاہی ہے اور سبزی بھی ہلکی سیاہی ولہذا آسمان کو خضرا اور چرخِ اخضر کہتے ہیں اور خط کو سبزہ۔ سانولی رنگت کو حسن سبز اور سرخی بھی قریب سواد ہے اگر حرارت زیادہ عمل کرے سیاہ ہو جائے جس طرح بعد خشکی خون۔ گہری سرخی میں بالفعل سیاہی کی جھلک ہوتی ہے انگور سبز پھر سرخ پھر سیاہ ہو جاتا ہے۔[۱]

مولانا احمد رضا خان نے علامہ مالکی کی پہلی دلیل یہ چار معروضات قائم فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ پانی کا رنگ دیکھنے سے بھی سفید معلوم نہیں ہوتا ہے لہذا پانی کی سفیدی پر مشاہدہ کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل دوم کے جوابات

علامہ مالکی کی دوسری یہ دلیل تھی کہ حدیث میں پانی کو دودھ سے زیادہ سفید فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا رنگ سفید ہوتا ہے۔اس پر مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

''حدیث مبارک در بارہ کوثر اطہر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سپید ہو، اُسی حدیث میں اس کی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُشَھْرٍ مَاؤُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَ رِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ[۲]۔

میرا حوض ایک مہینے کی راہ تک ہے اُس کا پانی دُودھ سے زیادہ سپید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر۔(اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی کے اندر مہک ہوتی ہے)

حالانکہ پانی اصلاً بُو نہیں رکھتا، ابن کمال پاشا نے کہا، پانی کی بُو بدلنے والے قول میں مجاز ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کی اپنی کوئی بُو نہیں ہے لہذا اس قول سے وہ بُو مراد ہوتی ہے جو پانی پر طاری ہوتی ہے۔''[۳]

علامہ مالکی نے پانی کے سفید ہونے پر حدیث سے استدلال کیا تھا۔ مولانا احمد رضا خان نے حدیث پاک سے جواب ارشاد فرمایا کہ اگر بقول آپ کے پانی کا رنگ مذکورہ حدیث پاک کی بنیاد پر سفید ہو تو لازم آئے گا اسی حدیث پاک کی بنیاد پر مہک بھی مانی جائے حالانکہ سب کا اتفاق ہے کہ پانی میں کوئی بو نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث پاک سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے۔اس پر ایک مزید دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں

''اس کی ضد جہنّم ہے وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالیٰ منہا جس کی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے مالک وبیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج۳ص ۲۳۸

۲۔بخاری، محمد بن اسماعیل،امام،صحیح البخاری، ج۸ص۱۱۹

۳۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج۸ص۱۹۹

اَ تَرَوْنَهَا حُمَرَاء كَنَارِكُمْ هٰذِهِ لَهِيَ اَشَدُّ سَوَادٍ مِنَ الْقَارِ ۱؎

کیاتم اُسے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بیشک وہ تو تارکول سے بڑھ کر سیاہ ہے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہو یا ہر آگ ایسی ہی ہو خود حدیث کا ارشاد ہے کہ اُسے اس آگ سا سُرخ نہ جانو۔''۲؎

دلیل ثالث کا جواب

علامہ مالکی نے پانی کے سفید ہونے پر تیسری دلیل یہ دی تھی کہ پانی جم کر برف کی صورت میں زمین پر گرتا ہے تو نہایت سفید نظر آتا ہے اور چونکہ وہ حقیقتاً پانی ہی رہتا ہے اس لیے پانی کا رنگ سفید ہی ہے ورنہ جم جانے کے بعد سفید نہ ہوتا۔ مولانا احمد رضا خان نے اس کے تین طریقے سے رد کیئے۔ صرف ایک کو پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ اُس کا اصلی رنگ ہے خشک ہونے پر خُون سیاہ ہو جاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سپید۔ اسی سے اُس پر استدلال کیا گیا کہ وہ خون نہیں۔''۳؎

مولانا احمد رضا خان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کا جم جانے کے بعد کسی رنگ کو اختیار کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا اصلی رنگ بھی وہی ہے مثلاً خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے مگر جب وہ خشک ہو جاتا ہے تو وہ کالا ہو جاتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلے کی جس دقت نظر کے ساتھ تشریح فرمائی اسے دیکھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ یہ صرف فقہی کتاب ہی نہیں بلکہ ماہر طبیعیات مولانا احمد رضا خان نے طبیعیات کی گتھیاں سلجھانے کیلئے دقائق ونکات علمیہ سے اس کتاب کو بھر دیا ہے۔

۳۔ پانی سیاہ ہونے کا نظریہ (Water is Black)

مولانا احمد رضا خان نے فرمایا کہ بعض نے پانی کا رنگ سیاہ بتایا

اور اس پر اس حدیث سے سند لائے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا۔

''اے میرے بھانجے خدا کی قسم ہم ایک ہلال دیکھتے پھر دوسرا تیسرا دو مہینوں میں تین چاند اور کاشانہ ہائے نبوت میں آگ روشن نہ ہوتی عروہ نے عرض کی اے خالہ پھر اہلِ بیت کرام مہینوں کیا کھاتے تھے؟ فرمایا: بس دو سیاہ چیزیں چھوہارے اور پانی''۔ ۴؎

۱۔ مالک بن انس، امام، موطا امام مالک، بیروت: داراحیائے تراث العربی، ۱۹۸۵ء، ج۲ ص۹۹۴

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج۳ ص۲۳۹

۳۔ ایضاً۔

۴۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام، صحیح البخاری، ج۳ ص۱۵۳

خلاصہ یہ ہے کہ جن حضرات کے خیال میں پانی کا رنگ کالا ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں پانی کو اسود کہا گیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پانی کا رنگ کالا ہے۔ان حضرات کی دلیل کے بعض دیگر حضرات نے چند جوابات دیئے جن کو علامہ سفسطی نے حاشیہ سفسطی میں نقل کیا۔

مولانا احمد رضا خان کا جواب

علامہ سفطی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کھجور کو غالب قرار دے کر پانی کو سیاہ فرمایا(ایسا کلام عرب میں واقعہ ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک غالب مان کر دونوں کو ایک لفظ سے ثابت کر دیتے ہیں جیسے سورج اور چاند کو قمرین کہ دیا جاتا ہے اسی طرح سیاہ تو اصل میں کھجور ہی ہوتی ہے مگر اس کو غالب مان کر کھجور اور پانی دونوں کو اسود کہہ دیا گیا) کیونکہ کھجور خوراک ہے اور پانی مشروب ہے اور خوراک کو مشروب پر فضیلت ہونے کی وجہ سے کھجور کو پانی پر غلبہ دیا اور ان دونوں کو اسودان کہا گیا ورنہ حقیقتاً اس کا کوئی رنگ نہیں ہے

اور دوسرا جواب دیا گیا کہ اس وقت کے برتنوں میں کثرت دباغت کی بناء پر سیاہی غالب رہتی تھی تو برتن کی سیاہی کو پانی کی طرف منسوب کر کے پانی ہی کو کالا کہہ دیا۔[1]

۴۔ پانی سفید مائل بہ سیاہی رنگ کا ہے (Water is Blackish White)

مولانا احمد رضا خان آخر پر اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔فرماتے ہیں۔

’’حقیقت امر یہ ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں مگر اُس کا رنگ سپید نہیں میلا مائل بیک گونہ سواد خفیف ہے اور وہ صاف سپید چیزوں کے بمقابل آکر کھل جاتا ہے جیسا کہ ہم نے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے اور دودھ میں پانی ملانے کی حالت بیان کی وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔‘‘[2]

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ پانی کا رنگ نہ خالص کالا ہے نہ خالص سفید بلکہ سفید مائل بہ سیاہی ہے۔اس پر دلیل دیتے ہیں کہ دودھ اور پانی کا رنگ سفید ہوتا ہے لیکن اگر سفید کپڑے پر اور دودھ میں پانی ڈالا جائے تو بجائے مزید سفید ہونے کے سفید مائل بہ سیاہی ہو جاتے ہیں۔

۱۔احمد رضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۳ص ۲۴۴

۲۔ایضاً،۲۴۴-۲۴۵

فصل سوم

علم توقیت وتقویم

(Elm-e- Toqeet

&

Taqweem)

ایسا فن جس کے ذریعہ اوقات صحیحہ کو نکالا جاتا ہے فن توقیت کہلاتا ہے۔[۱]

پانچ نمازوں کے لئے خاص اوقات مقرر ہیں رمضان میں روزوں کے اوقات مقرر ہیں حج کا اپنا خاص وقت ہے۔ الغرض تمام عبادات کے لئے اپنے اپنے اوقات مقرر ہیں جیسا کہ

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نماز کے بارے میں فرماتا ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔[۲]

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

اور دوسری جگہ اوقات کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا۔

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔[۳]

تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے۔

مختلف عبادات کے لئے اوقات کی پابندی ضروری ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو علم الاوقات کی ضرورت پڑتی ہے اوقات وقت کی جمع ہے وقت کی اکائی سیکنڈ ہے جو کہ علم الطبیعات میں استعمال ہونے والی پیمائشی مقداروں میں سے ایک مقدار ہے اس کو استعمال کر کے نمازوں اور روزوں کے اوقات کے کیلنڈر بنائے جاتے ہیں مولانا احمد رضا خان کو فن توقیت سے خاص شغف تھا اس فن کے بارے میں فرماتے ہیں

''اوقات صحیح نکالنے کا علم، جسے علم توقیت کہتے ہیں، ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں۔ نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیئت کی درسی کتابوں میں آسکتا ہے۔''[۴]

مولانا احمد رضا خان جہاں علم ہیت کے ماہر تھے تو اسی کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری آپ کی جلالت علمی اور فن توقیت میں مہارت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''ہیئت و نجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ میں تھا یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔''[۵]

۱۔ وجاہت رسول، سید، پیش گفتار مشمولہ: سمت قبلہ، احمد رضا، امام، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵، ص ۴

۲۔ النساء: ۱۰۳

۳۔ البقرہ: ۱۸۹

۴۔ وجاہت رسول، سید، پیش گفتار: مشمولہ سمت قبلہ، احمد رضا، امام، ص ۴

۵۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ص ٦٧

آپ کو علم توقیت میں اتنی دسترس حاصل تھی کہ خود اپنے شاگردوں کو اسکے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اور شاگردان کو اپنی کاپیوں میں نوٹ کر لیتے۔ مولانا ظفر الدین ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

''مولوی سید غلام شاہ بہاری، مولانا حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب، سید محمود جان بریلوی، حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب، نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے اسی وجہ اعلیٰ حضرت خود ہی اسکے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اس کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، عشاء، ضحوہ کبریٰ ی۔ عصر نکالتے ایک زمانہ تک وہ قواعد ہماری کاپیوں میں لکھے رہے پھر میں نے ان کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح کے ساتھ مع مثالی بلکہ امثلہ لکھ کر اس کا نام اَلْجَوَاھِرُ الْیَوَاقِیْت رکھا۔[۱]

الغرض مولانا احمد رضا خان کو اس قدر کمال تھا کہ آپ اپنے ایجاد کردہ قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لیتے تھے کہ کس وقت آفتاب طلوع کرے گا اور کس وقت غروب اور اسی طرح سیاروں کی معرفت اور ان کی شناخت زبردست تھے۔ مولانا وصی احمد صورتی فرماتے ہیں۔

''مولانا احمد رضا خان کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔''[۲]

آپ کی فن توقیت میں شاہکار کتابیں مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ دِرْأُالْقُبْحِ عَنْ دِرْکِ الصُّبْح ۱۳۲۶ھ (اردو) مطبع رضا اکیڈمی ممبئ

(سحری کے وقت کی تحقیق اور اس کو رات کا ساتواں حصہ سمجھنے کا بیان)

۲۔ اَلْاَ نُجبُ الْاَ نِیْقُ فِی طُرُقِ التَّعْلِیْق ۱۳۱۹ھ (فارسی) غیر مطبوعہ

(نماز روزہ کے اوقات کلیہ سے اوقات جزئیہ کے طریقے)

۳۔ تاج توقیت ۱۳۲۰ھ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

(اوقات نماز خمسہ وسحری نکالنے کے اوقات)

۴۔ زِیْجُ الْاَ وْقَاتِ لِلصَّومِ وَالصَّلوٰۃِ ۱۳۱۹ھ (اردو) ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

(ایشیا کے تمام شہروں کے اوقات نماز کا استخراج)

۵۔ اَلْبُرْھَانُ الْقَوِیْمُ عَلَی الْاَرْضِ وَالتَّقْوِیْم ۱۳۲۷ھ رضا اکیڈمی ممبئ

۶۔ کَشْفُ الْعِلَّة عَنْ سمتِ القِبْلَة ۱۳۲۴ھ (اردو) امام احمد رضا اکیڈمی ممبئ

....

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ا ص ۶۷

۲۔ ایضاً۔

۷۔ ترجمہ قواعد نائیٹکل المنک	۱۳۲۹ھ	(اردو)	غیر مطبوعہ
۸۔ جدول ضرب	۱۳۲۸ھ	(عربی)	غیر مطبوعہ
۹۔ جدول اوقات	۱۳۲۹ھ	(عربی)	غیر مطبوعہ
۱۰۔ اِستِنبَاطُ الْاَوْقَات		(فارسی)	غیر مطبوعہ
۱۱۔ تَسْهِيْلُ التَّعْدِيْل		(اردو)	غیر مطبوعہ
۱۲۔ جدول برائے جنتری شخصت سالہ		(فارسی)	غیر مطبوعہ
۱۳۔ حاشیہ جامِعُ الاَفْکار		(فارسی)	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۱۴۔ حاشیہ خَزَانَۃُالْعِلْم		(فارسی)	غیر مطبوعہ
۱۵۔ حاشیہ زُبْدَۃُ الْمُنْتَخَب		(فارسی)	غیر مطبوعہ
۱۶۔طلوع وغروب نیرین		(اردو)	غیر مطبوعہ
۱۷۔ مُيُولُ الْكَوَاكِبِ وَتَعْدِيْلُ الْاَيَّام		(اردو)	
۱۸۔ سمت قبلہ		(اردو)	مرکزی مجلس رضا لاہور[1]
۱۹۔مُسْفِرُ الْمُطَالِعِ لِلتَّقْوِيْمِ وَالطَّالع			(المنک سے تقویمات کواکب نکالنے کے طریقے)[2]

۱۔عبدالمبین نعمانی، مولانا، المصنّفات الرّضویۃ، ص ۴۱

۲۔احمد ررضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰ ص ۱۱۶

(i) علم التوقیت کے اصول وقواعد

مولانا احمد رضا خان نے اپنی مختلف کتابوں میں علم توقیت کے بارے میں لکھا ہے۔ یہاں پر بطور تمثیل المنک سے ستاروں کی تقاویم نکالنے کے چند طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔

المنک سے تقویمات کواکب نکالنے کے طریقے

مولانا احمد رضا خان نے المنک سے تقویمات کواکب نکالنے کے چار طریقے بیان فرماتے ہوئے ان کے بیان میں ایک تحقیقی رسالہ ''مُسفِرُ المُطَالعِ لِلتَّقوِیمِ وَالطَّالع ''تحریر فرمایا۔اس کے طریق سوم کا سب میں پہلا ابتدائی خفیف عمل یہ ہے جس کا نام واضع نے "قاعدہ استخراج تقویم" رکھا، کی ایک جھلکی آپ کے پیش نظر ہے آپ لکھتے ہیں۔

''تیسرا طریقہ ستاروں کی گزرگاہ اور اس کے میل سے تقویم کوکب (ستارے کے حال) کے معلوم کرنے کا ہے۔

میں کہتا ہوں:

(۱) گزرگاہ کے مطالع کی ساعتوں کو نو (۹) سے ضرب دے کر مطالع استوائیہ کے جدول (نقشے) میں تقویس (جیب کے مقابل آنے والی تقویس یعنی دائرے کے حصے کا معلوم) کریں تا کہ عاشر (دسواں حصہ) ہاتھ آئے (واضع صاحب کا قاعدہ یہیں ختم ہوا) اس کے بعد ملاحظہ ہو کیا درکار ہے کہ تقویم حاصل ہو۔

(۲) اس کا میل نکالیں (دائرہ معدل النہار سے آفتاب کی دوری کو میل اور دوسرے ستاروں کی دوری کو بُعد کہتے ہیں، اس عبارت میں ستارے کی دوری کو بھی میل کہا گیا ہے)

(۳) پھر اگر میل، جہت میں موافق ہو میل کواکب کے تو اس وقت میل عاشر کو تمام میل کوکب پر بڑھائیں گے اور اگر جہت میں موافق نہ ہو تو کم کردینگے، اگر زیادہ کرنے کی صورت میں صہ (ساٹھ درجوں سے زائد ہو تو تمام میل قف (ایک سو اسی ۱۸۰ درجے) تک لیں، یہ عاشر کا ارتفاع ہوگا۔

(۴) اس کا ظل تمام لے کر کم کریں اور باقی محفوظ کرلیں۔

(۵) پھر گزرگاہ کے مطلع پر چوتھائی حصے کو زائد کر کے مجموع کا اعتبار کر کے اس کے بعد کا جیب اعتدال سے قریب لیں

(۶) اس جیب کو میل کل سے کم کر کے محفوظ میں ضرب دیں ظل تعدیل طالع حاصل ہو جائے گا۔

(۷) ظل کے جدول میں اس کی تقویس کریں کہ تعدیل ہے۔

(۸) پس اسی مجموع کو مطالع استوائیہ سے لیں

(۹) پھر دیکھیں کہ ستارے کا میل شمالی ہے یا جنوبی، اگر شمالی ہے اور عاشر نصف جدوی یعنی برج جدی کی ابتداء سے جوزاء کے آخر تک ہے تو تعدیل کو ان مطالع استوائیہ پر زیادہ کریں گے، مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع اول میں میل کوکب سے زیادہ ہو اور اگر نصف سرطانی یعنی برج سرطان کی ابتداء سے لے کر برج قوس کے آخر تک ہو تو

تعدیل کومطالع مذکورہ سے کم کردیں گے مگراس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع دوم میں زیادہ ہومیل کوکب سے اوراگرستارے کا میل جنوبی ہے اگر عاشرنصف سرطانی میں ہے تو تعدیل کوزیادہ کریں گے مگراس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔اوراگرنصف جدوی میں ہوتو تعدیل کومطالع مذکورہ سے کم کردیں گے،مگراس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔اوراگرنصف جدوی میں ہوتو تعدیل کومطالع مذکورہ سے کم کردیں گے،مگراس صورت میں کہ میل زیادہ ہواورربع میں ہو۔

(۱۰)عمل معلوم حاجت کے مطابق کریں کہ یہی تقویم ہے۔''[۱]

مولانااحمدرضاخان مندرجہ قواعد بیان کرنے کے بعد یوں تنقیدی بحث فرماتے ہیں

''زیج بہادرخانی سے مطالع استوائیہ کاایک جدول بعینہ نقل کردیا ہے۔ہم نے اپنے محاسبہ خاصہ سے اس کی تجدید کی ہے،تاہم یہ بھی تقریب کوکافی ہے۔بروج یونانیہ وہندیہ میں ۱۰۲۲ کافرق بشدت غلط ہے بلکہ اسی سال کے آغاز یعنی یکم محرم ۱۳۳۰ھ کو مالث م م لومہ فرق تھا یعنی ۲۳ ۶۴۰ ۲۲۴ سے کچھ زائد اورروزانہ ترقی پر ہے۔یہاں تک دنیا باقی رہی تو رجب ۱۷۹۲ھ میں پورے ایک برج کا تفاوت ہوجائیگا اس الثور سے ہندی سیکھ کی سنکرانت ہوگی۔اس ہندی حساب کوحقیقی تقویم کہنا ٹھیک نہیں۔حقیقی تقویم یہی ہے جومحل تقاطع سے ہے،اسی سے حساب فصول ہے،اسی سے حساب کمی بیشی روز وشب ہے ،اسی سے حساب مطالع ہے،اسی سے حساب طلوع غروب وسائراوقات ہے،ہندی تقویم تقویم صوری ہے کہ صورت پرستوں نے صورت کواکب پراس کی بنارکھی ہے۔[۲]

طالع کیاہوتاہے؟

وہ نقطہ فلک البروج ہے جوکسی وقت میں مطلوب میں جانب شرق افق حقیقی بعدی پرہی زائچہ ولادت میں لیاجاتا ہے۔اوریہی زائچہ سال میں بھی جملہ اعمال میں،اوریہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یافی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہوہرگز سیاست ربع مجیم مکسر جفروغیرہ کسی علم یاکسی ذی علم کی اصطلاح نہیں،یوں ہرشخص کواختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقررکرے مگروہ اسی حدتک محدودرہے گی کسی علم یافن میں ملحوظ نہیں ہوسکتی طالع اگرچہ غیرمتجزی ہے جیسا کہ اس کے موجب میں ظاہرہوامگراہل تنجیم وفن تنجیم اس سے وہ درجہ مرادلیتے ہیں جووقت مطلوب افق شرقی پربلدی پرہواوراس کاباعث یہ ہے کہ انکے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے جب تک درجہ طالع نہ دے دے،اوراس میں تین چارمنٹ تک کی غلطی کاتحمل بھی ہے کہ منٹ سیکنڈ بالے صحیح وقت ولادت معلوم ہونانادر ہے۔[۳]

قواعدتقویم پرعبوراورستارہ بین کااستعمال

۱۔احمدررضا،امام،فتاوٰی رضویہ،ج ۳۰ص ۱۱۷-۱۱۸

۲۔ایضاً،ج ۳۰ص ۱۱۸

۳۔ایضاً،ج ۲۷ص ۱۰۲

شیخ علاؤالدین صاحب ۱۱شوال مکرم ۱۳۳۰ھ مرسلہ میں مولانا احمد رضا خان سے عرض ہیں کہ

''مولوی عبداللہ صاحب جنھوں نے قاعدہ استخراج تقویم کواکب از مطالع استوائیہ مرقومہ المبینک کمترین کو بتایا تھا ان سے جب کمترین نے ان کے قاعدہ کی غلطی کا اظہار کیا اور جناب والا کی تحریر دکھائی اس سے اطمینان نہ ہوا اور جناب والا کی تحریر کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اپنی ولایتی ستارہ بیں مشاہدہ کواکب کو دکھا کر آپ کا اطمینان کرا سکتا ہوں، چنانچہ کمترین نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ بعد رمضان المبارک چند روز کے واسطے مع ستارہ بیں کے یہاں تشریف لا کر میرا اطمینان کر دیں۔ لہذا امید کہ اس وقت تک رسالہ مسفر المطالع کے طبع کرنے میں توقف کیا جائے۔''[۱]

اس سوال کے جواب میں مولانا احمد رضا خان نے کئی نکات پر مشتمل جواب دیا۔ چند نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

''اس قاعدہ تقویم کی نسبت گزارش ہے کہ:

(۱) ستارہ بیں کے آنے پر کیوں محمول فرمائیے خود المبینک ایک اعلیٰ ستارہ بیں ہے۔ اس سے ملاحظہ کیجئے جس وقت اس نے دو کوکبوں کا قران لکھا ہے اگر ان میں ایک قمر ہے تو اس کی تقویم وقت قران کیلئے تعدیل ما بین السّمرین سے لیجئے اور دوسرے کی اس قاعدہ سے ملاحظہ ہو کر دونوں میں کتنا فرق آتا ہے؟

(۲) یہ بھی نہ سہی نہایت سہل امکان گزارش کروں قمر کی تقویم نصف النہار و نصف اللیل روزانہ مکتوب ہے اور ہر گھنٹے کے مطالع مر بھی ان مطالع کو تحویل و تقویس کر کے دیکھ لیجئے کس قدر تفاوت پڑتا ہے مثلاً ایک مثال گزارش، اس سال اکتوبر ۲۱ بجے کے مطالع لکھے ہیں ۔/ ۵ء۶۵۴۵۵۵ ث درجات ہیں اس کی تحویل ہوئی۔ تح تح نٹ بط جدول مطالع استوائی میں اس کے طوالع ہوئے ۸ ۲۳۳ ۰' ا حالانکہ اس وقت تقویم قمر ہے' ۲۸۱۰ نصف درجہ کا فرق ہوا کہ ہرگز مخفی نہیں اور کہیں اس سے بھی زائد آئے گا کہیں کم کہیں قریب تطابق۔ یہ عقم قاعدہ کی دلیل روشن ہے یہی حال ہر کوکب میں ہوگا مگر شمس اس میں حاجت نہیں کہ اس کی جس وقت کے مطالع مر لکھے اسی وقت کی تقویم ضو بھی مکتوب ہے۔

(۳) اہل ہیئات جدیدہ سہولت کے کمال حریص ہیں حتی کہ اس کے لیے مساہلت گوارا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے اعمال و حقائق اعدائی کے مطالع پر مخفی نہیں یہاں بھی جو قواعد برہانیہ کے فقیر نے استنباط کئے ایسے نہ تھے ان کی فکر وہاں تک پہنچتی مگر طول امل و کثرت عمل کے باعث ان سہل انگاروں نے ان سے گریز کر کے یہ آسان قاعدہ رکھا جو میں نے آپ سے یہاں گزارش کیا تھا۔ اسی کی خاطر روزانہ ہر کوکب کا طول بفرض مرکزیت شمس اور عرض بفرض مذکور اور لوگارثم بُعد کے خانے دیے اور اتنے اعمال گوارا کئے اگر وہ سہل سی بات کافی ہوتی تو کیا انکا سر پھرا تھا کہ تحقیق و تدقیق چھوڑ کر تطویل میں پڑتے۔[۲]

آلات فلکیہ میں غلطی کا امکان

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰ ص ۱۱۹

۲۔ ایضاً۔

مولانا احمد رضا خان مندرجہ بالا سوال کا ایک جواب یوں ارشاد فرمایا۔

''اگر یہ فرمان اس بناء پر ہے کہ شاید ستارہ بیں قواعد رسالہ کی غلطی ثابت کرے تو کس سے اطمینان فرمائیں، سواس قاعدہ کے جو میں نے جناب سے گزارش کیا اور معمول ہئیت جدیدہ ہے کہ تقریب قریب ہوتا ہے مگر تحقیق سے دقیقہ تک تفاوت لاتا ہے۔ قواعد کہ فقیر نے استنباط کئے مبرہن ببراہین ہندسیہ ہیں، اگر ان کے خلاف بتائے تو یقیناً آلہ غلط ہے نہ کہ براہین۔ بعض آلات خود ناقص ہوتے ہیں بعض کو بنانے والا غلط بناتا ہے، بعض وقت صحیح آلہ غلط لگایا جاتا ہے، بعض وقت مدلول آلہ کو لگانے والا غلط ادراک کرتا ہے، آلہ اپنے منتہائے کار کے بعد بھی حساب کا محتاج ہے اور حساب اکثر محتاج آلہ نہیں، آلہ کیسا ہی دقیق ہو دقیق حساب تک نہیں پہنچ سکتا، حساب توالی ثوالث بناتا ہے اور عام آلات صرف درجات یا غایت درجہ انصاف درجہ اگر دقائق بتائے تو اعجوبہ دہر ہے مگر توالی ضرور نا متصور۔ آخر یہ تو قاعدہ کے متعلق سمع خراشی تھی اتنا فقیر کو مامول کہ اس ستارہ بیں کی قیمت اور جائے وجہ ان سے مطلع کیا جاؤں۔ جناب فرماتے ہیں بہت بیش قیمت ہے تو میں کہاں پاسکوں، مولوی صاحب نے کہاں سے حاصل فرمائی، کس طرح ملی، جب ایسی بیش قیمت ہے تو زحل کے حلقے مشتری کے چاروں قمر جولو دسلطا وغیرہما کواکب جدیدہ بھی دکھاتی ہوگی۔''[۱]

المنک میں مرقوم مطالع حقیقی ہیں یا نہیں

المنک میں مرقوم مطالع کیا حقیقی ہوتے ہیں یا نہیں تو اس کے جواب مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں۔

''المنک میں جو مطالع مر شمس وقمر و ہر کوکب کے لیے ہیں سب بلحاظ مرکز زمین حقیقی اور بقدر کافی تحقیق وصحیح ہیں مگر ان سے طوالع حاصل کرنا شمس میں ہمیشہ تقویم سے مطابقت لائے گا اور دیگر کواکب میں نادر، اکثر اختلاف دے گا، جس کی مقدار نصف درجہ سے بھی زائد تک ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مطالع حقیقۃً مطالع اجزاء منطقۃ البروج ہیں کہ انہیں کے میل وبعد عن الاعتدال الاقرب سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ شمس دائماً ملازم منطقہ ہے تو اس کی تقویم ہمیشہ نفس منطقہ پر ہوتی ہے اور وہی طوالع مطالع ہیں۔ بخلاف دیگر کواکب کے کہ اپنے تمام دورہ میں صرف دوبار منطقہ پر آتے ہیں جب کہ اپنے راس وذنب پر ہوں یا متحیرات کے باعث دو چار بار اور اسی وقت تقویسی مطالع ان کی تقویم ٹھیک بتائے گی یا اس وقت کہ کوکب مارہ بالاقطاب الاربعہ پر ہو کہ اب میلیہ وعریضہ متحد ہو جائیں گے باقی اوقات اختلاف دے گی۔[۲]

تاریخ کی ابتدا کے طریقے

مولانا احمد رضا خان تاریخ کی ابتدا وانتہا میں رائج چار طریقے بیان کرتے ہیں

''تاریخ کی ابتدا وانتہا میں چار طریقے ہیں: ایک طریقہ نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) کا کہ ان کے یہاں نصف شب سے نصف شب تک تاریخ کا شمار ہے۔ دوسرا ہنود (یعنی ہندوؤں) کا کہ طلوعِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک، تیسرا طریقہ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰ ص ۱۲۰

۲۔ ایضاً، ج ۳۰ ص ۱۲۱

فلاسفہ یونان کا ہے کہ نصف النہار سے نصف النہار تک ،علمِ ہیئت میں یہی ماخوذ ہے ۔ چوتھا طریقہ مسلمانوں کا کہ غروبِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک اور یہی عقلِ سلیم پسند کرتی ہے کہ ظلمت (یعنی اندھیرا) نور سے پہلے ہے۔''[۱]

حجۃ الوداع کس موسم میں ہوا؟

مولانا احمد رضا خان حجۃ الوداع کی تاریخ کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

''حجۃ الوداع شریف کھلی بہار کے موسم میں تھا، فقیر نے حساب کیا ۹/ ذی الحجہ ۱۰ھ ہجریہ روز جمعہ کو چھٹی مارچ (عہ) ۶۳۲ء تھی۔ ولہذا علماء اسے ماہ تحویل حمل میں بتاتے ہیں۔

عہ: یعنی اس وقت کی تعبیر میں ورنہ آغاز سن عیسوی کے حساب سے دسویں مارچ تھی، جیسا کہ ہم نے اپنے ایک رسالہ متعلقہ ''تحقیق سال عیسوی'' میں ثابت کیا۔''[۲]

اپنے اس دعوٰی پر حدیث پاک کو ذکر کرتے ہوئے دو محدثین کے اقوال نقل کرنے کے بعد یوں فرماتے ہیں

اقول مراد یہ ہے کہ اس مہینے میں تحویل حمل ہوتی ہے نہ یہ کہ اس دن تحویل حمل تھی، ہم نے زیج الغ بیگی سلطان اور زیج اجد بہادر خانی اور دو زیجوں سے نصف النہار حقیقی مکہ معظّمہ دہم ذی الحجہ ۱۰ھ ہجریہ مطابق یازدہ ذی الحجہ وسطیہ روز شنبہ کی تقویم شمس نکالی دونوں سے حوت کے اکیسویں درجے میں آئی اول سے حوت کے بیس درجے سینتیس دقیقے انتالیس ثانیے ، دوم سے بیس درجے چھتیس دقیقے پچاس ثانیے بلاشبہہ اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصا مکہ معظّمہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدل موسم ہوتا ہے۔ نہ رات کو برف نہ دن کو لو، نہ برسات کی مکھیاں، تو جن حاجات کے لئے جھولیں ڈالتے ہیں، ان کا اصلا نام ونشان نہ تھا، لاجرم یہ جھولیں وہ نہ تھیں بلکہ خاص تعظیم شعائر اللہ کیلئے تھیں، تو معمولی جھولیں کسی طرح ان کے معنی میں نہیں۔[۳]

حدیث پاک کی شرح علم ہیئت کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَااَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِم.[۴]

جب ادھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پیٹھ دکھائے اور سورج پُورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پُورا ہو چکا۔

مولانا احمد رضا خان مندرجہ بالا حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

''عالمِ ماکان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع

۱۔ مصطفٰے رضا خان، مولانا، الملفوظ، ص ۶۷

۲۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۲۰ ص ۵۷۵

۳۔ ایضاً، ج ۲۰ ص ۵۷۶-۵۷۷

۴۔ ترمذی، محمد بن عیسٰی، امام، جامع الترمذی، ج ا ص ۸۸

ہوتے ہیں، پہلے سیاہی اُٹھتی ہے اُس وقت تک اگر اُفق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی بلکہ قلل جبال و اعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثفِ ابخرہ افقیہ و کثرت بعد عن الابصار و طول مرور شعاع البصر فی ثخن کرا لبخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افقِ مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار و نماز آتا ہے۔''[۱]

جدید آلات سے تعیین قبلہ اور قدیم محرابیں

''اقول: (میں کہتا ہوں) یہ نفیس گفتگو ہے علم کے کسی پہلو کو نہ چھونے والے بے اصل اندازے کو ان آلات سے حاصل شدہ ظنِ غالب سے کیا تعلق، اگر تعیین قبلہ کے معاملہ میں طول البلد اور عرض البلد اور ان کے اکثر معاملات میں ظن کا دخل نہ ہوتا تو ان آلات سے حاصل شدہ علم قطعی ہوتا جس میں شک کی گنجائش نہ ہوتی۔ بلکہ اگر تو تحقیق کرے تجھے معلوم ہوگا کہ وہ بڑے بڑے محراب جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے بعد بنائے گئے ہیں اور انہی قواعد کی بنا پر اور انہیں ضوابط پر ان مساجد کے ستون بنائے گئے، تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ان محرابوں پر تو اعتماد کیا جائے مگر ان قواعد پر نہ کیا جائے جن کی بنا پر وہ محراب معرض وجود میں آئے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ جہاں (قاعدہ و محراب) قدیم میں تعارض ہوگا وہاں محراب قدیم کو ترجیح ہوگی۔''[۲]

جنتریوں کے بارے تحقیق

''جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آجکل کی جنتریوں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی، تو وہ بھی انہی ہندوانی جنتریوں کی پیروی سے، کیا قابلِ التفات ہوسکتی ہیں؟ فقیر نے بیس ۲۰ برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں، اول مصرانی ہیئت ہی ناقص و مختل ہے پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں، تقویماتِ کواکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جن میں کوئی سمجھ دار بچّہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اور ان کی جنتری کیا، اور ان کی دوج اور پروا کی کسے پروا!''[۳]

قطبین کے حالات کے بارے میں تحقیق

یہی حکم و علاج اس عجوبہ خلقت کے لیے ہوگا، اس کی نظیر وہ سوال ہے کہ جہاں عرض تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۵ ص ۱۴۳

۲۔ ایضاً، ج ۶ ص ۶۷

۳۔ ایضاً، ج ۱۰ ص ۴۲۷

اسی درجے عرض سے آگے لوگوں کا گزر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی ہر آن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل کر رکھا ہے، نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے، نہ زمین ہو گیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر درجے آگے سے آبادی کا پتا نہیں، وہاں جبکہ چھ چھ مہینے دن رات ہیں بلکہ قطب شمالی میں چھ مہینے نو دن کا دن اور نو دن سے کم چھ مہینے کی رات، اور قطب جنوبی میں بالعکس، اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اس کی رفتار اوج میں سست اور حضیض میں تیز ہے، پھر یہ نہار و لیل نجمی ہے، عرفی لیجئے تو نصف قطر آفتاب اور حصہ انکسار بڑھ کر مقدار نہار میں اور بہت سے دن بڑھ جائیں گے، اور نہار شرعی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجئے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہو کر رات بہت کم رہ جائے گی اور وہاں قمر وغیرہ کسی کوکب کا طلوع وغروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب منطقہ سے شمالی ہوگا قطب شمالی میں طلوع کرے گا اور جب تک شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہوگا غروب کرے گا اور جب تک جنوبی رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور وبطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اس وقت اجتماع میں ہو یا استقبال میں تربیع میں ہو یا شکل ہلال میں، تو سال کے بارہ دن رات جو قمر نے پائے ان میں حساب انتظام اہلہ وشہور نامقدور، اور اگر حکما صورت تقدیر و اندازہ لیجئے بھی جس طرح در بارہ ایامِ طوال''[1]

۱۔ احمد رضا، امام، فتاوٰی رضویہ، ج ۱۱ ص ۲۲۱

(ii)اوقات صلوٰۃ (Time Table of Salah)

دوپہر کے وقت اشیاء کا سایہ

دوپہر کے وقت اشیاء کا سایہ ہوتا ہے یا نہیں؟ مولانا احمد رضا خان اس بارے میں فرماتے ہیں

''مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیت گواہ اور خود ائمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حرمین طیبین اور اُن کے بلاد ہیں۔''[۱]

فی ءالزوال کو پہچاننے کا طریقہ اور نمازِ ظہر و عصر کا وقت

نصف النہار و فی ءالزوال کی یہ کافی پہچان ہے

''ہموار زمین میں سیدھی لکڑی عمودی حالت پر قائم کی جائے اور وقتاً فوقتاً سایہ کو دیکھتے رہیں جب تک سایہ گھٹنے میں ہے دوپہر نہیں ہوا اور جب ٹھہر گیا نصف النہار ہو گیا اس وقت کا سایہ ٹھیک نقطہ شمال کی جانب ہوگا اسے ناپ رکھا جائے کہ یہی فی ءالزوال ہے اس سے پہلے سایہ مغرب کی طرف تھا جب سایہ بڑھنے لگا دوپہر ڈھل گیا اب سایہ مشرق کی طرف ہو جائے گا جب لکڑی کا سایہ مشرق و شمال کے گوشہ میں اُسے فی ءالزوال کی مقدار اور لکڑی کے دو مثل کو پہنچ گیا مثلاً آج ٹھیک دوپہر کو لکڑی کا سایہ اُس کا نصف مثل تھا اور اُس وقت خاص نقطہ شمال کو تھا اب وقتاً فوقتاً بڑھے گا اور مشرق کی طرف جھکے گا جب سایہ لکڑی کا ڈھائی مثل ہو جائے عصر ہو گیا۔''[۲]

متبادل بہتر طریقہ

''اس سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صحیح کمپاس سے نہایت ہموار زمین میں سیدھا خط جانبِ قطب کھینچ لیجئے اور اس خط کے جنوبی کنارے پر وہ لکڑی عموداً قائم کیجئے لکڑی کا سایہ جب تک اس خط سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا جب سایہ اس خط پر منطبق ہو جائے ٹھیک دوپہر ہے اور اُسی وقت کا سایہ فی ءالزوال ہے جب سایہ اس خط سے مشرق کو ہٹے دوپہر ڈھل گیا۔''[۳]

تیسرا طریقہ

''مسجد کی مشرقی دیوار اگر سیدھی ہموار اور ٹھیک نقطتین جنوب و شمال کو ہے اور اُس کے دونوں پہلو پر زمین ہموار ہے تو

۱۔ احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج۵ ص۱۳۴

۲۔ ایضاً، ج۵ ص۳۲۳

۳۔ ایضاً۔

اُس سے بھی شناخت ہوسکتی ہے دیوار کا سایہ جب تک اُس سے مغرب کو ہے دو پہر نہ ہوا اور جب مشرق کو پڑے دو پہر ڈھل گیا اور جب دونوں پہلوؤں پر سایہ نہ ہو تو ٹھیک دو پہر ہے۔''[۱]

چوتھا طریقہ

''گھڑیوں کے بارہ ۱۲ سے اس کی شناخت تعدیل الایام وفصل طول جاننے پر منحصر ہے اصل بلدی وقت سے دوپہر کبھی سوا بارہ ۱۲ بجے بھی نہیں ہوتا اور کبھی پونے گیارہ بجے ظہر ہو جاتا ہے اور جبکہ گھڑیاں مقامی وقت پر نہ چلیں بلکہ دوسری جگہ کے وقت پر جیسے ہندوستان میں شرق سے غرب تک ساری گھڑیاں وسطِ ہند کے وقت پر جاری ہیں جس کا طول ۸۲ درجے ۳۰ دقیقے ہے جب تو بہت کثیر تفاوت ہو جائے گا مثلاً جہلم میں ۱۱ فروری کو ۱۲ بج کر انچاس ۴۹ منٹ تک بھی دوپہر نہ ہوگا اور کلکتہ میں نومبر کی چوتھی کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر وقتِ ظہر ہو جائے گا، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔''[۲]

نمازِ ظہر کا مستحب وقت

مولانا احمد رضا خان سے یہ سوال پوچھا گیا کہ ازرانی کھیت: ماہِ جون و جولائی واگست میں نمازِ ظہر کا وقتِ مستحب کے بجے سے شروع ہوتا ہے اور کتنے بجے تک رہتا ہے؟

الجواب: بحکمِ حدیث وفقہ ایامِ گرما میں تاخیرِ ظہر مستحب ومسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو۲ حصّے کیے جائیں نصف اوّل چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں۔

موسمِ گرما اور سرما کی تعریف

شتاء اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل طور پر شدید سردی رہے اور صیف اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت سخت گرمی رہے۔[۳]

ظہر کا مستحب وقت اور تحقیقِ مواسم

اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے فلکیوں کی تقسیم کہ تحویلِ حمل سے آخر جوزا تک ربیع، آخرِ سنبلہ تک صیف، آخر قوس تک خریف، آخرِ حوت تک شتا ہے اُن کے بلاد کے موافق ہوگی، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک بُرج پہلے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے، یونہی درختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہو جاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخرِ مئی شدّتِ گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے حوت حمل ثور بہار، جوزا سرطان اسد گرمی، سنبلہ میزان

۱۔ احمد رضا، مولانا، فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۳۲۳

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

عقرب خریف، قوس جدی دلو جاڑا، تو زمانہ استحباب تاخیر ظہر ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز وانجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات ثور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اُس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کر سکیں اور زیادت افادت کیلئے ان ایام کا طلوع وغروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جُون گزر گئے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کر سکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خطِ نصف النہار پر منطبق ہو جیبی گھڑی میں وہ وقت کر دیں جو خانہ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی وجہ پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار ۴ بجے جو مدراس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ ۱۶ کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صدہا بار پائی ہے، ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور از انجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکنڈوں کی تدقیق نہ کریں گے رانی کھیت کے لئے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۸ دقیقے اور طول مشرقی ۷۹ درجے ۲۸ دقیقے ہے۔[1]

نماز ظہر کے وقت میں عوام الناس کی غلطی کا ازالہ

بعض عوام کو اپنی ناواقفی سے وقت ظہر پانچ بجے تک رہنے کا بھی تعجب ہوتا ہے نہ کہ پانچ سے بھی کچھ منٹ زائد تک لہذا ایامِ خمسہ میں سب سے بڑا وقت کہ ۲۴ جولائی کا آیا ہم اس کی برہان ہندسی ذکر کر دیں کہ آج کل بہت مدعیانِ علم بھی فنِ توقیت سے محض ناواقف ہیں اُنہیں اطمینان ہو کہ یہ بیانات جزافی نہیں تحقیقی ہیں جو نہ جانتا ہو جاننے والوں کا اتباع کرے، اور جو نہ خود جانے نہ جانے والوں کی مانے اس کا مرض لاعلاج ہے۔

البرھان

تحویل مفروض بوقت مطلوب راس الاسد بہت ساعۃ درجہ سابقہ ب   ب x وقت تخمینی   مط لو= ما لا ما تقویم نصف النہار حقیقی   الط مح الط میلہ   ہا ا+ تمام العرض الب+ نصف قطر مو= ف مط مو تمامہ

ی مد بعد سمتی حقیقی حاجی وقت ظہیرہ تحویلش بمرئی ط ی ہ   ظلش ط ما اما ظل وقت عصر حنفی   ط ما اما قوسہ سہ +نصف قطر= سہ الرنط الب بعد سمتی حقیقی مرکزی وقت مطلوب   عرض البلد الط لح میل راس الاسد   ط لح نر= ط- الح الوح+ بعد سمتی= عدنوا الہ الہ نصفہ لرالح   مح جیبیہ

۹،۷۸۴۱۵۲۶ و بعد سمتی۔ نصف مذکور= الرنط مولط جیبیہ ۹،۷۶۱۵۵۶۴ قاطع عرض ۰،۰۶۰۸۷۶۶ قاطع میل ۰،۰۲۷۴۵۶۰ جمیع الاربعہ ۹،۵۴۴۰۲۲ تقویسش درجدول وقت ۶،۹۵۴ +فصل طول وسط الہندی ۱۲+ تعدیل الایام ۱۶ = ۶،۳۳ ۵۸۳ یعنی پانچ بج کر آٹھ منٹ ۳۴ سکنڈ پر وقتِ ظہر ختم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

۱۔ احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج ۵ ص ۱۵۴

۲۔ ایضاً، ج ۵ ص ۱۵۵

نمازِ مغرب کا وقت شفق

مولانا احمد رضا خان سے سوال پوچھا گیا کہ نمازِ مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معاً ہوجاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے برتقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔[۱]

آپ اس کے جواب فرماتے ہیں

''افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمسی کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہوجاتا ہے اُس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمَعَایَنَه[۲]

(خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ت)

جسے شک ہو طلوع وغروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہُوا آنکھوں سے مشاہدہ ہوجائے گا الحمد اللہ عجائبِ قرآن منتہی نہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المومنین علی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ

لَاتَنقَضِیُ عَجَائِبُهُ[۳]

قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے۔(ت)

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُولِجُ الَّیلُ فِی النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهارُ فِی الَّیل[۴] (تُو، رات کو دِن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ت) کے مطالعہ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیمِ قدیر عز جلالہ، دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی، کیونکہ ایک چیز دوسری میں تبھی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہوجائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔[۵]

۱۔ احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج ۵ ص ۱۴۰

۲۔ مناوی، عبدالرؤف، اَلْجَامِعُ الصَّغِیْرُ مَعَ فَیْضِ الْقَدِیْرِ، مصر: مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ، ۱۳۵۶ھ، ج ۲ ص ۳۴۷

۳۔ ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد، الترغیب فی فضائل اعمال، بیروت: دارالکتب علمیہ، ۲۰۰۴ء، ج ۱ ص ۶۹

۴۔ البقرہ: ۲:۲۷

۵۔ احمد رضا، مولانا، فتاوٰی رضویہ، ج ۵ ص ۱۴۰-۱۴۱

(iii) تحقیق تعین سمت قبلہ

مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی اہم شرط استقبال قبلہ ہے۔قبلہ کا تعین کئے بغیر نماز کا پڑھنا ناممکن ہے۔مختلف ادوار میں قبلہ کا تعین کرنے کے لئے ریاضی کے مختلف قواعد استعمال کئے گئے۔سمت قبلہ کے عنوان پر اب تک جتنی کتابیں یا مضامین لکھے گئے ان میں سب سے زیادہ تفصیلی، آسان، تحقیقی اور تمام روئے زمین کو عام مولانا احمد رضا خان کی معرکۃ الآرا تصنیف ''کَشْفُ الْعِلَّۃ عَنْ سمتِ القِبْلَۃِ'' ہے اس میں مولانا احمد رضا خان نے پوری دنیا کی سمت قبلہ معلوم کرنے کے لئے دس قاعدے خود ایجاد کئے ہیں۔

۱۔ان قواعد سے کن کن مقامات کی سمت قبلہ استخراج کر سکتے ہیں؟

۲۔ان کے ذریعہ استخراج سمت قبلہ میں کتنی آسانی ہے؟

۳۔ان قواعد سے کوئی آسان قاعدہ موجود ہے یا نہیں؟

۴۔یہ قواعد کس حد تک تحقیقی ہیں؟

ان سب کے جواب کے لئے مولانا احمد رضا خان کی تحریر ملاحظہ ہو:

''الحمد للہ ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین زیر و بالا، بحر و بر، سہل و جبل آبادی و جنگل، سب کو محیط ہوئے کہ جس مقام کا عرض و طول معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے، آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ اگر عرض و طول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں اور پردے اٹھا دیئے جائیں تو کعبہ معظّمہ کو خاص روبرو پائیں''[۱]

''کَشْفُ الْعِلَّۃ عَنْ سمتِ القِبْلَۃِ'' کی خصوصیات

☆ مولانا احمد رضا خان نے تمام قواعد کو علم مثلث کروی (Spherical Trignometry) کے اصول وقواعد اور دلائل و براہین سے ثابت کر دیا ہے اور ہر ایک کے تحت شکلیں بنا کر ایسی تشریح کر دی ہے کہ علم ریاضی سے شغف رکھنے والے کو معمولی توجہ کے بعد قواعد اور ان سے استخراج سمت قبلہ کی صحت کا پختہ یقین ہو جائے گا، کئی کئی مثالیں دیکر تفہیم کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے۔

☆ کشف العلہ کے جن قواعد میں حسابی عمل کی حاجت ہوتی ہے، مثلاً قاعدہ نمبر ۵ سے آخر تک چھ قاعدے ان کو تسہیل و تحقیق کے پیش نظر شکل مغنی و شکل ظلی دونوں کے اصول کے امتزاج سے مرتب فرمایا ہے، جس استخراج سمت قبلہ نہایت آسان ہونے ساتھ ساتھ زیادہ تحقیقی ہو گیا ہے

۱۔احمد رضا، امام، کَشْفُ الْعِلَّۃ عَنْ سمتِ القِبْلَۃ، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۶

☆ ستینیہ میں ضرب و تقسیم کا عمل مروّجہ ضرب و تقسیم سے مختلف اور خاصا دشوار ہوا کرتا ہے۔ مولانا احمد رضا نے ناظرین کے لئے اتنی دشواری بھی روا نہ رکھی اور قواعد کے جملہ حسابات میں لوگارثمی اعمال تحریر فرمائے جس سے عمل آسان سے آسان تر ہو گیا اب بجائے ضرب و تقسیم، جمع و تفریق سے ہی مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔[۱]

کَشْفُ الْعِلَّة عَنْ سمتِ القِبْلَةِ کا اجمالی تعارف

مولانا احمد رضا خان کی یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں ان ابواب کا اجمالی تعارف پیش کر دیا جائے۔

۱۔ باب اول میں کسی بھی مقام کا فصل طول اگر ۹۰ درجے سے کم یا ۹۰ درجے سے زائد یا ۱۸۰ درجے سے کم ہو اور عرض موجود ہو تو بیان فرمایا ہے اور دلائل و براہین سے مبرہن بھی کر دیا ہے۔

۲۔ باب دوم میں مختلف عرض و طول کے لحاظ سے دس قاعدوں کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور متعدد مثالیں پیش کر کے اجرائے قواعد میں بڑی آسانی کر دی ہے، ہر قاعدہ کو اس سے متعلق شکلیں بنا کر اور علم مثلث کروی کے دلائل و براہین سے بالکل واضح کر دیا ہے۔

مولانا احمد رضا خان کے شہکار قواعد

درحقیقت یہ باب اس کتاب کی روح ہے، سمت قبلہ دریافت کرنے کے لئے یہی باب کافی ہے اور مولانا احمد رضا خان کے شہکار قواعد ہیں، بطور تمثیل دو قواعد بیان کئے جاتے ہیں

۱۔ اگر فصل طول ۱۸۰/ (درجے ہو) اور مقام کا عرض جنوبی مساوی عرض شمالی مکہ ہو تو اس کا قبلہ مثل قبلہ مکہ معظّمہ ہوگا کہ اس صورت میں وہ مقام مکہ معظّمہ کا مقاطر ہے یعنی وہ اور مکہ مکرمہ زمین کے ایک قطر پر ہیں اس طرف مکہ معظّمہ اوس طرف وہ مکہ معظّمہ میں جس وقت ٹھیک دوپہر ہوگا وہاں ٹھیک آدھی رات ہوگی۔ مکہ معظّمہ کی آدھی رات پر وہاں ٹھیک دوپہر ہوگا، مکہ معظّمہ میں جس وقت آفتاب طلوع کرے گا وہاں غروب ہوگا جس وقت غروب کرے گا وہاں طلوع ہوگا۔[۲]

۲۔ اگر فصل طول ۱۸۰/ ہو اور عرض عرض شمالی مطلقاً یا جنوبی ۱۴ ۵۴/ سے کم ہو تو اس کا قبلہ عین جنوب ہوگا اور اگر جنوبی ۱۴ ۵۴/ سے زائد تو قبلہ نقطہ شمال۔

تنبیہ:۔ ہر جگہ ۱۴ ۵۴/ سے عرض حرم مقصود ہے اگر اس سے کم و بیش تحقیق ہو تو وہی۔[۳]

۳۔ مولانا احمد رضا کی فنکارانہ صلاحیت ہے کہ تمام مقاصد کا اثبات متعدد زاویوں سے کر سکتے ہیں لہٰذا باب سوم میں

۱۔ شہید عالم، قاضی، کتاب کی خصوصیات، مشمولہ: احمد رضا، امام، کَشْفُ الْعِلَّة عَنْ سمتِ القِبْلَة، ص ۳۵

۲۔ احمد رضا، امام، کَشْفُ الْعِلَّة عَنْ سمتِ القِبْلَة، ۸۹

۳۔ ایضاً، ص ۹۲

مذکورہ قواعد کوصرف شکل مغنی کے اصول سے مرتب فرمادیا ہے، نیز اشکال بنا کر اور کثیر مثالیں دیکر پوری وضاحت کردی ہے جس سے ان قواعد کی صحت مزید آشکار ہوگئی ہے۔

۴۔ باب چہارم میں مولانا احمد رضا خان نے اپنے ایجاد کردہ قواعد کے مؤامرہ کا مؤامرہ زیجات سے موازنہ کر کے مختلف طریقوں سے اپنے مؤامرہ کا افضل ہونا ثابت کردیا ہے اور سمت قبلہ کے تعلق سے اسلاف کے بیان کردہ قواعد کی تنقیح بھی کردی ساتھ ہی اس کے ذیل میں بہت سے نازک مقامات کی نشاندہی فرمادی ہے جہاں استخراج سمت قبلہ میں سخت احتیاط درکار ہوتی ہے ورنہ اتنی فاحش خطا واقع ہوجاتی ہے کہ بسااوقات قطعاً فساد نماز کی سرحد میں داخل ہوجاتی ہے مثلاً ایک دقیقہ فصل اور ایک دقیقہ فرق عرض پر کبھی ۴۷/درجے قبلہ بدل جاتا ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک جدول کے ذریعہ مختلف فصل وفرق پر قبلہ کی تبدیلی اور اس سے متعلقہ تفاضل کو واضح فرمادیا ہے، ان مباحث کو چھ بیانات میں منقسم کر کے بیان فرمایا ہے۔[۱]

۵۔ باب پنجم میں چغمینی کے مؤامرات کو ذکر کے اس پر متعدد اعتراض وارد کیے۔

۶۔ باب ششم میں مولانا احمد رضا خان نے پوری دنیا کے لئے ۱۵/۱۵ دقیقے کے فصل سے عرض موقع ومحفوظ کی جدول مرتب کی تھی اس باب میں اسی جدول کے ذریعہ نہایت آسانی کے ساتھ سمت قبلہ دریافت کرنے کے قواعد بیان فرما ئے ہیں لیکن افسوس کہ وہ جدول تلاش وبسیار کے باوجود نہ مل سکی۔

۷۔ باب ہفتم میں مولانا احمد رضا نے پورے غیر منقسم ہندوستان کے لئے ایک ایسی جدول مرتب فرمائی تھی کہ جس شہر کی سمت قبلہ دریافت کرنا ہو وہاں کا عرض وطول معلوم کریں اور جدول سے کسی حسابی عمل کے بغیر سمت قبلہ حاصل کرلیں لیکن افسوس کہ یہ
بھی نہ مل سکیں۔[۲]

۸۔ باب ہشتم میں جاوہ، بمبئی، کراچی اور کلمبو تک جانے والے بحری جہازوں کے لئے سوسومیل کے فاصلے پر سمت قبلہ کی تعیین اور عرض وطول کی تحدید فرما کر ان کے جداول مرتب فرمادیئے ہیں اور سمندری راستے سے ان شہروں کی مسافت بھی بیان فرمادی ہے البتہ عدن سے جدہ اور ینبوع کو جانے والے جہازوں کے لئے مرتب کردہ جدول دستیاب نہ ہوسکی جس کے افسوس ہے اس بحث کے ذیل میں برّی اور بحری میل کی تحقیق کے علاوہ بحری میل کی تحدید کے علاوہ یورپین محققین کے اختلافات اور حسابات میں ان سے واقع ہونے والی خطاؤں کی نشاندہی فرمادی ہے۔[۳]

۱۔شہید عالم، قاضی، کتاب کی خصوصیات، مشمولہ: احمد رضا، امام، کَشْفُ الْعِلَّة عَنْ سمتِ القِبْلَة، ص۴۰-۴۱
۲۔ایضاً، ص۴۱
۳۔ایضاً، ص۴۲

ماحصل ونتائج

گزشتہ صفحات کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان فقط مولانا احمد رضا خان نہ صرف ایک عالم، مفتی، حافظ، مفسر، محدث، فقیہ، نعت گوشاعر، مصنف اور محقق تھے بلکہ آپ ان کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم بالخصوص قولاً اور عملاً ایک پختہ زاویہ فکر کے مالک ماہر طبیعیات بھی تھے۔ ان کی شخصیت کا یہ پہلو ابھی تک گوشہ خمولت میں تھا لہذا زیر نظر تحقیق میں ان کے اسی پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

عوام الناس کی کثیر تعداد مولانا احمد رضا خان کی سائنسی تصنیفات سے ناواقف ہے یہ قابل افسوس امر ہے کہ ایک ہزار سے زائد کتب کا مصنف آج صرف ''عالم دین اور نعت گوشاعر'' کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ اس مقالے میں آپ کی علم الطبیعیات میں خدمات کا جائزہ لیا گیا اور جدید سائنسی نظریات سے موازنہ بھی کیا گیا۔ آپ کی علم الطبیعیات میں مکمل خدمات کا جائزہ عمومی اعتبار سے تو ممکن ہے لیکن زیر نظر مقالہ کے متعین قیود صفحات اور وقت کے مد نظر ناممکن ہے کیونکہ علم طبیعیات پر مشتمل بعض رسالے جیسے **فَوزِ مُبِین دَرْرَدِّ حَرکَتِ زَمِین** اور **اَلْکَلِمَةُ الْمُلْهِمَه فِی الْحِکْمَةِ الْمُحْکَمَةِ لِوَهاءِ فَلْسَفَةِ الْمَشْئَمَة** تو علم الطبیعیات کے اتنے کثیر مسائل پر مشتمل ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا اوان کو زینت قرطاس کر کے تشریح کرنا بہت مشکل ہے اگر ان کو فلسفہ قدیمہ اور فلسفہ جدیدہ کا ماہر شخص پڑھے تو عش عش کر اٹھے کہ اتنے تفصیلی اور سائنٹیفک دلائل کہ کسی اور کتاب میں نہ ملیں۔

مولانا احمد رضا خان اور عام سائنسدانوں کے نظریات پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عام سائنسدانوں کا سائنس کے عجیب وغریب نظریات پڑھ کر دہریہ بننے کا خدشہ ہوتا ہے جبکہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں سائنس کا مطالعہ کرتے تھے تو قدیم وجدید سائنس کے غلط نظریات کے خلاف نہ صرف قرآن وحدیث اور سائنس کے تسلیم شدہ دلائل کی روشنی میں کئی کئی دلائل دیتے اور اسلامی مسئلہ کو خوب واضح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ اسلامی نظریات کی روشنی میں سائنس کے نئے نئے نظریات بھی پیش کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ اسلام سائنس کے تابع نہیں بلکہ سائنس اسلام کے تابع ہے جیسا کہ آپ پیچھے مذکور چند نظریات کا مطالعہ کر چکے۔

مولانا احمد رضا خان کی علم الطبیعیات میں خدمات مسلمانوں کے دور غلامی میں فکر اسلامی کا وہ جیتا جاگتا شہکار ہیں جن کا مطالعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مشکل سے مشکل دور میں بھی کس طرح اولوالعزمی کا ثبوت دینا چاہئے انہوں نے مسلمانان برصغیر کے لئے بہت کچھ کیا مگر غیر مسلموں کے غلط سائنسی نظریات کا وہ تردید کی کہ آج تک آپ کے دلائل کو کوئی سائنسدان چیلنج کرنے کے لئے سامنے نہ آیا اور سائنس کی ہر شاخ کے متعلق آپ کی تحقیقات موجود ہیں۔

پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ہر مسلمان بالخصوص سائنسدان کو سائنس کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے آپ کی سائنسی خصوصاً طبیعیات کے میدان میں تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اپنی قیمتی دولت ایمان کو یورپین سائنسدانوں کے نظریات کی تباکاریوں سے بچا سکے۔ آپ کی یہ خدمت قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین

مصادر و مراجع

۱۔ ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد، الترغیب فی فضائل اعمال ، بیروت: دارالکتب علمیہ، ۲۰۰۴ء

۲۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، علامہ، بحر الرائق ، مصر: مطبعۃ العلمیہ، ۱۳۱۱ھ

۳۔ ابوالشیخ اصبہانی، العظمۃ، ریاض: دارالعاصمہ، ۱۴۰۸ھ

۴۔ احمداللہ، قادری، سائنسی دنیا میں مسلم مفکرین کی خدمات، کراچی: بخاری پبلشر، باراوّل، ۱۹۹۵ء

۵۔ احمد رضا، امام، کنز الا یما ن فی تر جمۃ القر آ ن ، لاہور: ضیاءالقرآن پبلی کیشنز

۶۔ احمد رضا، امام، کَشْفُ الْعِلَّۃ عَنْ سمتِ القِبْلَۃ، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء

۷۔ احمد رضا، امام، نزو ل آ یات فر قان بسکو ن زمین و آسما ن ، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء

۸۔ احمد رضا، امام، الاجازۃ المتینہ، مرتبہ حامد رضا خان، کراچی: مکتبۃ المدینہ، ۲۰۰۲ء

۹۔ احمد رضا، امام، حدائق بخشش، لاہور: شبیر برادرز، ۱۹۸۸ء

۱۰۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، لاہور: رضا فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، (۳۰ جلدیں)

۱۰۔ احمد رضا، امام، ردِّ فلسفہ قدیمہ ، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۰ء

۱۱۔ احمد رضا، امام، الملفوظ، مرتبہ: مصطفٰے رضا خان، کراچی: مکتبۃ المدینہ، ۲۰۰۲ء

۱۲۔ افتخار الدین طارق، اسلام اور سائنس، لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۵ء

۱۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح البخاری، دمشق: دارطوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

۱۴۔ تفتازانی، سعد الدین، شرح المقاصد ، لاہور: دارالمعارف النعمانیہ، ۱۹۸۱ء

۱۶۔ تراب الحق شاہ، علامہ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور سائنس، مشمولہ: معارف رضا، شمارہ نمبر ۲۲، کراچی: ۲۰۰۲ء

۱۷۔ ترمذی، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، مصر: مصطفیٰ البابی حلبی، ۱۹۷۵ء

۱۸۔ حاکم، محمد بن عبداللہ نیشاپوری، المستدرک للحاکم ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء

۱۹۔ حسن، ڈاکٹر، مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی ادبی کارنامے، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء

۲۰۔ جرجانی، علی بن محمد، شریف، التعریفات، بیروت: دارالکتاب العلمیہ، ۱۹۸۳ء

۲۱۔ جرجانی، علی بن محمد، شریف، شرح المواقف ، ایران: قم، ۱۹۹۵ء

۲۲۔ حسنین رضا خان، مولانا، سیرت اعلیٰ حضرت، کراچی: برکاتی پبلشر، ۱۹۸۹ء

۲۳۔حسنین رضا قادری،شاہ،وصایا شریف،لاہور:پروگریسو بکس،۱۹۹۶ء

۲۴۔حمیداللہ شاہ،ہاشمی،پروفیسر،تعارف:اسلام اور سائنس،لاہور:مکتبہ دانیال،بدون تاریخ

۲۵۔حنیف خان رضوی،مولانا،بریلوی،جامع الاحادیث،دہلی:کتب خانہ،۲۰۰۱ء

۲۶۔خان محمد:اسلام اور فلسفہ،لاہور:علمی کتب خانہ،باردوم،۱۹۸۴ء

۲۷۔دیاربکری،حسین بن محمد،تاریخ الخمیس،بیروت:موسس شعبان،۱۹۶۵ء

۲۸۔رازی،ابوعبداللہ محمد بن عمر،مفاتیح الغیب،بیروت:داراحیائے التراث العربی،۱۴۲۰ھ

۲۹۔زبیدی،سیدمرتضیٰ،تَاجُ الْعُرُوْسِ فِی جَوَاھِرِ الْقَامُوْسِ،بیروت:دارالھدایہ،۱۹۸۴ء

۳۰۔رحمان علی،مولوی،تذکرہ علمائے ہند(اردوترجمہ)،کراچی:۱۹۶۱ء

۳۱۔طفیل ہاشمی،محمد،ڈاکٹر،مسلمانوں کے سائنسی کارنامے،اسلام آباد:اسامہ پبلی کیشنز،۱۹۸۸ء

۳۲۔طحاوی،ابوجعفر،شرح معانی الآثار،لاہور:مکتبہ رحمانیہ،بدون تاریخ

۳۳۔ظفرالدین بہاری،مولانا،حیات اعلیٰ حضرت،کراچی:مکتبۃ المدینہ،۲۰۱۰ء

۳۴۔ساجد علی ساجد،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ایک سوانحی خاکہ،مشمولہ:خیابان رضا،لاہور:مکتبہ نبویہ،۲۰۰۹ء

۳۵۔سعید،دہلوی،حکیم،معارف رضا،شمارہ نمبر۹،کراچی:ادارہ تحقیقات امام احمد رضا،۱۹۸۹ء

۳۶۔شامی،امین ابن عابدین،رَدُّالْمُحْتَار،بیروت:دارالفکر،۱۹۹۲ء

۳۷۔صابر نسیم بستوی،اعلیٰ حضرت بریلوی،لاہور:مکتبہ نبویہ،۱۹۷۶ء

۳۸۔عضدالدین،عبدالرحمٰن بن احمد،کتاب المواقف،بیروت:دارالجیل،۱۹۹۷ء

۳۹۔عبدالحکیم شرف قادری،اندھیرے سے اجالے تک،لاہور:مرکزی مجلس رضا،۱۹۸۵ء

۴۰۔عبدالحکیم شرف قادری،علامہ،یاد اعلیٰ حضرت،لاہور:مکتبہ قادریہ،باراوّل،۱۹۶۸ء

۴۱۔عبدالحکیم شرف قادری،مقالات رضویہ،لاہور:الممتاز پبلی کیشنز،۱۹۹۸ء

۴۲۔عبدالستار،حافظ،ھدایۃ الحکمۃ،لاہور:مکتبہ تنظیم المدارس،۲۰۰۰ء

۴۳۔عبدالستار طاہر،کنزالایمان ارباب علم ودانش کی نظر میں،لاہور:ناشر بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ،۱۹۹۳ء

۴۴۔عبدالمبین نعمانی،مولانا،المصنفات الرّضویۃ،ممبئی:رضا اکیڈمی،۲۰۰۴ء

۴۵۔عبدالنعیم عزیزی،ڈاکٹر،امام احمد رضا اور نظریہ صوت وصدا،کشمیر:ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، بدون تاریخ

۴۶۔عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور علم طبیعات، بریلی: رضا اسلامک اکیڈمی،

۴۷۔عتیق الرحمٰن ،سید، امام احمد رضا بحیثیت بین الاقوامی سائنس داں، مشمولہ افکار رضا، ممبئی: مارچ ۱۹۹۶ء

۴۸۔عملہ مدارت، معروف مسلمان سائنس دان، لاہور: اردو سائنس بورڈ، باردوم، ۱۹۹۹ء

۴۹۔فیروز آبادی، ابوطاہر محمد بن یعقوب، اَلْقَامُوْسُ الْمُحِیْطُ، بیروت: مؤسسة الرسالہ للطباعہ، ۲۰۰۵ء

۵۰۔فیض احمد اویسی، مفتی، اسلام اور سائنس، کراچی: مکتبہ غوثیہ، ۲۰۰۶ء

۵۱۔کوثر نیازی، مولوی، امام احمد رضا بریلویؒ ایک ہمہ جہت شخصیت، کراچی: ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ۱۹۹۱ء

۵۲۔مالک، ڈاکٹر، امام احمد رضا بریلوی اور سائنس، ڈیرہ غازی خان: انجمن غلامانِ احمد رضا خان بریلوی، ۱۹۹۱ء

۵۳۔مالک بن انس، امام، موطا امام مالک، بیروت: داراحیائے تراث العربی، ۱۹۸۵ء

۵۴۔مالک، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور علم صوت، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء

۵۵۔مالک ، ڈاکٹر، چودھویں صدی ہجری کا عالم سائنسدان، مشمولہ: مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، (صدر: وجاہت رسول ،سید)، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۶ء

۵۶۔مجدالدین، المبارک بن محمد، اَلنِّھَایَہ فِیْ غَرِیْبِ الْحَدِیْثِ وَالْاَثَرِ بیروت: مکتبہ العلمیہ، ۱۹۷۹ء

۵۷۔مجیداللہ قادری، ڈاکٹر، کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۹۹۹ء

۵۸۔مجیداللہ قادری، ڈاکٹر، قرآن، سائنس اور امام احمد رضا، کشمیر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۹۹۴ء

۵۹۔مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، گویا دبستان کھل گیا، کراچی: ادارہ مسعودیہ، ۱۹۹۴ء

۶۰۔معراج الدین، پروفیسر، چشتی، حیات فاضل بریلوی، مشمولہ: خیابانِ رضا، مرید احمد، لاہور: عظیم پبلیکیشنز، ۱۹۸۶ء

۶۱۔مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین، اَلْجَامِعُ الصَّغِیْرُ مَعَ فَیْضِ الْقَدِیْرِ، مصر: مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ، ۱۳۵۶ھ

۶۱۔وجاہت رسول، سید، پیش گفتار: مشمولہ سمت قبلہ، احمد رضا، امام، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۰۰۵ء

۶۲۔نسیم احمد صدیقی، مولانا، اعلیٰ حضرت علمی کارنامہ علوم وفنون کی فہرست، کراچی: ادارہ علم وعمل، ۲۰۰۴ء

63. Abdul Hamid(2005): *"A Fair Success Refuiting motion of earth"*, Karachi: Idara Tahqeeqat Imam Ahmad Raza, .

64. Beth W. Orenstein,"*Ultrasound History"*

65. DeWitt, Richard (2010). "*The Ptolemaic System*". England: Wiley.

66. Draper, John William(2007) "*History of the Conflict Between*

Religion and Science" The Agnostic Reader. Prometheus.

67. Eckert, Michael (2006)¡"*The Dawn of Fluid Dynamics",*A Discipline Between Science and Technology. Wiley.

68. Einstein A. (1916 (translation 1920)), "*Relativity*": The Special and General Theory, New York: H. Holt and Company.

69. Feynman, Leighton and Sands(1965)," *The Feynman Lectures on Physics"*

70. H.D. Young, R.A. Freedman (2004)."*University Physics with Modern Physics"* (11th ed.). Addison Wesley.

71. Muhammad Malik(2010),*"Scientific Work of Imam Ahmad Raza"*,Karachi:Idara Tahqeeqat Imam Ahmad Raza

72. Novelline, Robert (1997)."*Squire's Fundamentals of Radiology",* Harvard University Press.

73. R.P. Feynman, R.B. Leighton, M. Sands (1963).*"The Feynman Lectures on Physics"*.

74. Rosenberg, Alex (2006)."*Philosophy of Science"*. Routledge.

75. Rosen, Edward (1995)."*Copernicus and his Successors"*. London: Hambledon Press.

76. Singer, C.,(2008) *"A Short History of Science to the 19th century",* Streeter Press.

77. Weidhorn, Manfred (2005)."*The Person of the Millennium",* iUniverse.

78. Wolf, K. B. (1995),"*Geometry and dynamics in refracting systems"*, European Journal of Physics.

ویب سائٹس

1. American Institute of Physics,"*Mathimatical Physics*"U.S.A

from:http://jmp.aip.org/jmp/staff.jsp.Acessed on May 5,2012.

2. Craig Freudenrich,"*How UltrasoundWorks*",from:http:// electronics . howstuffworks.com/ultrasound.htm.Acessed on May 5,2012.

3. English Wikipedi, " *Mineral Physics*" from : http://en.wikipedia.org/ wiki/Mineral_physics Accessed on June 5, 2012.

4. Eric W. Weisstein s' world of physics,"*Sound* "from http://scienceworld.wolfram.com/physics/Sound.html Acessed on May 25,2012.

5. Rutgers University,"*Tinfoil Phonograph*"from:http://edison.rutgers. edu/tinfoil.htm Acessed on July 14,2012.

6. Sceince Dictionary,"*Sound*",from:http://dictionary.reference.com/ browse/sound Accessed on June 2 , 2012.

7. The Physics Classroom,"*Mirages"*,from:http://www.physicsclass room.com/class/refrn/u14l4c.cfm.Acessed on May 5,2012.

8. Urdu Wikipedia,امام احمد رضا خان,from:http://ur.wikipedia.org/wiki/ احمد_رضا_خان Accessed on April 25, 2012.